وَلَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

اور (اس میں) شک نہیں کہ عاقلوں کیلئے ان لوگونکے حالات میں بڑی عبرت ہے

الہارون

یعنی

سوانح عمری خلیفہ ہارون رشید اعظم مع نقشہ سلطنت عباسیہ و منظر دار الخلافہ بغداد

مؤلفہ و مترجمہ

جناب مولوی مصباح الدین احمد صاحب مؤلف لباب الاحادیث مصباح الادب چمنستان عرب غنچہ حج و محاربہ فرانس و پرشیا وغیرہ وغیرہ

سابق سکرٹری دربار ٹونک۔ حال ایڈیٹر اخبار سول اینڈ ملٹری نیوز۔ لودیانہ

حسب الامر

جناب مولوی منشی سید قربان علی صاحب مالک شاہجہانی پریس دہلی

نذیر حسین کے رحمانی پریس دہلی میں چھپی

قیمت دو روپیہ (عہ)

قابل دید کتابیں

رباعیات عمر خیام (مع ترجمہ اردو) **ملک الکلام**
آجتک رباعیات عمر خیام کے اردو ترجمہ کیطرف کسی کی توجہ نہیں ہوئی حالانکہ یورپ نے خیام کی رباعیوں کے اپنی اپنی مروجہ زبانوں میں متعدد ترجمہ کیے ہیں۔ اس کمی کو شاہجہانی پریس نے پورا کیا اور مثل رباعیات سرمد کے خیام کی رباعیاں بھی اردو نظم میں ترجمہ کراکر طبع کی ہیں قیمت ۸/

جواہر منظوم (ترجمہ اُردو) **رباعیات سرمد مرحوم**
سرمد شہید کون ہیں؟ وہ ہیں جنکا سر شاہ عالمگیر کے حکم سے جامع مسجد دہلی کے نیچے کاٹا گیا اور وہیں اُن کا مدفن ہے ۳۲۱ رباعیاں فارسی سرمد شہید کی اور ہر فارسی رباعی کے تحت میں اردو رباعی۔ شروع میں حضرت مولنٰنا ابوالکلام آزاد کے قلم سے سوانح سرمد بھی شامل ہے۔

کمال راسخ۔ اس دیوان دوم میں جناب مولنٰنا مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب راسخ مرحوم دہلوی کا وہ تمام کلام موجود ہے جو مولنٰنا کا آخر حصہ عمر کا سرمایہ گنجینہ راز کی طرح مخفی تہا۔ اس میں وہ وہ منتخب غزلیات و رباعیات قطعات وغیرہ شامل ہیں جنکا ایک ایک شعر نازک خیالی معاملہ بندی اور راز و نیاز کا مرقع ہے خیال کی بلند پروازی اور معنی آفرینی کو سلاست بیان۔ قادر الکلامی اور سہل الممتنع گوئی نے اور بھی چار چاند لگا دیے ہیں۔ آخر میں مولانا کے مرحوم کی سوانح عمری اور پیشانی پر عکس فوٹو بھی بطور یادگار شامل کردیا ہے دو شعر نمونۃً درج ہیں فرماتے ہیں ؎

لیکے قاصد سے مرا نامہ ہوئے چین بر جبیں
چار سطروں میں دیا ہے سارے دفتر کا جواب

دوسرا رنگ ملاحظہ ہو ؎

تصور میں تری انگڑائیاں ہیں دل میں ہیں گیسو
اندھیری رات ہے بیٹھا ہوں محراب عبادت میں

قیمت غیر مجلد ۱ مجلد ہاف کلاتھ ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/ علاوہ محصول

سوانح عمری کلاں۔ یہ سوانح عمری حضرت خواجہ غریب نواز کے مکمل ہے اور یہ کتاب نئی ایجاد کردہ ہے اور اسمیں بارہ نقشے ہیں قیمت صرف بارہ آنے ۱۲/

تاریخ کلیر یعنی بڑی سوانح عمری حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے جسمیں آٹھ نقشے ہیں قیمت ۱۰/

سیر اجمیر۔ اسمیں اجمیر کے تمام مقامات کے حالات درج ہیں اور اس کو پڑھ کر تمام مقامات کی سیر کرسکتا ہے اور بارہ نقشے مشہور عمارات اجمیر کے دیئے ہیں قیمت ۳/

بہار معین۔ بڑی سوانح عمری خواجہ غریب نواز معہ آٹھ نقشے جات قیمت ۸/

یادگار امیر مینائی حضرت میکش حیدر آبادی قیمت ۴/

پیمانہ میکش قیمت صرف ۵/

مجموعہ کلام اکبر الہ آبادی قیمت چھ آنہ ۶/

ملنے کا پتہ } نذیر حسین و شریف حسین مالکان رحمانی پریس جامع مسجد دہلی

فہرست

مطالبات کتاب الہارون

باب دوم

ہارون الرشید کی خلافت کا کمال عروج

باب سوم
زوال خاندان برمکی

باب پنجم

ہارون الرشید کے حج کے حالات

ضمیمہ جات

تمت

شہر بغداد کا دلچسپ اور پُر فضا منظر

خوشا نواحی بغداد جائے فضل و ہنر کہ کس نشاں ندہد در جہاں چناں کشور

ہزار زورقِ خورشید شکل بر سرِ آب براں صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

لم یناسب حمدنا سلطانہٗ　　　فاکتفینا باسبہ سبحانہٗ

رسول مقبول کا تمام مسلمانوں کو علم و ہنر سیکھنے کیلئے ارشاد فرمانا

پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی تمام امت مسلمانان عرب کو سیکھنے کیواسطے یہ نصیحت فرمائی کہ اطلبوا العلم ولو کان بالصین (علم سیکھو چاہے وہ ملک چین میں ہی ہو) اس نصیحت پر عمل کرکے تمام مسلمانوں نے عموماً اور اسلام کے بادشاہوں نے خصوصاً علوم اور فنون کے سیکھنے اور اس کی اشاعت اور پھیلانے میں ایک زمانہ دراز تک جو کوشش اور جانفشانی کی اور علم و فن کی ہر ایک شاخ کو اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہنچایا اس بات کو تمام دنیا جانتی ہے۔ یوروپ جو آجکل تمام دنیا میں علوم اور فنون اور تہذیب کا مخزن اور مرکز سمجھا جاتا ہے اور فی زمانہ جس قدر عظمت اور قوت اس کو حاصل ہے یہ سب باتیں مسلمانوں کے طفیل سے اسکو حاصل ہوئی ہیں۔ یوروپ والے اگر مسلمانوں سے علم اور تہذیب نہ سیکھتے تو آج ان کو یہ رتبہ اور درجہ حاصل نہوتا۔ خود یورپ کے مستند فاضلوں اور مورخوں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ یوروپ کی تہذیب اور علوم و فنون کی ترقی کے موجب مسلمان ہیں۔

متذکرہ بالا بیان کی تصدیق میں بطور مشتے نمونہ از خروارے یوروپ کے چند جلیل القدر فاضلونکی رائیں مندرج کیجاتی ہیں۔ اور بخوف طوالت صرف چند رایوں پر اکتفا کیا جاتا ہو۔

عربونکی علم و ہنر میں ترقی

اوّل۔ مسٹر سینڈرسن صاحب اپنی کتاب تاریخ دنیا میں تحریر کرتے ہیں کہ عرب فاتحوں نے حصول علم و فنون میں بہت جلد اسی قدر ترقی کرلی جتنی کہ ان کی فوجی قوت میں ترقی ہوگئی تھی۔ عربوں نے

تہذیب کو خود حاصل کر کے بڑی سرگرمی کے ساتھ اس کو پھیلایا۔ بڑے بڑے شہر انکی حکومت میں تعمیر ہونے لگے۔ تجارت اور کارخانوں نے بڑی ترقی حاصل کی۔ مدارس اور کالج تمام اسلامی دنیا میں بن گئے اور اُن میں علوم و فنون پڑہائے اور سکہائے جانے لگے۔ عربوں میں علم و فضل اور شاعری اور تمام علم و فنون کا رواج اس وقت بھی بڑے عروج پر تھا جب کہ یوروپ میں تہذیب اور علم و ہنر نہیں پھیلا تھا اور جو زمانہ کہ یورپ کی تاریخ میں بہت تاریک زمانہ کہلاتا ہے۔ مسلمانوں کی سلطنت اس زمانہ میں نہایت وسیع ترین سلطنت دنیا میں تھی اور اپنی تمام مملکت میں عربوں نے علم پھیلا دیا تھا بارہویں صدی کے آغاز میں اقلیدس۔ علم ہندسہ ہئیت اور علوم طبعی یوروپ میں عربوں کی وجہ سے پہنچے۔ یعنی یہ سب علوم عربی زبان میں موجود تھے جو یوروپ میں لائے گئے تھے۔ اندلس کے مسلمانوں میں تو علوم و فنون صنعت و حرفت کا چرچا۔ دسویں صدی کے آغاز ہی میں درجہ کمال پر ہو گیا تھا۔ وہاں مسلمانوں کے مدرسے۔ کتب خانے اور یونیورسٹیاں و بیت العلوم، موجود تھے۔ علما اور فضلا، علم ادب منطق۔ فصاحت۔ بلاغت۔ نجوم۔ حساب۔ علم ریاضی کے سبق طالب علموں کو پڑہایا کرتے تھے یونانیوں کی فلسفہ کی کتابیں سب سے پہلے عربوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لی تھیں۔ یوروپ والوں نے عربی ترجمے کو لاطینی میں ترجمہ کیا اور اس طرح سے علم فلسفہ بذریعہ عربوں کے یوروپ میں پہنچا کیونکہ اس زمانہ کے یورپین فضلا میں سے معدودے چندہی قدیم یونانی زبان سمجھ سکتے تھے۔ علم حیوانات۔ علم نباتات۔ علم کیمیا اور خاص کر علم طب اور حکمت کا مسلمانوں کو بہت شوق تھا۔ اسپین کے مسلمانوں کے ہم سب یوروپ والے اس بات کے ممنون ہیں کہ علم حساب اور عددوں کا لکھنا یوروپ والوں کو مسلمانوں کی وجہ سے آیا ہے اور اسی وجہ سے یہ علم یوروپ میں عربی ہندسہ حساب کے نام سے مشہور ہے۔ عربوں نے علم ریاضی یونانیوں یا ہندیوں سے سیکھا ہے خلفائے عباسیہ نے اقلیدس اور دیگر یونانی علم ہندسہ اور ہئیت کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرا لیا تھا۔ ہندوستان سے علم حساب کی کتابیں منگواکر خلفائے مذکور نے ان کا ترجمہ عربی میں کرایا۔ ایک عرب فاضل نے جنکا نام بن موسیٰ تھا علم جبر و مقابلہ پر نویں صدی میں ایک کتاب تصنیف کی اور مساوات کے حل تک اسمیں قاعدے وغیرہ لکھے تھے۔

یورپ میں علم و ہنر مسلمانوں کی وجہ سے پھیلا۔

یوروپ میں روم (اٹلی) اور قسطنطنیہ کے عالم اور اہل کمال جس وقت کہ زمین کو پھیلا ہوا جانتے اور ظاہر کرتے تھے اسپین میں مسلمان علی العموم اپنے مدرسوں میں جغرافیہ کرہ زمین پر پڑہایا کرتے تھے۔ گویا مسلمانوں

نے سب سے اوّل یہ دریافت کرلیا تھا کہ زمین گول ہے۔ یوروپ میں علم نجوم وہیئت کی تحقیقات کیلئے جنھوں نے کہ اول ہی اوّل رصد گاہیں بنائیں وہ عرب ہی تھے۔ رصد گاہ کے لئے عربوں نے شہر سویلی (اشبیلیہ) میں جو برج بنایا تھا مسلمانوں کے بعد جب اسپین پر عیسائی قابض ہوئے تو بسبب جاہل اور بے علم ہونیکے انکی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ اس برج سے کیا کام ہوتا ہے؟ اس لیئے انہوں نے اس برج کو گھنٹہ گھر بنا لیا۔ یہ بات امر واقعہ ہے کہ باوجود اسکے کہ یوروپ جہالت اور وحشت کی تاریکی سے مدت سے نکل آیا ہے لیکن مسلمانوں نے جو اُس پر احسان عظیم کیا ہے اس احسان کا یوروپ نے آجتک کوئی مناسب شکریہ ادا نہیں کیا۔"

قرآن مجید کی برکت

مسٹر ریورینڈ راڈویل نے مسلمانوں کے بہت سے محاسن اور خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ اپنے ترجمہ قرآن مجید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "عرب کے سیدھے سادے بھیڑیں چرانے والے خانہ بدوش لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلقین سے ایسے بدل گئے کہ جیسے کسی نے سحر یا جادو اثر کردیا ہو وہ لوگ مملکتوں کے بانی مبانی اور شہروں کے بنانیوالے اور کتبخانوں کے جمع کرنے ولے ہوگئے۔ فسطاط۔ بغداد۔ قرطبہ اور سویلی (اشبیلیہ) کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یوروپ کو اپنی ہیبت اور شوکت سے تھرا دیا اور اس میں تزلزل ڈالدیا۔ بت پرستی کے مٹانے اور مادیات کے شرک کے عوض صرف ایک واحد اللہ تعالی کی عبادت قائم کرنے۔ دختر کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے توہمات کو دور کرنے اور کثرت ازدواج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک باعث برکت و فلاح ہوا ہے۔ ہر ایک عیسائی کو بالضرور افسوس ہوگا کہ مسلمان فتحمندوں نے بہت سے بھلے پھولے مشرقی کلیسے مسمار اور خراب کرڈالے[1] مگر ساتھ ہی اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہیئے کہ یوروپ نے منطق اور فلسفہ اور علم طب اور فن عمارت عربوں سے حاصل کیا ہے مسلمانوں نے عیش و عشرت اور تمدن کے بہت سے سامان اور مفید چیزوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں لیجاکر مشرق اور مغرب کا سلسلہ ملا دیا۔"

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف

ڈاکٹر اسپرنگ صاحب نے کہ جنکی مہارت علوم عربیہ میں مشہور ہے حسب الحکم صاحبان کورٹ[2] آف ڈائرکٹرز

[1] شاید اسکندریہ کے کتبخانے کی طرف یہ اشارہ ہے مگر مسٹر راڈویل کو یاد نہیں رہا کہ گبن صاحب اپنی تاریخ رومۃ الکبریٰ جلد ۶ ص ۳۲۳ میں اور جلد ۱ کتاب کلازموس صفحہ ۵۸۲ میں اور گاڈفری ہیگنز نے کتاب حمایت الاسلام وغیرہ میں ان سب لوگوں نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ اسکندریہ کے کتبخانہ کے جلانیوالے کوئی عیسائی بشپ یا دری اعظم اور انکے پیروتھے مسلمانوں کی نسبت یہ الزام بالکل بے بنیاد اور غلط ہے مصباح ۲ اگست غدر ۱۸۵۷ء

کتاب الاصابہ فی تمیز الاصحابہ تصنیف علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا زبان انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کے علوم کی عزت علم اسمار الرجال سے ہے آجتک نہ تو ایسی کوئی قوم گزری اور نہ اب موجود ہے کہ جسنے مسلمانوں کی مانند بارہ سو برس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کئے ہوں۔ اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جائیں تو غالباً ہمکو پانچ لاکھ مشاہیر علمار کا تذکرہ ملجائے ان کی تاریخ میں کوئی قریہ یا نامی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جسکے کسی آدمی کا ذکر اس تذکرہ میں نہو۔

مسٹر لیتھ برج صاحب نے اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ اسلام کے پہلے تاریخ کیحالت تاریکی میں تھی۔ جب اسلام کا سرچشمہ نمودار ہوا۔ تو اس وقت سے تاریخ کے حالات صحیح معلوم ہونے لگے مطلب یہ ہے کہ تاریخ کی ترقی دینے والے مسلمان ہی ہیں"۔

خاندان عباسیہ

مسلمانوں کی سلطنت میں خلفائے عباسیہ کے زمانے میں علوم و فنون کی بڑی ترقی ہوئی حضرت عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار تھے یہی اس خاندان کے مورث ہیں حضرت عباس رض جنگ بدر میں گرفتار ہوئے تھے۔ آنحضرت نے قبل جنگ صحابہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ عباس رض کو کوئی قتل نہ کرنا زندہ گرفتار کر لینا چنانچہ ابو الیسر انصاری نے آپ کو زندہ ہی گرفتار کیا بعد ازاں آپ ایمان لے آئے آنحضرت نے حضرت عباس رض کو دعا دی تھی کہ "واجعل الخلافة باقية فی عقبه" یعنی عباس رض کی اولاد میں خلافت باقی رہے۔ چنانچہ یہ رسول مقبول ہی کی دعا کا اثر تھا کہ انکے خاندان میں خلافت اور شہنشاہی آٹھ سو برس تک رہی اور خاندان عباسیہ نے بڑے کر و فر سے بادشاہت کی یہ وہی حضرت عباس رض ہیں جنکا نام جمعہ کے خطبہ میں ہر مسلمان جامع مسجد میں سنتا ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید

سلطنت اسلام میں سب سے بڑا شہنشاہ خلیفہ ہارون الرشید اسی عباسیہ خاندان میں سے ہوا ہے اور اسی کی سوانح عمری کا یہ اردو ترجمہ ہے کسی کتاب کے ترجمے میں کمی و بیشی کرنا منصب ترجمہ نگاری کے بالکل خلاف ہے۔ اس واسطے ہمنے مسٹر ای ایچ۔ پامر ایم۔ اے۔ پروفیسر عربی یونیورسٹی آف کیمبرج انگلستان کی مصنفہ کتاب "ہارون الرشید" کے ترجمے کا حق پورا پورا ادا کیا ہے۔ لیکن یہ بات باافسوس

(بقیہ مضمون صفحہ ۳) تک ہندوستان پر انگریزی سوداگروں کی ایک کمپنی حکمران تھی ہندوستان براہ راست تاج برطانیہ کا ماتحت نہ تھا غدر کے بعد پارلیمنٹ انگلستان نے کمپنی مذکور کو بے دخل کر کے براہ راست ہندوستان کو اپنے ماتحت کر کے سلطنت انگلینڈ کا ایک جزو قرار دیا اس کمپنی میں چند سوداگر ڈائرکٹر منتخب ہوا کرتے تھے۔ یہی لوگ صاحبانِ کورٹ آف ڈائرکٹرس کہلاتے تھے بمصلح ۱۲۔

کہنی پڑتی ہے کہ بعض یوروپین مصنفوں کی تالیفات میں ایک عام قاعدہ رواج پا گیا ہے کہ وہ تاریخی حالات لکھتے ہوئے بعض مواقع پر اپنی تصانیف میں مشاہیر اور حکمرانان اسلام پر ضعیف خبروں پر اعتماد کرکے ایسے لفظی حملے کر جاتے ہیں جو صریح کذب اور غلطی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں چنانچہ اس کتاب میں بعض موقعوں پر ہم نے ایسے غلط حملوں کی تردید بڑے تحقیق کتب معتبرہ اور مستندہ سے حتی الامکان اپنے فٹ نوٹوں کے ذریعے سے کردی ہے جس سے اصلی حالات کا صحیح اندازہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ تاہم بڑی ناشکر گزاری ہو گی اگر مسٹر پامر جیسے فاضل کی محنت شاقہ کی داد ہم نہ دیں۔ فاضل موصوف نے ہارون الرشید کے رطب و یابس کل پراگندہ واقعات کو عربی مورخوں اور مصنفوں کی متفرق کتابوں اور تالیفوں سے انتخاب کرکے ایک جگہ ترتیب دیا جس سے پامر صاحب کی لیاقت اور محنت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ کسی غیر قوم کے تاریخی حالات کو فراہم کرکے اپنی ملکی زبان میں ترتیب دینا بیشک قابل قدر اور مفید کام ہے انگریزی داں اصحاب کے لیے مسٹر پامر کی یہ محنت لائق منت و سپاس گزاری ہے اور اسی ذخیرے سے ہم نے اردو زبان میں اپنے ہم وطنوں کے لئے یہ مفید ترجمہ مرتب کیا۔ اور جہاں ضرورت سمجھی حتی الامکان اجمال کی تفصیل میں کوتاہی نہیں کی تحقیق کی دشوار گزار گھاٹیوں میں جن لوگوں نے قدم فرسائی کی ہے۔ یا اُن سنگلاخ زمینوں کو قلم اور دماغ کی رہبری سے کچھ طے کیا ہے۔ وہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس راستے کے چلنے والے کو ایک ایک قدم پر کیسی کیسی لغزشیں اور ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں تاہم منزل مقصود پر مشکل سے رسائی حاصل ہوتی ہے۔

اس شہنشاہ کے زمانہ میں علوم و فنون کی ہر شاخ میں بڑی ترقی ہوئی اس نے یونانیوں مجوسیوں ہندوستان کے پنڈتوں اور عیسائی فاضلوں کو بڑے بڑے مشاہروں پر ملازم رکھ چھوڑا تھا وہ اپنی اپنی زبان کی علمی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ ہارون الرشید کے بارہ میں تمام یوروپین مستند اور معتبر مورخوں کی یہ رائے ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید تمام خلفاء سے بڑھکر جامع جمیع صفات بڑا عالم و فاضل فصیح و بلیغ۔ بہت ہی فیاض و سخی۔ اپنے مذہبی عقاید کا پابند معتقد پکا اور ریاکار مسلمان۔ رحم دل اور عادل بادشاہ تھا۔ ایک سال حج کرتا تو دوسرے سال جہاد کرتا اپنے روزمرہ کے مذہبی احکام کا نہایت پابند تھا۔ بغداد سے مکہ شریف تک ایک ہزار انگریزی میل کا فاصلہ ہے مگر حج کے لئے عرب جیسے تیز دھوپ والے ملک اور تپش اور جلتے ریگستان میں پا پیادہ جایا کرتا۔ علاوہ پنجگانہ نماز کے سو رکعت نفل روزانہ

بلاناغہ پڑھا کرتا۔ ہارون رشید کے مزاج میں تعصب نام کو بھی نہ تھا۔ رعایا کی فلاح وبہبودی کا اس قدر خیال تھا کہ ہمیشہ راتوں کو اپنی میٹھی نیند کھو کر بھیس بدل کر رعایا کی خبر گیری اور ان کا حال معلوم کرنے نکلا کرتا تھا اقبال اور شوکت کا اس کی یہ حال تھا کہ جس طرف اس نے رخ کیا فتح ونصرت گویا اسکے ہمراہ ہوتی تھی قسطنطنیہ کے شاہان روم (یونانی) اس کے باجگزار تھے اور شاید یہ بات ہارون الرشید ہی کے ساتھ مختص تھی کہ اس نے یونانی شہنشاہوں سے ششماہی خراج وجزیہ لیا ششماہی خراج وجزیہ لینے کی مثالیں شاذ ونادر تو درکنار بالکل معدوم ہیں اسکے عہد کا ایک واقعہ عباسہ اور جعفر کی شادی اور پھر عباسہ اور اسکی اولاد کا قتل ہونا بالکل بے بنیاد اور غلط مشہور ہو گیا ہے چنانچہ علامہ ابن خلدون وغیرہ مستند ومعتبر مورخین نے کمال تحقیق وتلاش سے اس واقعہ کو روایت اور درایت دونوں سے بے بنیاد اور غلط ثابت کیا ہے۔

خاندان برمکی کو جو سخاوت اور فیاضی میں ایسا بے نظیر خاندان مسلمانوں میں گذرا ہے کہ آجتک زمانے میں پھر کوئی سخی اور فیاض انکی مانند نہیں ہوا۔ اسی خلیفہ کے زمانے میں عروج ہوا اور افسوس ہے کہ اسی خلیفہ کے زمانے میں اُن پر زوال بھی آگیا۔

خاندان برمکی

خلیفہ ہارون الرشید بڑا قدردان شہنشاہ تھا یحیی برمکی وزیر نے جو کچھ عمدہ کام کئے وہ اپنی نمک حلالی کی وجہ سے کئے کیونکہ وہ نوکر تھا لیکن ہارون الرشید نے اسکی حد سے بڑھ کر قدردانی کی اور سلطنت کے تمام سیاہ وسپید کا مالک کر دیا۔ یحیٰے نے کمال ہوشیاری اور نمک حلالی سے کار وزارت انجام دیا جب یحیی ضعیف ہو گیا ہارون الرشید نے اسکے دونوں بیٹوں فضل اور جعفر کو یکے بعد دیگرے اپنا وزیر بنایا اور جعفر پر بے نہایت عنایت مبذول کی اور مہمات سلطنت پر کلی وجزوی اختیار واقتدار اسکو عطا کیا لیکن تقدیری یا اتفاقی طور سے جعفر سے چند ایسی پولیٹکل غلطیاں سرزد ہوئیں اور خلیفہ کی نسبت جعفر نے ایسے ناگوار کلمات کہنا شروع کئے کہ مجبوراً ہارون الرشید نے بدظن ہو کر اس کو قتل کرادیا بعض لوگ قتل جعفر کے لئے اس کی کارروائی پر ایک بدنما دھبہ ظاہر کرتے ہیں لیکن پولیٹکل رمز شناس غور کر سکتے ہیں کہ جعفر قتل کیوں کیا گیا؟ اگر یہ نہ کیا جاتا تو استحکام سلطنت کیلئے اور کونسی تدبیر تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ مامون الرشید نے بھی اپنے وزیر ذوالریاستین یعنی فضل ابن سہل کو جس نے کہ مامون کے خلیفہ ہونے اور بقاء سلطنت میں بڑی کوشش کی تھی قتل کرادیا اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ بعض وزراء وقت یا کبھی ایسے امور کر گذرتے تھے یا کرنیوالے ہوتے تھے کہ جس میں بادشاہ وقت کو اپنی سلطنت اور نیز اپنی جان عزیز کا اس قدر خوف ہو جاتا تھا کہ وہ سوائے اسکے کہ وزیر کو قتل کراویں اور کوئی چارہ اپنی سلطنت یا اپنی جان کے بچاؤ کا نہیں دیکھتے تھے چنانچہ اس کی تصدیق خود خلیفہ مامون الرشید کی پولیٹیکل تقریر سے ہوتی ہے جو ذیل میں درج ہے۔

خلیفہ مامون کی پولیٹیکل تقریر

بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکانِ دولت کے ساتھ جو باتیں کر گذرتا ہے عوام ہرگز اس کا انصاف نہیں کر سکتے وہ دیکھتے ہیں کہ وزیر یا نائب السلطنت نے جو وفاداریاں کی ہیں انکے بار سے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہیں ہو سکتی وہ بے تکلف رائے لگا لیتے ہیں کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگ دلی کی وجہ سے کیا لیکن ان کو کیا معلوم ہے کہ اسکے بعض افعال خود سلطنت کے خانہ برانداز ہیں۔ اب بادشاہ دو مجبوریوں میں گھر جاتا ہے نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کر سکتا ہی اور نہ اس وزیر سے درگذر کر سکتا ہی مجبوراً نہ وہ کر گذرتا ہے جو ظاہر میں نہ کرنا چاہیئے وہ جانتا ہے عوام تو کیا خواص بھی اسکو معذور نہ رکھیں گے لیکن ضرورت کسی کی نکتہ چینی کی پرواہ نہیں کر سکتی"۔

قتل سادات اور علویئیں کا اگرچہ اس پر الزام ہے لیکن صاحب مصنف المامون اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ تمام معاملات پولٹیکل تھے اور ایسی مجبوری تھی کہ جس سے کسی خلیفہ کو مفر نہیں ہو سکتا تھا تاہم ہارون الرشید نے سادات پر ایسا ظلم نہیں کیا جیسا کہ خود سادات نے اپنی چند روزہ حکومت میں عباسیوں پر کیا تھا۔ شعر

شربت سلطنت و جاہ چناں شیرین ست | کہ شہاں از پئے آن خون برادر ریزند

ہارون الرشید نے اپنی سلطنت اپنے دو بیٹوں پر منقسم کر دی تھی مگر جس خوف سے تقسیم کی تھی وہی پیش آیا یعنی اسکی وفات کے بعد سلطنت کے لئے دونوں بیٹوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ لیکن چونکہ ہارون الرشید کی زندگی میں ان میں کوئی فساد نہیں ہوا اسلیئے یہاں کچھ ریمارک کی ضرورت نہیں ہے۔ مسٹر پامر نے سلطنت کی آمدنی یا فوج کی تعداد وغیرہ نہیں لکھی مگر تاریخ میں یہ باتیں بھی درج ہونا ضروری ہیں اسلیئے ہمنے بہ کمال تلاش و تجسس ضمیمجات میں یہ سب باتیں تحریر کر دی ہیں اور آخر ضمیمہ میں ایک فہرست تمام خلفائے راشدین و خلفائے بنی امیہ و خلفائے عباسیہ و خلفائے عثمانیہ کی لکھی گئی ہے۔

ایہا الناظرین! آخر دیباچہ میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اسلامی دنیا کو جسقدر عروج ہوا وہ سب علم و ہنر کی وجہ سے تھا دیکھو! یورپ والوں نے مسلمانوں کے علوم کے ذلہ ربا ہو کر اُس میں جو ترقی کی تو آج اوج اقبال اور عروج کے آسمان پر چڑھے ہوئے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ جس قوم نے علم سے شوق اٹھا لیا وہ حضیض ادبار میں پنہاں ہو کر معدوم ہو جاتی ہے گو ہندوستان کے مسلمانوں نے زیر سایہ گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ علوم و فنون کی طرف بہت کچھ میل کیا مگر ابھی تک اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان تحصیل علوم و فنون کی طرف اپنے اسلاف کے مانند زیادہ تر کوشش کریں کیونکہ دینی اور دنیوی ترقی اور بہبودی کا باعث اور ذریعہ یہی علم و ہنر ہے۔

خاکسار **محمد مصباح الدین احمد مترجم** محاربہ
فرانس و پرشیا، و مولف مصباح الادب اسٹیم انجن۔
الہارون و لباب الاحادیث و چمنستان عرب غنچہ حج وغیرہ کسابق
پرائیویٹ سکرٹری دربار **ریاست ٹونک** (راجپوتانہ)

متوطن دوہتہ

حال اڈیٹر سول اینڈ ملٹری نیور۔ لدہیانہ

تمہید

خلافت کی ابتدا اور اس کا عروج

محمد صاحب (رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم) نے بعد بعثت نبوت اپنی پیغمبرانہ وحی یا سچی پولٹیکل (تدبیر ملکی) تمیز و عقل سے ایک روز قوم عرب کو مجتمع کر کے بطور پیشین گوئی یہ بات ارشاد فرمائی کہ قدیم سلطنت فارس اب زوال پذیر ہے اور چند روز میں بالکل معدوم ہو جائیگی اسی طرح سلطنت رومتہ الکبریٰ جو شام و عرب تک پھیلی ہوئی ہے اس کے اختتام کا زمانہ بھی قریب آپہنچا ہے اب ان دونوں سلطنتوں کی شان و شوکت دولت و ثروت تمھارے ورثہ میں آوے گی جیسا کہ وہ معبود برحق و بے ہمتا اپنی کتاب مقدس میں فرماتا ہے ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ یعنی زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسکو چاہے اس کا وارث کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی ۲سورۃ میں فرماتا ہے کہ ہم نے روئے زمین پر بہت سی قومیں آباد کیں آسمان سے ان کے لئے بارش برسائی اور زمین سے نہریں نکالیں اور جب انہوں نے گناہ کئے تو ہم نے انکو برباد کر ڈالا اور دوسری قومیں پیدا کیں" حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ اگر بعد تمھارے قابض ہونگے تم سے بھی وہی خطائیں ظہور میں آئیں جو ان ہر دو سلطنت کے زوال کا باعث ہوئیں تو تم کو بھی یہی روز دیکھنا ہوگا۔

ناظرین کو اس کتاب کے ذریعے سے اسلامی سلطنت کی اعلیٰ شان و شوکت اور بادشاہان اسلام کا دبدبہ و عظمت اس زمانے کی دکھانا مقصود ہے کہ جس زمانے میں اسلامی سلطنت کمال عروج پر تھی

لہ جناب رسول مقبول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور عرصہ قلیل میں عرب ان سب ملکوں پر قابض ہو گئے۔ ۲ یہ آیت شریف سورہ انعام میں ہے۔ الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن مکناھم فی الارض مالم نمکن لکم وارسلنا السماء علیھم مدرارا وجعلنا الانھار تجری من تحتھم فاھلکناھم بذنوبھم وانشاءنا من بعدھم قرنا اخرین۔

اسلیئے ان شہنشاہوں میں سے ایک سب سے زیادہ مشہور و معروف شہنشاہ یعنی خلیفہ ہارون الرشید کے عہد سلطنت اور دوران حکومت کے واقعات اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں جس کے نام سے یورپ کے ذی علم صاحب خوب واقف ہیں لیکن اس سے پیشتر یہ بات ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مختصراً اس بات سے بھی واقفیت حاصل کر لینا چاہئے کہ مسلمانوں کی حکومت کی ابتدا کس طور سے ہوئی اور کس ذریعے سے اسکو عروج ہوا۔

عربونکے مختصر حالات بزمانہ جاہلیت

عرب کا زمانہ جاہلیت

قوم عرب حضرت محمد صاحب (صلعم) کے زمانہ سے پیشتر سے ایک بہادر اور مضبوط قوم تھی اس کی عادت اور طرز معاشرت یکساں رہی کبھی نہیں بدلی ان میں گھر کا بڑا بوڑھا اپنے سب گھرانے کا سردار ہوتا تھا ریگستان کی خالص اور قوت دینے والی آب و ہوا میں رہنے کے باعث سے اور اس وجہ سے کہ بڑے بڑے شہروں میں اکٹھے رہنے اور آبادی میں سکونت پذیر ہونے کی انکی عادت نہ تھی اور نیز دنیا کی نعمتوں سے ناواقف تھے یا یہ کہ دنیا کی نعمتوں میں سے صرف اونٹ بھیڑ اور خیمہ اپنی قوت بسری اور آسایش کے لئے کافی سمجھتے تھے۔ عرب ہمیشہ آزاد اور سادہ مزاج اور طاقتور رہے دوسری اقوام کی مانند جو قدرتی اشیاء پر دلدادہ ہیں عرب بھی فن شاعری کے بڑے شایق تھے اور یہ کہنا مبالغہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ان میں شاعری کا فطرتی مادہ تھا شعر و نظم اور شاعری کے ذریعے سے عرب اپنے تمام خیالات کا اظہار اور واقعاتِ ملک کا بیان کیا کرتے تھے درحقیقت ان کا علم و ادب یہی تھا گو یہ ضبط تحریر میں نہیں لایا جاتا تھا لیکن عوام کو اسکے سننے سے اس قدر فائدہ ضرور ہوتا تھا کہ دوسری وحشی اور جاہل اقوام کی طرح عربوں سے اکثر جاہلانہ خطائیں اور وحشیانہ باتیں سرزد نہیں ہوتی تھیں عربوں کا مقولہ ہے کہ ہماری کتابیں تو ہمارے شاعرونکی شعریں اور نظمیں ہیں ان کا یہ قول درست ہے اسلیئے کہ تھوڑے عرصے کے بعد جبکہ انکے شاعروں کے بہت سے نظم اور کلام ضبط تحریر میں لائے گئے تو ان سے انکے ملک کی تواریخ اور رسم و رواج اطوار، عادات کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوگئی۔ عربوں کی شعریں ان کے طرز معاشرت کے

عربوں کی عاجز بیانی

مضامین سے پر ہوتی تھیں اور جس بحر میں وہ شعر کہتے تھے یا جس قافیہ کو وہ باہتے تھے وہ سب ریگستانی
رے کیموافق ہوتے تھے یا یوں سمجھنا چاہیے کہ سنسان ریگستان کے ویرانہ میں سفر کرتے ہوئے عرب
اپنے خیالات زور زور سے کہتے چلتے تھے اور جبکہ یہ خیالات بصورت الفاظ زبان پر آجاتے
تھے تو انکو اپنے اونٹ کے قدم اٹھانے یا رکھنے کے وقت یا خود اپنے قدموں کے اٹھانے اور
رکھنے کے درمیانی وقفہ کے لحاظ سے بحر میں بناکر اپنے شعروں کو موزوں کر لیتے تھے۔

عرب آزادی کے بڑے شایق ہیں

عرب آزادی کے اس قدر شایق ہیں کہ وہ کسی گورنمنٹ کے قوانین یا قواعد کی پابندی نہیں کرتے
اور بعض اوقات باہمی طرز معاشرت کے قاعدہ کا بھی لحاظ نہیں رکھتے خصوصاً بدوی فرقہ تو سوائے
اپنے دل کی تابعداری کے اور کسی حکومت کی اطاعت نہیں کرتا اگر کوئی قوم کسی شیخ یا بزرگ کو اپنا
سرگروہ مقرر کرتی ہے تو اس کی اطاعت مثل رئیس یا حکمران کے نہیں کرتے شیخ کو قوم صرف یہ اختیار
عطا کرتی ہے کہ ان کا قائم مقام ہوکر بشرطیکہ کوئی موقع پیش آجائے دوسری قوم سے تجارت وغیرہ کے
متعلق یا دیگر امور میں گفتگو کرے یا یہ کہ جہاں کہیں قافلہ قیام کرے تو شیخ کا خیمہ اچھی جگہ پر قایم کیا
جائے اور کوئی مہمان آوے تو شیخ اسکی ضیافت اپنے ہی صرف سے کرے۔

عکاظ[۱]

جبکہ محمد صاحب پیدا ہوئے تو اس زمانے میں ملک عرب کا یہ حال تھا کہ ہر قوم کا قبیلہ قبیلہ
علیحدہ علیحدہ ہو رہا تھا لوٹ مار کی بہت کثرت تھی جس کی وجہ سے قوموں میں ہمیشہ خانہ جنگیاں اور مستقل
طور سے لڑائیاں رہا کرتی تھیں بت پرستی کا تمام ملک میں رواج عام ہو رہا تھا ہر قبیلہ کا الگ الگ بت
تھا اور علیحدہ علیحدہ صفتیں اس سے منسوب کیجاتی تھیں رفتہ رفتہ تجارت کی ضروریات اور باہمی خرید و
فروخت کی احتیاج کی وجہ سے اسباب کی ضرورت واقع ہوئی کہ تمام قومیں معینہ اوقات پر ایک جگہ
جمع ہوا کریں چنانچہ سب قوموں میں آپس میں یہ قرار داد ہوگیا کہ شہر مکہ میں چونکہ نہایت مقدس ترین
زیارت گاہ کل اقوام عرب کی واقع ہے اسلیئے مکہ شریف کے علاقہ میں ایک مشترک مجمع تمام قوموں کا
ہوا کرے چنانچہ ایک میلہ مقام عکاظ میں سال بھر میں ایک بار بھرنے لگا کہ جس میں کل قومیں آ آ کر
شریک ہوتی تھیں اور انہی مقامات میں شعرا فصحا اور بلغا عرب آپس میں جلسہ کر کے شعر و شاعری

[۱] مسٹر پامر نے عکاذ لکھا ہے مگر صحیح لفظ عکاظ ہے عرب میں زمانہ جاہلیت میں عکاظ میں سالانہ ایک بازار لگا کرتا تھا گو مسٹر پامر نے ایک ہی
بازار عکاظ کا حال لکھا ہے لیکن عرب میں اس قسم کے سالانہ چار میلے یا بازار لگا کرتے تھے عکاظ کوئی مقام یا قصبہ نہیں ہے صرف

کے مضامین پر طبع آزمائی اور بحثیں کیا کرتے اور داد سخن دیا کرتے تھے عربوں کے یہ علمی مباحثے زمانہ قدیم کے یونانیوں کے المپک کھیلوں کی مانند متفرق قوموں کے درمیان قومی اتفاق و اتحاد اور خیال یگانگت کو ہر سال تازہ اور مضبوط کر دیا کرتے تھے۔

عربوں کی سوشل اجتماع پر عکاظ کا اثر

اس قسم کے جلسوں کے انعقاد سے دو نتیجے پیدا ہوئے جنکی وجہ سے بھی محمد (صلعم) صاحب کو اشاعت اسلام اور ترویج مذہب صادقہ میں کامیابی ہوئی اول تو یہ کہ قوم قریش (محمد صاحب کی قوم بھی قریشی ہے) کعبہ شریف کے ہر چہار جانب آباد تھی اور کعبہ تمام عربوں کی مقدس قومی عبادت گاہ ہمیشہ سے رہا ہی جس کا کچھ تذکرہ اوپر کے فقرے میں کر دیا گیا ہی اسلیئے قوم قریش اس عمارت اقدس کی قدرتی طور سے محافظ اور متولی مقرر تھی اور اسی تولیت کیوجہ سے زمانہ قدیم سے قوم قریش کو کل دیگر اقوام عرب پر عظمت اور بزرگی حاصل تھی دوسرے یہ کہ تمام اقوام عرب قوم قریش کے علاقہ میں مجتمع ہو کر فصاحت اور بلاغت اور شعر و شاعری میں اپنے اپنے ہنر اور ہوشیاری کا اظہار کیا کرتی تھیں اسلیئے قوم قریش کی زبان اصلی زبان عربی ٹھہری کہ جس کے محاورہ کی شعروں اور نظموں وغیرہ میں سند دی جانے لگی۔ عرب کی دیگر اقوام کے جو محاورات تھے وہ بھی قوم قریش ہی کے محاورے سمجھے جانے لگے اس سے معلوم ہوا کہ مقامی تعلقات اور قومی حالات اور معاشرتی معاملات ایسے آپڑے تھے کہ قوم قریش سے اگر کسی بڑے کام یا اظہار رائے وغیرہ کی تحریک ہوتی تو یہ سب امور اسکی کامیابی کے موید موجود تھے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱) بازار کا نام ہے یہ بازار اس صحرا میں بھرتا تھا جو شہر نخلہ کی طرف واقع ہے اور طائف سے دس کوس کے فاصلہ پر ہے علاوہ اس کے تین بازار زمانہ جاہلیت میں اور لگا کرتے تھے ذوالمجاز۔ مجنہ۔ حباشہ۔ یہ سب بازار ایام مقررہ پر سال بھر میں ایک بار لگا کرتے تھے ان سب میں سے دو کا ذکر بخاری شریف کی اس حدیث میں بھی ہے قال ابن عباسؓ کان ذوالمجاز العکاظ متجر الناس فی جاہلیۃ فلما جاء الاسلام کانہم کرہوا ذالک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج (ترجمہ) فرمایا ابن عباس نے کہ تھے ذوالمجاز اور عکاظ لوگوں کی تجارت گاہ جاہلیت میں پھر جب اسلام آیا صحابہ کرام نے مکروہ جانا اسکو یعنی اس میں سوداسلف کرنے کو یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت شریفہ کہ تم پر گناہ یہ کہ لو اپنے رب کا فضل ایام حج میں انتہی عکاظ کا بھرنا غرہ ماہ ذیقعد سے شروع ہوتا تھا اور بیس روز تک رہتا تھا اس میں قبایل عرب نزدیک اور دور کے مجتمع ہوتے اور خرید و فروخت اور جلسہ کر کے اشعار فخریہ اپنی قوم کے فضایل میں پڑھتے اور اپنے باپ دادا کی بڑائیاں بیان کر کے ایک دوسرے پر تفاخر ظاہر کرتے یہانتک کہ ایسی جہالت کی باتوں پر کٹ مرتے تھے اور ان لڑائیوں کو فجار کہتے ہیں اور ایسی چار لڑائیاں بہت مشہور ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اطوار اور وحشیانہ رسمیں

یہانتک تو عربوں کے حالات کی تصویر بڑی خوبصورت اور روشن ہے لیکن اس تصویر میں ایک تاریک پہلو بھی ہے اخلاق کی شایستگی اور تہذیب کی روشنی انمیں ہنوز نہیں پھیلی تھی اور گو انکی حالت دیگر غیر مہذب اور وحشی اقوام سے بدرجہا بہتر تھی تاہم انمیں اصنام پرستی اس قسم کی تھی کہ سینکڑوں بتوں کو اپنا معبود اور خالق بنا رکھا تھا شراب خواری اور قمار بازی تیروں کے ذریعے سے فال اور شگون لینا کثرت ازدواج قتل انسان اور دیگر بہت سی خراب عادتیں انمیں بہت مروج تھیں منجملہ عربوں کے وحشیانہ رسم و رواج کے غالباً سب سے بدتر یہ دستور تھا کہ وہ اپنی دختروں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے زمانہ حال میں بھی بدوی فرقے کے عرب دختروں کے پیدا ہونے کو بجائے برکت کے اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں اور اپنی اولاد کی شمار میں اپنی دختر کو ہرگز نہیں گنتے حضرت محمد صاحب کے زمانے سے پیشتر دختروں کو زندہ دفن کرنے کی رسم بہت ہی مروج تھی اور اس دستور کو عرب وَئدُ البنات کہا کرتے تھے ابتک بھی بعض قوموں میں دختریں نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں عربوں کی ایک ضرب المثل تھی کہ بہترین داماد قبر ہے اور باپ ہی اپنی دختر کو اپنے ہاتھ سے اکثر قتل کیا کرتا تھا۔

وئد البنات یعنے دفن دختران زندہ

ایک عرب سردار سے عثمان کی رقت

عثمان ایک عرب سردار کا ذکر ہے کہ سوائے ایک موقع کے اس کی آنکھوں سے کبھی آنسو نہیں نکلے اور وہ موقع یہ تھا کہ ایک دفعہ وہ اپنی چھوٹی سی دختر کو زندہ دفن کر رہا تھا۔ دفن کے وقت کچھ قبر کی مٹی اسکی ڈاڑھی پر لگ گئی۔ صغیر سن دختر نے جوش محبت پدری کی وجہ سے اپنے باپ کی ڈاڑھی سے مٹی اپنے ہاتھ سے ہٹا دی۔ اس خرد سال بچی کا جوش محبت دیکھکر یہ سنگ دل باپ اس وقت بہت رویا اور اسکو بڑی رقت ہوئی۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۲) ادیم عکاظی بھی اسی میلہ کی وجہ سے مشہور ہوا۔ ۱۲ مصباح۔

ہ یونان میں بزمانۂ قدیم کوہ المپیا کے دامن میں ایک میلہ ہر پانچویں سال بھرا کرتا تھا تمام شہروں سے یونانی اس میں آکر شریک ہوا کرتے تھے آپس میں ہر قسم کے کھیل اور کود مثلاً دوڑنا۔ گاڑیاں دوڑانا بھاری وزن کے لوہے کا حلقہ ایک ہاتھ سے دور اٹھا کر پھینکنا اور کشتی وغیرہ کھیل ہوا کرتے تھے فصیح اشخاص اپنی تقریریں سنایا کرتے تھے صرف پانچ دن تک یہ میلہ رہا کرتا تھا یونانیوں نے اپنا سنہ و تاریخ بھی اسی میلے کے شمار پر مقرر کر لیا تھا مثلاً کسی واقع کو یوں تحریر کرتے کہ یہ واقعہ فلانے اولمپک کے پہلے یا دوسرے یا تیسرے سال میں واقع ہوا پہلا میلہ ۷۷۶ برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرا ۲ء۷ برس قبل مسیح منعقد ہوا ۳۹۴ برس قبل مسیح یہ میلہ بھرنا موقوف ہوگیا۔ ۱۲۔ مصباح الدین احمد۔

محمد صلعم صاحب نے اس وحشیانہ رسم اور مذموم رواج کے ترک کر دینے کے لئے بڑے فصاحت و بلاغت آمیز حکم میں اپنے غصہ کا اظہار فرمایا اور قوم عرب کو وہ تمام عذاب بتلائے جو حشر کے دن نازل ہونگے اور فرمایا کہ اس دن کیا جواب دوگے جبکہ دختروں کی بابت جنکو زندہ دفن کر دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کرے گا۔ اور استفسار ہوگا کہ کس جرم کی سزا میں تمنے ان کو مار ڈالا تھا[1]؟ بالآخر حضرت محمد صلعم صاحب کی ہدایت اور نصیحت سے عربوں نے یہ مذموم رسم ترک کر دی۔

بت پرستی کا یہ حال تھا کہ خاص کعبہ میں جو عربوں کی مقدس ترین جگہ ہے تین سو پچاس بُت رکھے ہوئے تھے اور منجملہ اُن کے وہ مشہور پتھر حجر اسود بھی تھا جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ جنت کا پتھر ہے۔ حجر اسود اصل میں سفید تھا لیکن مشہور ہے کہ گنہگار زائرین کی بوسہ دہی سے اب حجر اسود سیاہ ہو گیا ہے۔

کعبہ کی متولیت اور قوم قریش کی سرداری جس زمانے میں کہ ایک سردار قریش عبد مناف سے متعلق تھی اس زمانہ میں اہل حبش نے ملک عرب پر حملہ کیا عبد مناف کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام عبد شمس اور چھوٹے کا نام ہاشم تھا۔ قدیم زمانے سے جو یہ قاعدہ چلا آتا تھا۔۔۔ کہ متولی کعبہ اور سردار قوم قریش مرجاتا تو اس کا بڑا بیٹا اس کا جانشین ہوا کرتا تھا۔ عبد مناف کے مرنے کے بعد قدیمی دستور اور معمولی طور سے تولیت کعبہ اور سرداری قوم قریش اس کے پسر کلاں عبد شمس کو پہنچی لیکن عبد مناف نے اپنے پسر کلاں کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے ہاشم کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب فوج حبش نے ملک قریش پر حملہ کیا تو ان کے دفعیہ کے لئے عبد مناف نے اپنے پسر ثانی ہاشم کو ایک لشکر کا افسر مقرر کر کے روانہ کیا۔ ہاشم نے فوج حبش کو شکست دیکر اس کو پسپا کیا اور مظفر و منصور ہو کے عبد مناف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عبد مُناف نے اس بہادری اور فتح کے صلہ میں ہاشم کو تولیت کعبہ اور سرداری قوم قریش کی عطا کی اور عبد شمس اپنے پسر کلاں کا حق نظر انداز کر دیا۔ اسی وجہ سے ہاشم اور عبد شمس کے خاندان میں بڑی دشمنی پڑ گئی۔ عبد شمس کا بیٹا اُمیہ تھا۔ اس کی اولاد نے دمشق میں حکومت کی اور خلفائے اُمیہ کے لقب سے مشہور ہوئے اور ہاشم کے پسر یعنی عبدالمطلب کے تین[2] بیٹے ہوئے اول عبداللہ جو پیغمبر صاحب کے والد ہیں۔ دوسرے

[1] واذا الموءدۃ سئلت بای ذنب قتلت ۔۱۲ مصباح [2] کتاب درج الدرر میں مرقوم ہے کہ عبدالمطلب کی تین زوجہ

آنحضرت کا عربوں سے وحشیانہ رسموں کا ترک کرانا۔

کعبہ کے ۳۵۰ بتوں کا ذکر

کعبہ شریف کی تولیت

عباسؓ جو خلفائے عباسیہ بغداد کے مورث ہیں۔ تیسرے ابو طالب پدر علیؓ اور علیؓ کی شادی پیغمبر صاحب کی دختر فاطمہؓ سے ہوئی تھی۔ اُن کی اولاد نے مصر اور افریقہ میں حکومت کی اور خلفائے علوی اور فاطمی مشہور ہوئے +

ناظرین کی آگاہی کے لئے خلفائے اُمیہ و خلفائے عباسیہ و خلفائے علوی اور فاطمی کا علیحدہ علیحدہ شجرۂ نسب درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۴) تھیں ان سے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں عبدالمطلب کے ہوئیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ عبداللہؓ ابو طالبؓ۔ زبیرؓ۔ عبدالکعبہؓ۔ حمزہؓ سید الشہداء۔ مقومؓ۔ جحلؓ (عرف عبداوس) عباس۔ ضرارؓ۔ قثمؓ۔ حارثؓ۔ ابولہبؓ اور دختروں کے نام یہ ہیں۔ بیضاؓ۔ امیمہؓ۔ برہؓ۔ عاتکہؓ۔ صفیہؓ۔ اروىؓ۔ کذا فی المواہب مسٹر پامر نے بارہ بیٹوں کے بجائے تین ہی لکھے ہیں۔ یہ غلط ہے ۱۲۔ مصباح۔

شجرۂ نسب خاندان بنی امیہ
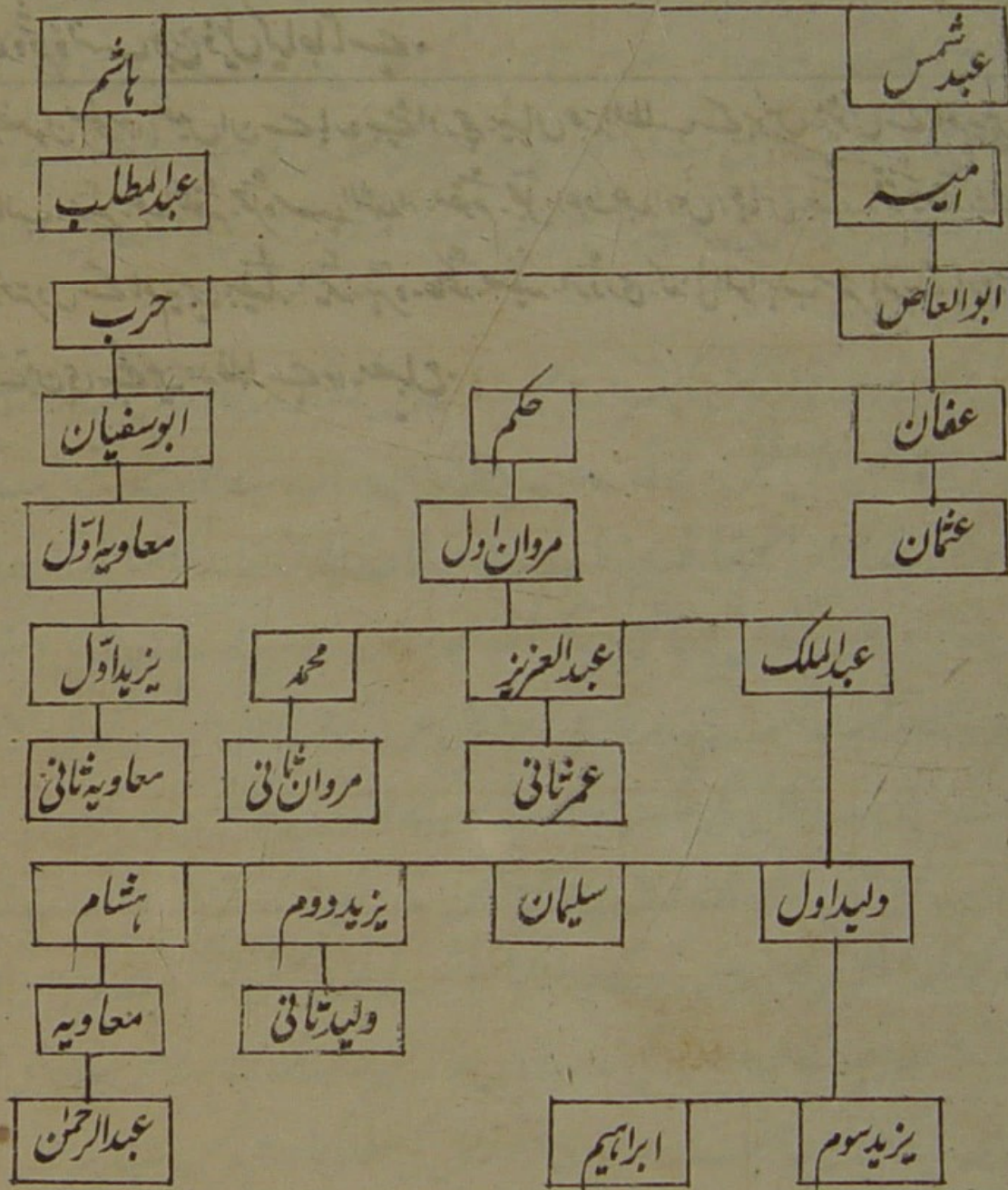
شجرہ خاندان خلفائے بنی عباسیہ حسب ذیل ہے

شجرہ نسب خاندان عباسیہ

خاندان عباسیہ

عبد مناف

ہاشم — عبد شمس

عبد شمس: اُمیہ

ہاشم: عبد المطلب

عبد المطلب: ابوطالب — عباس — عبداللہ — زبیر

ابوطالب: علیؑ
ان کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

عباس: عبداللہ ابن عباس

عبداللہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم

زبیر: عبداللہ
یہ مکہ شریف میں خلیفہ ہوئے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم: فاطمہؓ
انکی شادی حضرت علی سے ہوئی

عبداللہ ابن عباس: علی

علی: سلیمان — محمد — صالح عبدالملک

سلیمان: محمد
ہارون الرشید نے بعد انکی وفات کے انکی جائداد ضبط کرلی

محمد: منصور (ابوجعفر عبداللہ) — موسیٰ — السفاح (ابوالعباس عبداللہ) پہلا خلیفہ

السفاح: پہلا خلیفہ

منصور (ابوجعفر عبداللہ): خلیفہ دوم

منصور: مہدی (ابوعبداللہ)

موسیٰ: عیسیٰ
ہارون الرشید نے انکو مرڈالا

مہدی: ہارون الرشید (ابوجعفر) — ہادی (ابوموسیٰ)

ہارون الرشید (ابوجعفر): خلیفہ پنجم

ہادی (ابوموسیٰ): خلیفہ چہارم

شجرہ نسب خاندان علوی و فاطمی کا حسب ذیل ہے
شجرہ نسب خاندان علوی و فاطمی
خاندان علوی (فاطمی)
عبد مناف
ہاشم
عبد شمس
عبد المطلب
امیہ
ابو طالب
عباس
عبداللہ
زبیر
علیؓ
ان کا نکاح حضرت فاطمہؓ سے ہوا
محمد رسول اللہ
فاطمہؓ
انکی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی
امام حسین علیہ السلام
امام حسن علیہ السلام
علی
امام زین العابدین
داؤد
عبداللہ
ابراہیم
حسن
محمد
علی
زید
سلیمان
اسمٰعیل
علی
جعفر
حسن
محمد
محمد
ابراہیم
حسین
محمد
موسیٰ
محمد
حسین
محمد
ہارون رشید کی قید میں فوت ہوئے
علی
محمد
ادریس
محمد
یحییٰ
ابراہیم
انکو ہارون رشید نے زہر سے مروا ڈالا
یہ نفس الذکیہ کہلاتے تھے یہ بعد خروج خلیفہ منصور کے زمانہ میں شہید ہوئے
انہوں نے ہارون رشید کی خلافت میں شہر دیلم میں بغاوت کی
ابراہیم
زید
عباس
علی
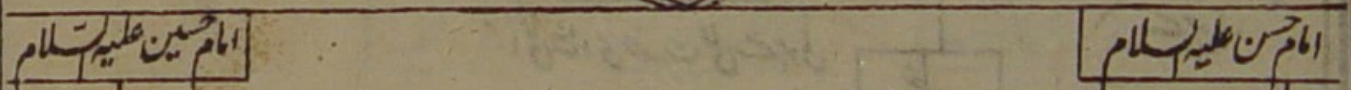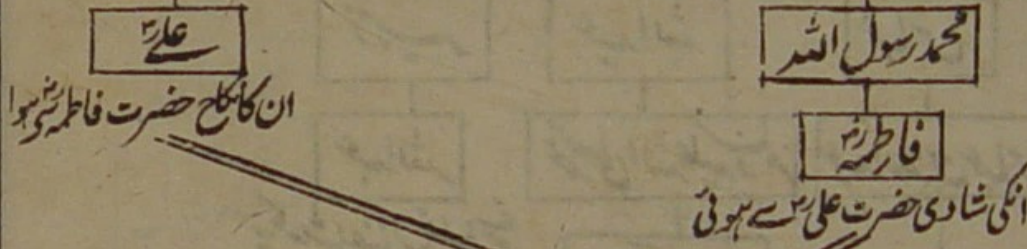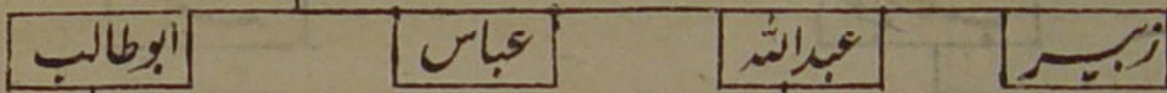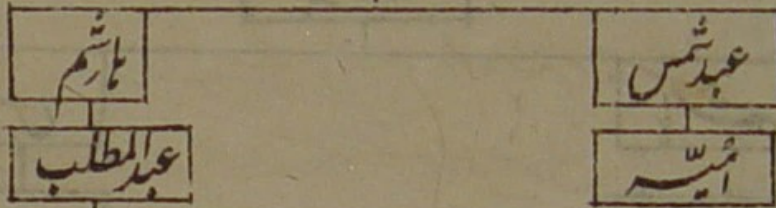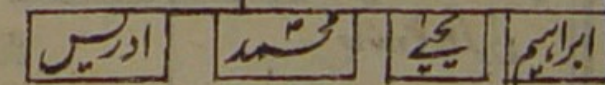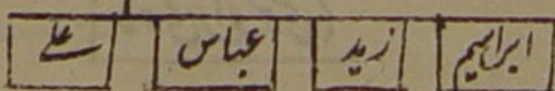
حضرت محمد صاحب (صلعم) کی وفات پر عرب کی کل قومیں اپنی سابقہ حالت اختیار کر لیتیں یعنی وہاں طوائف الملوکی ہو جاتی۔ اگر وہاں عمرؓ جیسے ایک بہادر شجاع جری مضبوط اور مستقل حامی مذہب اسلام موجود نہوتے۔ عمرؓ پیغمبر صاحب کے خسر بھی تھے۔ انکی بہادری اور صولت اور دبدبہ سے سب قومیں متفق و متحد رہیں۔ اور مذہب اسلام میں کسی قسم کا فتور نہیں آنے پایا۔

خلفاء راشدین

حضرت محمد صاحب (صلعم) کی وفات پر چار شخص خلافت کے دعویدار[1] تھے اول تو علیؓ جو پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی اور داماد بھی تھے۔ پیغمبر صاحب کی چھوٹی دختر فاطمہؓ سے اُن کا نکاح ہوا تھا دوسرے ابوبکرؓ جو حضرت محمد صاحب (صلعم) کے خسر تھے اور ام المومنین عائشہؓ کے باپ تھے تیسرے حضرت عمر جنکا ابھی اوپر تذکرہ ہوا ہے یہ بھی پیغمبر صاحب کے خسر تھے اور ام المومنین حفصہؓ کے باپ تھے چوتھے عثمانؓ جو بنی امیہ میں سے تھے یہ بھی محمد صاحب (صلعم) کے داماد تھے بعد اسلام لانے کے حضرت محمد صاحب کی دو دختروں سے یکے بعد دیگرے ان کا نکاح ہوا تھا حضرت محمد صاحب صلعم کی جانشینی کے جائز وارث اور مستحق درحقیقت حضرت علیؓ تھے[2] لیکن حضرت

حدیث افک

عائشہؓ کی نسبت جو بہتان[3] اور تہمت لوگوں نے لگائی تھی اس میں حضرت علیؓ نے بھی محمد

[1] مسٹر پامر کا بیان غلط ہے کہ چار شخص دعویدار خلافت تھے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک نے بھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جمہور مسلمانوں کی رائے سے خلیفہ اول جس طرح منتخب ہوئے وہ خلیفہ اول کے حال کے نوٹ میں مفصل مذکور ہے ۱۲۔ مصباح۔

[2] مسٹر پامر کی یہ رائے ٹھیک نہیں ہے کہ رسول مقبول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز وارث حضرت علیؓ تھے۔ چونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے نہ کوئی ارث ہے نہ وارث۔ اور منشاء اس حدیث کا نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا صدقۃ صاف یہی ہدایت کرتا ہے چنانچہ اسی حدیث پر عمل فرما کر حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہیں دلایا۔ حالانکہ آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وارث ہو کر اس باغ کا دعویٰ کیا تھا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقیقی تھی اور شائبہ دنیاوی ورثہ ترکہ کی لاگ لپیٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل پاک اور صاف تھے۔ ۱۲ مصباح۔

[3] عرب میں یہ بہتان بنام حدیث افک مشہور ہے۔ یہ واقعہ افک سال پنجم ہجری میں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جب ارادہ سفر کا کرتے اپنی ازواج مطہرات کے نام کا قرعہ ڈال لیا کرتے جس کا نام نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔ پس آنحضرت اس سفر میں حضرت عائشہؓ صدیقہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور چونکہ یہ سفر بعد نزول آیت حجاب کے تھا اسلئے حضرت عائشہؓ کیلئے ایک پردہ دار

صاحب کو صلاح دی تھی۔ وہ صلاح ام المومنین عائشہؓ کیموافق نہ تھی۔ بدینوجہ عائشہؓ انسے سخت ناراض تھیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹) ہودہ بنایا گیا۔ عائشہؓ اس میں اسوار ہوا کرتی تھیں۔ جب آں حضرت صلعم بعد فتح اس غزوہ سے واپس لوٹے اور قریب مدینہ کے پہنچے ایک رات حسب معمول کوچ کے لئے آواز دی گئی سب اٹھے اور روانگی کے لئے تیاری کرنے لگے حضرت عائشہؓ اٹھکر استنجے کو تنہا گئیں جب وہاں سے فارغ ہوکر آئیں تو اپنے گلے میں اپنا ہار نہ پایا اور وہ ہار اظفار کے دانوں کا تھا۔ اظفار ایک قسم کا سیاہ اور سپید عقیق کا پتھر مثل سنگ سلیمانی کے ہوتا ہے فارسی میں اسکو باباغوری کہتے ہیں۔ عائشہؓ پھر لوٹ کر اس کو ڈھونڈنے جہاں استنجے کو گئی تھیں وہیں گئیں اس سے انکو کچھ دیر لگی۔ جب ہار ملگیا تو واپس آئیں لشکر کوچ کر گیا تھا اور جو لوگ ہودج کو اٹھایا کرتے تھے انہوں نے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر لاد لیا اس گمان سے کہ عائشہؓ اس میں ہوں گی۔ حضرت عائشہؓ نہایت کم خوراک اور دبلی تھیں اس سبب سے کجاوہ رکھنے والوں کو انکے ہونے یا نہ ہونے کی خبر کچھ نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے جب لشکر میں کسی کو نہ پایا خیال کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو نہ پاویں گے تو تلاش کے لئے آدمیوں کو ضرور بھیجیں گے اس لئے یہ اپنے مقام پر جاکے سو رہیں۔ ایک صحابی صفوان بن معطل سلمی ذکوانی تھے وہ لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے آنحضرت صلعم نے ان کے ذمے یہ خدمت سپرد کر رکھی تھی کہ اگر کسی کا کچھ اسباب رہ جایا کرے یا گر پڑا کرے تو وہ اسکو اٹھا کر اس کے مالک کو پہنچا دیا کرتے تھے جس جگہ حضرت عائشہؓ تھیں اس جگہ صبح ہوتے پہنچے اور ان کو دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ آیت حجاب کے نزول سے پہلے انہوں نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا تھا صفوانؓ نے اُن کو مردہ جانکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ عائشہؓ اس آیت استرجاع کے پڑھنے سے جاگ گئیں اور اپنا منہ چھپا لیا۔ اور اُن سے کچھ کلام نہیں کیا۔ انہوں نے اونٹ سے اتر کر اونٹ کو بٹھایا اور حضرت عائشہ اُس پر سوار ہوگئیں اور صفوان پیدل مہار پکڑ کر چلے اور قریب دوپہر کے آنحضرت صلعم کے لشکر میں پہنچ گئے۔ مروی ہے کہ جب گذر اُن کا منافقین کی فرودگاہ پر ہوا کہ عبداللہ بن ابی منافق اور اسکے تابعین وہاں اترے ہوئے تھے انہوں نے اپنی زبان افک میں حضرت عائشہؓ پر دراز کی اور عجیب یہ ہے کہ چند مومن بھی اس میں شریک ہوگئے تھے ازاں جملہ حسان بن ثابت شاعر اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش ام المومنین زینبؓ کی بہن وغیرہ تھیں۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے وجاء وابالافک عصبۃ منکم یعنی کیا بہتان ایک جماعت نے تم میں سے۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت مدینے میں پہنچے لوگوں میں اس بات کا چرچا تھا اور میں بیمار تھی مجھکو خبر نہ تھی کہ مجھپر طوفان بندھا ہے مگر مزاج مبارک حضرت صلعم کو اس بیماری میں اپنے سے متغیر پاتی تھی اور حیران تھی کہ کیا سبب ہے جو لطف وعنایات آنحضرت مجھپر اور بیماریوں میں کرتے تھے وہ اب کچھ بھی نہیں فرماتے۔ مگر جب گھر میں تشریف لاتے گھر والوں پر سلام کرتے اور فرماتے کیسی ہے وہ بیمار تمہاری؟ صرف یہی پوچھکر تشریف لیجاتے اور میرے پاس نہ آتے نہ آکر بیٹھتے میں بہت حیران تھی اور مجھکو خبر نہ تھی کہ اسقدر کیوں بے التفاتی فرماتے ہیں جب مجھکو بیماری سے ذرا افاقہ ہوا تو میں ایک رات قضائے حاجت کیلئے ام مسطح کیساتھ ایک میدان میں گئی اسلئے کہ اسوقت تک پاخانے گھروں میں نہ بنے تھے اور قضائے حاجت کیلئے ہم انکو

(بقیہ صفحہ آیندہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا

اس لئے علی (رضی اللہ عنہ) کی جانشینی روکنے کیلئے (حضرت) عائشہ نے اپنے تمام اقتدارات اور
زور استعمال کئے اور بنی امیہ نے بھی عائشہ کی حمایت کرکے علیؓ کے انتخاب خلافت سے سخت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰) جنگل میں جایا کرتے تھے۔ پھر وہاں سے پلٹتے وقت ام مسطح کا پاؤں چادر میں اُلجھ گیا وہ گر پڑی اور کہا
تعس مسطح یعنی ہلاک ہو مسطح میں نے کہا بُری بات ہے تو گالی دیتی ہے اسکو جو شریک ہوا تھا جنگ بدر میں۔ تب اس نے
کہا کہ اے عائشہؓ نادان نہیں سُنا تونے کہ مسطح نے کیا کہا ہے؟ میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ تب اسکی خبر دی
مجھے قول اہل افک سے۔ یہ بات سنکر میری بیماری اور زیادہ ہوگئی اور حمیت اور غیرت کیوجہ سے چکر آیا اور میں بیہوش
ہوگئی جب ہوش آیا اٹھکر گھر آئی حضرت صلعم کی خاطر مبارک میں اس بات سے بہت ہی خلجان تھا اکثر اوقات
ملول خاطر گھر میں بیٹھے رہا کرتے تھے اور وحی بھی اس عرصہ میں نہ آئی تھی تب آپنے مشورہ کیلئے علیؓ ابن ابی طالب اور اسامہ
بن زیدؓ کو بلایا اُسامہ نے میری پاکی کی تصدیق کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپکے اہل سے سوائے خیر خوبی کے میں کچھ نہیں جانتا
اور حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ تنگ نہیں کیا تپر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو سوائے عائشہؓ کے اور بہت عورتیں
ہیں اور دریافت کریجئے حال انکا بریرہ سے کہ وہ انکی لونڈی ہے اور شب و روز انکی خدمت میں رہتی ہے وہ آپ سے
جو کچھ بات ہوگی سچ سچ عرض کردیگی بریرہ نے میری عصمت اور پاکدامنی کی شہادت دی اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ جب آنحضرت
صلعم امورات خانگی میں کچھ مشورہ کرتے تو حضرت علیؓ اور اسامہ بن زید سے ضرور مشورہ کرتے اور بعد ازاں ایکدن آنحضرت
صلعم نے عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ تینوں سے پوچھا کہ تمھاری اس بات میں کیا رائے ہے؟ سب نے باتفاق یہی کہا یہ بالکل بہتان اور
طوفان ہے اور بالیقین یہ افترا منافقوں بدبختوں کا ہے جبکہ خداوند تعالیٰ آپکے ہر حال کا نگہبان و محافظ ہے تو ایسے فعل ناشائستہ
سے آپکی زوجہ محترمہ کی کیونکر محافظت نکریگا جب آپنے یہ باتیں سنیں مسجد میں تشریف لیگئے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو
میری مدد کرے اور انتقام لے اس شخص سے کہ اسکی مجھکو میرے اہل کے حق میں ایذا پہنچی مراد اسکی عبداللہ بن ابی منافق
سے تھی اور فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نے اپنی اہل سے سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں دیکھا ہے کئی سردار قبیلوں کے اٹھے اور اقرار کیا کہ ہم اس
شخص کی گردن مارینگے مگر آپ نے اُس سے درگذر فرمایا اور مسجد سے اٹھکر آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لیگئے ابھی آنحضرت
اس مجلس سے نہ اٹھے تھے اور سب اہل مجلس اسی طرح حاضر تھے کہ حضرت جبرائیل نازل ہوئے باوجودیکہ سردی کے دن تھے چہرہ
مبارک سے بسبب وحی کے پسینا ٹپکتا تھا جب فراغت پالی نزول وحی سے آنحضرت نے تبسم کیا اول کلمہ کہ آپنے فرمایا یہ تھا کہ اے
عائشہ بشارت ہو تجھکو کہ اللہ تعالیٰ نے مبرا کیا اور تیری شان میں قرآن بھیجا اور اس تہمت سے پاک کیا۔ جو آیتیں حضرت عائشہؓ کے
حق میں اتریں وہ دس آیتیں سورۂ نور کی ہیں اور وہ آیتیں یہ ہیں انا الذین جاءو بالافک عصبۃ منکم الخ جب پاکدامنی حضرت
عائشہ صدیقہ کی نازل ہوئی آپنے تہمت لگانیوالوں کو بلاکر حد قذف جاری کی یعنی ہر ایک کو اسی اسی درے مارے وہ چار آدمی
تھے جنکے نام اوپر آچکے۔ واضح ہو کہ حضرت علی کا اول بار عائشہؓ کے مقدمہ میں مسالمہ کرنا اور کہنا کہ تنگ نہیں کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کام
کو تم پر عورتیں سوا انکے بہت ہیں۔ اس لئے تھا کہ جب دیکھا انہوں نے کہ آنحضرت صلعم حرج اور حیرت اور تنگدلی میں ہیں تو

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

مخالفت کی۔ لیکن ابوبکرؓ کے فوراً خلیفہ مقرر ہو جانے سے یہ سب فساد اور تنازعہ جو درباره خلافت محمد صاحب صلعم کے تھا رفع دفع ہو گیا۔

(بقیہ صفحہ ۲۱) واسطے دفع کرنے غم واندوہ کے یہ بات کہی اور ایسی باتیں محبوں اور خیر خواہوں اور برادروں میں بہت ہوا کرتی ہیں اور ظاہر ہو کہ جو پاس خاطر علیؓ کو ساتھ حضرت صلعم کے تھی وہ عائشہ کے ساتھ نہ تھی مسٹر پامر کی یہ رائے بالکل درست نہیں ہو کہ عائشہؓ کو حضرت علیؓ سے سخت ناراضگی تھی اسی وجہ سے علیؓ کو بعد آنحضرت کے خلافت نہیں ہوئی۔ واضح ہو کہ صرف یہ معاملہ تھا جو کہ بیان کیا گیا اور عائشہؓ حضرت علیؓ سے بالکل رنجیدہ نہ تھیں اور خلافت کے معاملہ میں تو ان کا بالکل ہی تعلق نہیں یہ مسٹر پامر کی خود رائی ہو خلافت جس طرح سے خلفائے راشدین کو پہنچی وہ آیندہ نوٹوں سے ناظرین کو معلوم ہوگی ۱۲۔ مصباح

لہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو اہل بیت وصحاب پر قیامت کا رنج وملال ہوا ہنوز تدفین کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ اتنے میں خبر پہنچی کہ انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر یہ تجویز کی ہو کہ سعد بن عبادہ کو امیر کریں۔ یہ خبر سنکر حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ وحضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سقیفہ بنی ساعدہ کو حضرت عباسؓ سے اجازت لیکر گئے۔ بنی ساعدہ انصار میں ایک قبیلہ ہو اس قبیلہ میں ایک مکان بطور چوپال کے تھا وہی سقیفہ بنی ساعدہ کہلاتا تھا۔ وہاں ہنگامہ برپا تھا سعد بن عبادہ نام ایک انصار ایک اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے اپنی خلافت کے جاری کا خطبہ پڑھ رہے تھے انصار نے ابھی اُن پر اتفاق نہیں کیا تھا یہ تینوں صاحب وہاں جا پہنچے اور تقریر سعد کی قطع ہوگئی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت ایک تقریر اپنے دل میں بنا رکھی تھی میں نے چاہا کہ میں تقریر کروں حضرت صدیقؓ نے روکا اور خود تقریر کی جو باتیں میں نے سوچی تھیں وہ سب بہت خوبی سے ادا کیں انصار کے فضائل اور مناقب بیان کئے اور اُن کے حقوق کو بھی تسلیم کیا۔ انہوں نے امارت کے بارے میں دعویٰ کیا وہ کل امارت چاہتے تھے پھر انہوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں رہے اور ایک تم میں یعنی مہاجرین میں۔ پھر ابوبکر صدیق نے کہا کہ اے گروہ انصار کیا تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث یاد نہیں رہی کہ الائمۃ من القریش یعنی بادشاہ قریش میں سے ہونگے گفتگو بہت ہوئی آخر اسی پر فیصلہ ہوا کہ قریش میں سے خلیفہ ہو۔ انصار خاموش ہو رہے تب ابوبکر صدیقؓ نے کہا عمر بن خطابؓ خواہ ابو عبیدہؓ سے بیعت کرو۔ عمر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ کل تقریر میں بھی ایک بات مجھے ناپسند ہوئی کہ بہ نسبت اس کلام کے اگر میری گردن ماری جاتی تو قبول تھا اس لئے کہ میں ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے خلیفہ بنوں میں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ تمہارے ہوتے کون امام ہو سکتا ہی اپنا ہاتھ دراز کرو۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا میں نے بیعت کی اور حضرت ابو عبیدہؓ اور سب حاضرین نے بیعت کی کتاب صواعق محرقہ میں ہو کہ بعد فہمایش ابوبکرؓ کے سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر سے بیعت اسی وقت کی اور یہ غلط ہو کہ سعد مدینہ چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے تمام عمر بیعت نہیں کی۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے مسلمانوں نے جو بیعت خلافت کی وہ اس کے مستحق تھے بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض موت میں فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز جماعت پڑھا دے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکرؓ نرم دل ہیں آپکے مقام پر نماز پڑھانے کھڑا ہوگا تو رونے لگیگا قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے عمرؓ کو فرمایئے کہ وہ نماز پڑھاویں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھا دے

(بقیہ بہ صفحہ آیندہ)

حضرت عمرؓ کا خلیفہ مقرر ہونا۔

جب ابوبکرؓ کئی سال تک خلافت کرنیکے بعد انتقال کر گئے تو اس مرتبہ بھی عائشہؓ کی سازو باز سے عمر خلیفہ مقرر کئے گئے اور مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور پھر عمرؓ کی وفات پر عثمان کو لوگوں نے منتخب کر کے خلیفہ مقرر کیا چونکہ علیؓ نے خلیفہ مقرر کئے جانیکے وقت ان شرطوں کی پابندی سے انکار کر دیا

حضرت عثمانؓ کا خلیفہ مقرر ہونا

کہ وہ قرآن شریف اور سنت اور سیرت شیخین کیموافق عمل کرینگے علیؑ کا جواب مشہور ہی ہے۔ علیؓ نے قرآن کے مطابق

(بقیہ صفحہ ۲۲) اور پھر دوبارہ حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کو یہی فرمایا کہ ابوبکرؓ ہی امام ہو کر نماز پڑھا دے۔ بالجملہ حضرت صدیق اکبرؓ نے پانچ دن تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں نماز پڑھائی۔ یہ اشارہ ہے حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا کہ یہ عہدہ خاص آنحضرت صلعم کا تھا یعنی امامت نماز سو اپنی حیات میں اُن کو عنایت کیا جس طرح کوئی بادشاہ اپنی زندگی میں کسی کو تخت اور چتر شاہی دلوائے تو یہ علامت ہے کہ بادشاہ نے اس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن در دولت رسول مقبول پر مہاجرین اور انصار کی جماعت کیساتھ حاضر تھا اور باہم تذکرہ بزرگی و فضیلت کر رہے تھے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ کس شغل میں ہو میں نے عرض کیا کہ فضائل لوگوں کے بیان کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ مذکور ہے تو خبردار ابوبکرؓ پر کسی کو تفضیل نہ دیجیو اسلئے کہ وہ تم سے افضل ہے دنیا و آخرت میں حضرت علی مرتضی سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آفتاب نے طلوع اور غروب نہیں کیا بعد پیغمبروں کے کسی پر جو بہتر ہو ابوبکرؓ صدیق سے ازانجملہ بڑی فضیلت حضرت ابوبکرؓ کی ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مقام دلجوئی پیغمبر خدا میں فرمایا ہے ”ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ“ اسی طرح صدیق اکبر کے حق میں وعدہ کیا ہے ”ولسوف یرضیٰ“ یعنی یقین کہ راضی ہوگا صدیق اکبر خدا سے۔ اور بھی اللہ جل ذکرہ نے حضرت صدیق اکبر کو اتقی فرمایا ہے وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی اور دوسری جگہ فرمایا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم پس مقتضائے مجموع آیتیں سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم الناس ہیں بعد سب پیغمبروں کے اور یہی معنی فضیلت کے ہیں ان تمام آیتوں اور روایتوں اور (حدیثوں) سے ہر طور سے فضیلت حضرت ابوبکر صدیق کی ثابت ہے۔ مسٹر پامر کی یہ رائے بالکل غلط ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حضرت علیؓ سے سخت ناراضگی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت علیؑ کو بعد آنحضرت صلعم کے خلافت نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہ کو انتخاب خلافت میں کسی قسم کا تعلق نہیں تھا یہ انتخاب خلافت مسلمانوں کے اجماع سے ہوا ہے نہ کہ حضرت عائشہ کی رائے سے بلکہ حضرت علی نے مجمع عام میں حضرت ابوبکرؓ کو بیعت کی جیسا کہ ملا علی قاری نے اپنی شرح فقہ اکبر میں تحریر کیا ہے۔ ۱۲۔ مصباح۔

لہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول اپنے جیتے جی مقرر کر گئے تھے۔ اس کا مفصل حال شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفا میں اچھی طرح سے تحریر کیا ہے مسٹر پامر کا بیان درست نہیں کہ یہ خلیفہ بھی حضرت عائشہؓ کی سازش سے خلیفہ مقرر ہوئے حضرت عمر نے اپنے انتقال کے قریب خلافت کے بارے میں مسلمانوں سے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد عثمانؓ اور علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور سعد ابن ابی وقاص اور عبدالرحمن ابن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین ان چھ آدمیوں میں سے جمہور مسلمان جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کریں۔ بالآخر حضرت عثمانؓ بعد شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بتوقف سہ شبانہ روز بموافق رائے

حکومت کرنے سے تو رضامندی ظاہر کی لیکن یہ کہا کہ میں طریقہ شیخین پر عمل کرنے کا پابند نہیں ہوتا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳) جمہور مسلمان خلیفہ منتخب ہوئے اور وجہ توقف یہ ہوئی کہ لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے دربارۂ خلافت مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ اس امر کو تین شخصوں پر منجملہ چھ کے تجویز کر دو سو علی مرتضیٰ شیر خدا کو زبیر ابن عوام اور طلحہ نے قبول کیا اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰنؓ نے انکار فرمایا اور علی مرتضیٰ نے بھی خواہش نہ کی۔ آخر عبدالرحمٰنؓ نے بلا درخواست حضرت عثمان کے انہیں سے بیعت کی بعد ازاں علی مرتضیٰ اور بقیہ مہاجرین اور انصار نے بیعت کی مسند امام احمد میں ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا کہ تم نے کس طرح عثمانؓ سے باوجود علی مرتضیٰ کی موجودگی کے بیعت کر لی عبدالرحمٰن نے کہا میرا قصور نہیں ہے اول میں نے حضرت علی سے کہا تھا کہ میں بیعت کرتا ہوں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت ابوبکر عمرؓ پر وہ کہنے لگے میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا ہوں تب میں نے اسی طرح عثمان سے کہا انہے قبول کیا۔ کذا فی اخبار الدول۔ اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امامت اور خلافت پر بوجہ اسکے کہ ان میں امامت کی شرطیں موجود تھیں اجماع ہو گیا اور مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ قبول خلافت سے انکار کر چکے تو سب نے آپ کو اختیار دیدیا تھا اور کہدیا کہ جسکو آپ خلیفہ بنا دینگے اس پر ہم سب راضی ہو جاوینگے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کتاب اللہ اور حدیث اور سیرت شیخین پر حکم کرو تو آپ کو امام بنایا جاوے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ قرآن اور حدیث پر عمل کرونگا اور باقی اجتہاد کرونگا پھر حضرت عبدالرحمٰن نے اسی طرح حضرت عثمانؓ سے کہا انہوں نے قبول کیا اور یہ بات انہوں نے دونوں صاحبوں سے تین تین مرتبہ کہی اور حضرت علیؓ نے ہر بار وہی جواب اول دیا اور حضرت عثمانؓ کو جس طرح حضرت عبدالرحمٰن نے کہا انہوں نے سکو قبول کیا پس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر ان سے تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔ اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ بعد قرآن وحدیث کے جو میری رائے میں آئیگا وہ کرونگا یہ شیخین کے خلاف پر یعنی انکے خلاف ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ مذہب انکا یہ تھا کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد کی اتباع چاہئے دوسرے کی تقلید نہیں چاہئے جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ نے تقلید امام اعظم رحمۃ اللہ کی نہیں کی اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ اور حضرت عثمانؓ کا یہ مذہب تھا کہ مجتہد کو دوسرے کی تقلید جائز ہے جبکہ اس کو اپنے سے بڑھکر علم وفقہ میں جانے اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کو مروی ہے جیسے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ نے باوجود مرتبہ اجتہاد کے تقلید امام اعظم صاحب کی کی۔ پام صاحب کا یہ بیان یا خیال کہ حضرت علیؓ نے اقوال سنت پر عمل کرنے سے انکار کیا محض غلط ہے متذکرۂ صدر اصلی اور واقعی حال معتبر اور معتمد اور مستند کتب سیر سے بالتفصیل لکھا گیا ہے۔ پام صاحب کا بے بنیاد بات کو علیؓ کی شہادت (گواہی) اور اس وجہ کو سُنّی اور ایرانیوں میں یعنی اہل شیعہ و سُنیوں میں مخالفت قرار دے لینا محض بے دلیل ہے اور نہ اقوال سنّت (حدیث) فضلائے عرب کے مقرر کئے ہوئے ہو سکتے ہیں۔ اقوال سُنّت (حدیث) خاص ذات مقدس بانی اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ فضلاء و عقلائے عرب سے شیوع اسلام کے وقت بانی اسلام (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بہت مقابلہ اور معارضہ رہا ہے پھر مخالفان اسلام کے مقولے سُنّت اسلام میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں؟ چھوٹی سے چھوٹی عقل کا آدمی بھی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ۱۲۔ مصباح

گویا علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت اس بات کی شہادت دی کہ سنت (حدیث) حضرت محمد صاحب صلعم کے ذاتی مقولے نہیں ہیں جیسا کہ سُنّی فرقے والے بیان کرتے ہیں۔ یہ عقلا اور فضلا عرب کے مقولے ہیں جو کہ محمد صاحب صلعم کے نام سے بسبب اس کے کہ آپ نے انکو پسند فرمایا مشہور ہو گئے ہیں۔ یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ایرانیوں کو فرقہ سُنی سے جو نفرت یا مخالفت ہے اس کا بڑا باعث یہ انکار ہے۔

قرآن شریف کا منزل من اللہ ہونا

قرآن میں محمد صاحب صلعم کے خیالات یا مقولے بہت ہی کم ہیں۔ عرب میں زمانہ قدیم سے بزرگوں کی کرامتوں وغیرہ کی جو باتیں مشہور ہو گئی تھیں کچھ تو وہ کچھ عربوں کے نصیحتانہ اور اخلاقانہ اقوال قرآن شریف میں لکھے[1] ہوئے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے القا ہو کر جذبہ پیغمبری سے قرآن

[1] یہ رائے نادرست ہے کہ معاذ اللہ قرآن شریف میں عربوں کے نصیحتانہ و اخلاقانہ اقوال درج ہیں یا رسول علیہ السلام کے کچھ خیالات ہیں۔ کلام مجید از اول تا آخر بالکل اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے یہ قدرتی اعجاز اس کے کلام اللہ ہونے پر شاہد ہے کہ رسول صلعم امی (ان پڑھ) تھے اور امی کا کلام جامع علوم گذشتہ و آیندہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن کے احکام اور اصول کا جامع علوم ہونا زمانے کے انقلاب سے ثابت ہوتا چلا آیا ہے یعنی جب زمانہ بدلتا ہے اور کوئی نیا علم پیدا ہوتا ہے تو اصول اس علم جدید کا کلام اللہ ہی سے نکل آتا ہے اور کلام اللہ کے نادر اور بے مثل مضمون ہدایت میں ہرگز کوئی نقص عائد نہیں ہوتا اگر قرآن بشری کلام ہوتا تو جیسا کہ انقلاب زمانہ کے وقت زمانہ جدید کے آدمیوں کی طبائع بدل جاتی ہیں اور قوانین بشری کے مضامین نئے زمانے کی ضرورت لاحقہ کے سبب سے منسوخ ہو جاتی ہیں۔ تو قرآن بے مثل ہدایت کے مضامین میں بھی صورت انقلاب پیدا ہوئے بغیر نہیں رہتی لیکن قرآن وہ اعجازِ قدرتی دکھا رہا ہے کہ ہر زمانے کے علوم و طبائع مختلف قرآن کی بے نظیر ہدایت سے مختلف نہیں ہوتے اور زمانے کے بدلنے سے اصول اسلام میں کوئی شکل تغیر پیدا نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ تمام جزیرہ نمائے عرب بیدینی اور نہایت ناشایستہ اور ذلیل فسق اور فجور اور اخلاقی اور تمدنی خرابی کا مرکز ہو رہا تھا مگر باایں ہمہ عرب نے اپنی زبان کو ایسی ترقی دی تھی کہ ایک ایک فصیح صاحب تقریر جو خطیب کہلاتا تھا قبیلوں کے قبیلوں کو محض اپنے کلام کے اثر سے جس ارادے سے چاہتا روک لیتا اور جدھر چاہتا تھا جھونک دیتا تھا الغرض انکا سرمایہ ناز یہی ایک زبان تھی جس پر وہ نہایت فخر کرتے تھے اور اپنے مقابلہ میں تمام دنیا کے لوگوں کو گونگا اور بے زبان یعنی عجم بتلاتے تھے جب خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف نازل فرمایا وہ قرآن جو نہ صرف قوم عرب بلکہ تمام اقوام کی ہدایت کیلئے نازل ہوا اور اپنی روحانی اور معنوی خوبیوں کے علاوہ لفظی لطافتوں اور ظاہری کمالوں سے ایسا معمور ہوا کہ اسکی مثل کو لینا ناممکن تھا بلکہ وہ قوم جاہل جو نکات معنوی سے بیخبر تھی (بقیہ بر صفحہ آیندہ)

لکھا گیا ہے اسلیئے نہایت عمدہ اور فصیح و بلیغ ہے اگر خدا کی جانب سے یہ القا نہ ہوتا صرف محمد صاحب صلعم
کی ایجاد کردہ گفتگو ہوتی جسمیں ان کے خیالات کا اظہار ہوتا تو اسکو یہ کامیابی کبھی بھی حاصل نہیں ہوتی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵) اور صرف کلام کی ظاہری خوبی اور فصاحت اور بلاغت کو بڑی چیز سمجھے ہوئے تھے
اسکے معارضہ سے عاجز ہو کر اسکو کلام الٰہی جانکر ایمان لے آئی۔ یہی سبب تھا کہ جب مخالفوں نے اس کلام پاک کے منزل
من اللہ ہونے پر شبہ کیا اور کسی نے جادو اور کسی نے کچھ بتایا۔ تو خداوند تعالیٰ نے بطور حجت اور دلیل صداقت اپنے رسول
کے اسی چیز میں اُن سے معارضہ چاہا کہ جس کا انکو بڑا گھمنڈ تھا کئی موقع پر فرمایا ہے کہ اگر قرآن شریف کے من اللہ ہونے پر
شک ہے اور تم اپنی بات میں سچے ہو تو اسکے ایک ٹکڑے کے برابر ہی بنا لاؤ اور اپنے حمایتوں کو بھی بلا لو باوجود اس غایت
رتبہ کی عداوت اور مخالفت کے جو وہ لوگ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رکھتے تھے اور باوجود اس اعلیٰ و اکمل درجہ
کی دستگاہ کے جو فصاحت اور بلاغت میں انکو حاصل تھی اور اس بے انتہا جد و کد اور اصرار کے جو آنحضرت صلعم کے
دعویٰ رسالت کی تکذیب اور قرآن مجید کے من اللہ ہونیکی تردید میں کرتے تھے قرآن مجید کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت
کے مانند بھی ایک فقرہ نہ بنا لا سکے۔ بلکہ ان کا وہ سب سے بڑا نامی گرامی شاعر لبید نامی جو الموجود انا و لا غیری کا دم بھرتا تھا۔
سورۂ بقر کی چند آیتوں کو پڑھ کر بے اختیار چلا اٹھا کہ خدا اور اُس شخص کے سوا جسپر وحی نازل ہوتی ہو کوئی انسان ایسا کلام
نہیں کر سکتا اور فوراً شرک اور بُت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گیا۔

اس موقعہ پر ضرور ہے کہ ہم بعض علما محققین یورپ کی رائے کا اندازہ بھی قرآن مجید کی نسبت انکی تصنیفات سے
انتخاب کرکے ظاہر کریں چنانچہ قرآن شریف کی نسبت۔

۱۔ مسٹر ڈوش صاحب ایک فاضل جرمنی لکھتے ہیں کہ "ان تبدلات مضامین میں جو برق کی مانند تیز و طرار ہیں نہایت بڑی
خوبصورتی اس کتاب کی پائی جاتی ہے"

۲۔ مسٹر گوئیٹی ایک مشہور ترین جرمنی کے فاضل کا قول ہے کہ "جسقدر ہم اُسکے قریب پہنچتے ہیں یعنی اسپر زیادہ غور کرتے ہیں وہ
ہمیشہ دور ہٹتی جاتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے اور بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے اور آخر کار تحیر آمیز
فرحت میں ڈالدیتی ہے" یہی فاضل ایک اور مقام پر قرآن شریف کی نسبت لکھتا ہے "کہ ہم دفعتہً ازراہ ترجیح اس عجیب
کتاب کی ماہیت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جسکی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور
رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کرلی اور جس قدر زمانہ کہ سلطنت روم کو اپنی فتوحات کے
حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اس کا دسواں حصہ بھی اُن کو نہ لگا"

۳۔ جارج سیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لبید شاعر کے اسلام لانیکی تصدیق کرکے لکھتے ہیں کہ "یہ بات
علی العموم مسلّم ہے کہ قرآن شریف قریش کی زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین اور مہذب ترین قوم تھی نہایت
لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے لیکن اور زبانوں کی کسیقدر بہت قلیل آمیزش ہے اور زیادہ پکے (بقیہ صفحہ آئندہ)

کہ ہر ایک عربی بولنے والی قوم اُس کو فصاحت اور بلاغت کا معجزہ سمجھتی ہے بیشک قرآن کے خوبصورت اور پُر تاثیر الفاظ ہی ایسے ہیں کہ وہ پاک خدا کی طرف سے منزل معلوم ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ علمی فصاحت اور بلاغت کی مُسلّمہ سند اور معیار کبھی نہ مانا جاتا جیسا کہ اب تمام مسلمانوں میں مانا جاتا ہے۔ علیؑ کے جواب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۶) عقیدے کے لوگوں کا قول ہے اور نیز اس کتاب سے یہی ثابت ہے کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لکھ سکتا گو بعض فرقوں کی مختلف رائے ہے) اور اسی واسطے اسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مُردے کے زندہ کرنے سے بڑھکر ہے اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل ہونیکا ثبوت دینے کیلئے اکیلا کافی ہے ''

۴ '' مسٹر جان ڈیون پورٹ بڑے عالم اور فاضل ہیں وہ کہتے ہیں کہ منجملہ اُن بہت سی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کیلئے واجبی طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں دو خوبیاں نہایت بیّن ہیں یعنی اول تو اس کا وہ مؤدبانہ ہیبت اور رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک مقام پر جہاں خدا تعالیٰ کا ذکر یا اس کی ذات کیطرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے اور جس میں خداوند عالم کو اُن جذبات اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا جو انسان میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے انکا ان تمام خیالات و الفاظ اور قصوں سے مبرا ہونا جو فحش اور خلاف اخلاق اور نامہذب ہیں۔ حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب توریت وغیرہ کتب مقدسہ یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں ''

۵۔ مسٹر طامس کارلائل جو اس صدی کے نہایت مشہور و معروف فضلا میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ '' قرآن مجید میں سچائی کا جوہر اسکے تمام معنے میں موجود ہے جس نے اس کو وحشی عربوں کی نظر میں بیش بہا کر دیا تھا سب سے اخیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن سب سے اول اور سب سے اخیر جو عمدگیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے۔ اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کے وصف کی صرف بنا اسی سے ہو سکتی ہے ''

۶۔ ریورینڈ راڈویل صاحب۔ اگرچہ قرآن مجید کی نسبت چند بے اصل و غلط الزامات قائم کرتے ہیں مگر اسپر بھی خلاف توقع انکی قلم سے ایسا کچھ نکل گیا ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کا گویا معجزہ کہنا چاہئے وہ لکھتے ہیں کہ محمدؐ کی زندگی کا مدعا توحید الٰہی کا اعلان کرنا تھا اور وہ بیشک اس میں کامیاب ہو گیا جس قدر کہ نہایت صحیح تاریخی واقعات پر نظر کرنے سے ہمکو محمد صلعم کی سیرت سے اصلی واقفیت حاصل ہوتی ہے اسی قدر مراشی۔ پریڈو اور دیگر مصنفین کی سخت کلامی و بدزبانی ہمپر غلط ثابت ہوتی ہے اور یہ کہنا حقیقت الامر کے زیادہ تر قریب ہو گا کہ وہ بیشک ایک اعلیٰ درجہ کا شخص تھا ''

۷۔ یہی صاحب اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ یہ بھی مان لینا ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ اسکی وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار اور عالم الغیب اور قادر مطلق ہونیکے بیان کی ہے اسکے لئے وہ نہایت اعلیٰ درجہ کی تعریف کا مستحق ہے '' اور پھر ایک جگہ اعتراض کر کے لکھتے ہیں کہ '' باوجود ان باتوں کے اس میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالہ اور عالمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں ''

۸۔ اب غور کی جگہ ہے کہ جس کتاب کی تعلیم روح کو ایسی ترقی دینے والی ہو اور جو لطافت زبان اور حسن بیان کے (بقیہ صفحہ آئندہ)

کہ ہر ایک عربی بولنے والی قوم اُس کو فصاحت اور بلاغت کا معجزہ سمجھتی ہے بیشک قرآن کے خوبصورت اور پرتاثیر الفاظ ہی ایسے ہیں کہ وہ پاک خدا کی طرف سے منزل معلوم ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ علمی فصاحت اور بلاغت کی مُسلّمہ سند اور معیار کبھی نہ مانا جاتا جیسا کہ اب تمام مسلمانوں میں مانا جاتا ہے۔ علی ؓ کے جواب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۶) عقیدے کے لوگوں کا قول ہے اور نیز اس کتاب سے بھی ثابت ہے کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لکھ سکتا اگر چہ بعض فرقوں کی مختلف رائے ہے) اور اسی واسطے اسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردے کے زندہ کرنے سے بڑھکر ہے اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل ہونیکا ثبوت دینے کیلئے اکیلا کافی ہے۔"

۴ "مسٹر جان ڈیون پورٹ بڑے عالم اور فاضل ہیں وہ کہتے ہیں کہ منجملہ اُن بہت سی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کیلئے واجبی طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں دو خوبیاں نہایت بیّن ہیں یعنی اول تو اس کا وہ مؤدبانہ ہیبت اور رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک مقام پر جہاں خدا تعالیٰ کا ذکر یا اس کی ذات کیطرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے اور جسمیں خداوند عالم کو اُن جذبات اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا جو انسان میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے انکا ان تمام خیالات و الفاظ اور قصوں سے مبرا ہونا جو فحش اور خلاف اخلاق اور نا مہذب ہیں۔ حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب توریت وغیرہ کتب مقدسہ یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔"

۵۔ مسٹر طامس کارلائل جو اس صدی کے نہایت مشہور و معروف فضلا میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ "قرآن مجید میں سچائی کا جوہر اسکے تمام معنے میں موجود ہے جسکی اس کو وحشی عربوں کی نظر میں بیش بہا کر دیا تھا۔ سب سے اخیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن سب سے اول اور سب سے اخیر جو عمدگیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے۔ اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے بلکہ در اصل ہر قسم کے وصف کی صرف بنا اسی سے ہو سکتی ہے۔"

۶۔ ریورینڈ راڈویل صاحب۔ اگرچہ قرآن مجید کی نسبت چند بے اصل و غلط الزامات قائم کرتے ہیں مگر اسپر بھی خلاف توقع انکی قلم سے ایسا کچھ نکل گیا ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کا گویا معجزہ کہنا چاہئے وہ لکھتے ہیں کہ محمدؐ کی زندگی کا مدعا توحید الٰہی کا اعلان کرنا تھا اور وہ بیشک اس میں کامیاب ہو گیا جس قدر کہ نہایت صحیح تاریخی واقعات پر نظر کرنے سے ہمکو محمد صلعم کی سیرت سے اصلی واقفیت حاصل ہوتی ہے اسی قدر مراچی۔ پریڈو اور دیگر مصنفین کی سخت کلامی و بدزبانی ہمپر غلط ثابت ہوتی ہے اور یہ کہنا حقیقت الامر کے زیادہ تر قریب ہوگا کہ وہ بیشک ایک اعلیٰ درجہ کا شخص تھا۔"

۷۔ یہی صاحب اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ یہ بھی مان لینا ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ اسکی وحدانیت اور تمام جہان کے پروردگار اور عالم الغیب اور قادر مطلق ہونیکے بیان کی ہے اسکے لئے وہ نہایت اعلیٰ درجہ کی تعریف کا مستحق ہے۔" اور پھر ایک جگہ اعتراض کر کے لکھتے ہیں کہ "باوجود ان باتوں کے اس میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالہ اور عالمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔"

۸۔ اب غور کی جگہ ہے کہ جس کتاب کی تعلیم روح کو ایسی ترقی دینے والی ہو اور جو لطافت زبان اور حسن بیان کے (بقیہ صفحہ آئندہ)

میں شیعہ اور سُنیوں کے درمیان جو تنازعہ ہے اُس کا تمام لُب لباب شامل ہے۔ اول الذکر قرآن کو مانتے ہیں لیکن اس کا قانونی حصہ غیر مکمل بیان کرتے ہیں[۱]۔ اُن کا بیان ہے کہ اس میں صرف ایک غیر محدود عقیدہ خدا کی وحدانیت کا ہے جسکو وہ درست مانتے ہیں لیکن وہ سنت کو جیسا کہ اوپر بیان ہوا نہیں مانتے۔ کیونکہ اگر وہ سنت کو درست مان لیں تو ادنیٰ ادنیٰ بات پر غیر ملک (عرب) کے طریقے اور رواجات پر اُن کو عمل کرنا پڑے جس کو وہ اپنی ملکی رسم و رواج اور قومی عادتوں کے بالکل خلاف سمجھتے ہیں۔

عثمان نے خلیفہ ہوتے ہی اوّل کام جو کیا وہ یہ تھا کہ جس قدر اعلیٰ عہدے اور مناصب تھے اُن سب پر امیہ کے خاندان کے اشخاص کو مقرر کر دیا اور معاویہ ابن ابوسفیان کو ملک شام کا عامل (گورنر) فرمایا۔ آخر کار عثمانؓ شہید[۲] ہوئے اور اس مرتبہ علیؓ بلا شرط

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷) اعتبار سے یگانہ اور اعلیٰ تر ہو وہ بیشک ایسے وجود کا کلام نہیں ہو سکتی جو اپنی فطرت میں ناقص اور مرکب عن الخطاء والنسیان ہو۔ اسکا مقصد وہی کامل الذات اور قادر مطلق ہونا چاہیئے جو ہر ایک طرح کی قدرت پر قادر ہے کیونکہ کامل شی کا صدور کامل سے ہی ہو سکتا ہے ناقص سے نہیں ہو سکتا۔ اب ناظرین کو ہماری اس مختصر تقریر سے اور نیز متواتر شہادت علمار محققین یورپ سے قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں رہیگا اور اس بات کو قرآن کا معجزہ سمجھنا چاہیئے کہ اسکی اعلیٰ درجہ کی فضلیت اور صداقت اور ربانی الاصل ہونے کی شہادت اسکے مخالفین سے باوصف اعتراضات کے ظاہر ہو رہی ہے چنانچہ خود ویام صاحب نے آگے اپنی عبارت میں قرآن کو منزل من اللہ ہونا تسلیم کر لیا والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ ۱۲۔ مصباح۔

[۱] حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت میں ۳۳ھ ہجری میں قرآن مجید کی کل جلدوں کو جمع کر کے دوبارہ بہت مصروفیت کیساتھ سی ۳۰ پارہ جدا جدا کر کے بعد مراتب قرات وغیرہ ترتیب کیا اور بعد نقل مطابق اصل ایک ایک جلد قرآن قائم کر کے جو اوراق منتشر بعد نقل بطور ردی رہے انکو بیکار سمجھ کر بے ادبی کے خیال سے جلا دیا آجتک وہ قرآن موجود ہے حضرت عثمانؓ پر محرق قرآن ہونیکا الزام لگانا ناواجب ہے اور چونکہ اہل تشیع انکو خلیفہ برحق نہیں جانتے اسلیئے شاید وہ قرآن کو مکمل نہیں سمجھتے ہیں۔ اہل سنت اور شیعوں میں جو اختلاف ہے ہر دو مذہب کی کتب موجود ہیں جسکو ضرورت ہو ملاحظہ کر لے۔ مذہب کی بحث لکھنے سے ہم اپنے مطلب سے دور جا پڑتے ہیں اسلیئے کچھ نہیں لکھا گیا۔ ۱۲ مصباح

[۲] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ حسب ذیل ہے آپ نے اپنے برادر رضاعی عبداللہ بن سرح کو حاکم مصر مقرر فرمایا کئی برس تک تو وہ پورا عدل و انصاف کرتا رہا بعد ازاں رعایا پر جبر و تعدی کرنے لگا اور فسق و فجور میں مبتلا

(بقیہ بہ صفحہ آئندہ)

حضرت علیؓ کا خلیفہ مقرر ہونا

خلیفہ منتخب ہو گئے۔ علیؓ نے خلیفہ ہوتے ہی معاویہؓ کو عہدہ سے معزول کر کے واپس بلوایا مگر معاویہؓ نے تعمیل حکم سے انکار کر دیا اور عائشہؓ انکی طرفدار ہو گئیں اس وجہ سے امیر معاویہؓ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸) ہو کر سخت ناگوار ہو گیا مصر والے مجتمع ہو کر حضرت عثمان کے پاس فریادی آئے۔ آپ نے عبداللہ کو موقوف کر کے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔ مروان جو حضرت عثمانؓ کا سالا اور خاص منشی تھا وہ محمد بن ابی بکر کا سخت دشمن تھا اُس نے جعلی رقعہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے عبداللہ حاکم مصر کو لکھا کہ محمدؓ کو مصر میں وارد ہوتے ہی قتل کر ڈالنا اور رقعہ پر حضرت عثمانؓ کی مہر ثبت کر دی۔ اس تمام حال سے حضرت عثمانؓ بالکل بیخبر تھے مروان نے ایک غلام کو تیز رفتار اونٹ پر سوار کر کے اور یہ رقعہ دیکے اس کو مصر کیجانب روانہ کیا۔ وہ غلام معہ تحریر کے راہ میں مصر والوں کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ یہ رقعہ دیکھکر محمد بن ابی بکر اور سب مصر والے راہ میں سے مدینہ شریف لوٹ آئے اور حال بیان کیا حضرت عثمان نے فرمایا کہ اس تحریر سے مجھے مطلق اطلاع نہیں اور میری بغیر اجازت لکھی گئی ہے مصریوں نے لکھنے والیکو آپ سے مانگا آپنے فرمایا کہ ہم خود سزا دینگے میں خلیفہ ہوں تمکو میری اطاعت چاہئے۔ یہ بات بڑھگئی مصر والے کہتے تھے کہ ہم آپکو خلیفہ نہیں ملنتے بلوہ ہوا۔ آپ محصور ہو گئے چھ دن تک پانی بند رہا مصر والے ضد پر اڑے رہے حضرت علی نے حسنین علیہما السلام کو دروازہ پر مقرر کر دیا کہ تم دونوں حضرت عثمان کے دروازہ پر کھڑے رہو اگر یہ لوگ اندر جانیکا قصد کریں تو میں مسجد میں ہوں ان لوگونکو اندر داخل مت ہونے دینا اور مجھے اطلاع کر دینا۔ یہ کہکر حضرت علی مسجد کو چلے گئے مصر والے عقب کے ہمسایہ کے مکان سے دیوار کود کر حضرت عثمان کے گھر میں گھس آئے اور حضرت عثمان کو شہید کیا اتنے میں حضرت علی تشریف لائے حسنین علیہما السلام کو تادیب کی راہ سے سخت وسست کہا اور کہا کہ تمہارے موجود ہوتے یہ لوگ کیسے اندر چلے گئے حسنین علیہما السلام نے کہا کہ آپ اندر چلکر دریافت فرمائیں ہمارا قصور کچھ نہیں ہے حضرت علی اندر گئے دیکھا تو صورت ہی اور تھی اب کیا ہو سکتا تھا خلیفہ سوم بلا شبہ مظلوم شہید ہوئے شیعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت اور ذمہ کل جرائم قرار دیتے ہیں کہ جو کچھ ہوا انکی مرضی سے ہوا یہ بات بالکل غلط ہے۔ اور بعض لوگ در پردہ حضرت علیؓ کو بہبات کا مجوز مانتے ہیں۔ یہ خیال بھی محض لغو و افترا ہے حضرت علی کا ذمہ حضرت عثمانؓ کے خون سے بالکل بری ہے۔ ۱۲ مصباح۔

لہ مسٹر پامر نے لکھا ہے کہ معاویہ کو حضرت عثمانؓ نے گورنر شام مقرر فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔ معاویہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی گورنر شام تھے حضرت عمرؓ دورہ کرتے ہوئے جب شام میں پہنچے ایک اونٹ سواری میں اور ایک غلام ہمراہ تھا امیر معاویہ کے تکلف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دربار ی دیکھ کر بہت خفا ہوئے امیر معاویہ کے ہوش وحواس باختہ ہو گئے یہ عذر پیش کیا کہ یہ ملک سرحدی ہے دشمنوں پر رعب ظاہر کرنیکی ضرورت سے یہ سامان جمع کیا گیا ہے چونکہ یہ عذر معقول تھا خلیفہ دوم کو تسلیم کرنا پڑا آخر کار اصحابوں نے درمیان میں پڑکر امیر معاویہ کی خطا معاف کرائی۔ جیسی سرکشی امیر معاویہ نے حضرت علیؓ سے کی اگر ایسی حضرت عمرؓ سے کرتے تو عجب نہ تھا کہ وہ ان کی حکومت کی جڑ اکھاڑ دیتے۔ ۱۲ مصباح۔

سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی شہادت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(بقیہ بصفحہ آئندہ)

نے خود خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ اس بات پر امیر معاویہ اور (حضرت) علیؓ کے لشکروں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۹) کے سامنے خلافت پیش کی۔ آپ نے انکار کیا شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاریؒ نے تحریر فرمایا ہی
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اس طرح شہید ہونا ایک امر عظیم قرار دیا اور لوگوں کو جنہوں نے آپکو
خلافت پیش کی اپنے پاس آنے سے منع کر دیا اور اپنے گھر بیٹھ رہے۔ پھر لوگوں نے خلافت کو حضرت طلحہ پر پیش کیا آپ
نے بھی انکار کیا اور اس سے کراہت کی۔ پھر انہوں نے زبیر رضی اللہ عنہ پر خلافت پیش کی کہ سرداری قبول کرو اور ہم
تمہاری فرمانبرداری کو موجود ہیں آپ نے بھی انکار کیا اس میں تین روز گزر گئے۔ چوتھے روز مہاجرین اور انصار نے
جمع ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مکان پر ہجوم کیا اور خوشامد کی اور آپکو اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی کہ اسلام کی حفاظت
کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار الہجرت کی صیانت کریں پس آپنے بعد شدت کے اس کو قبول فرمایا۔
پھر تمام مہاجرین وانصار نے آپ سے بیعت کی اور یہ جو بعضے جھوٹے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ
عنہ نے آپ سے کراہت کیساتھ بیعت کی تھی بالکل غلط ہی۔ پھر جب آپ خلیفہ ہو گئے تو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم
کو انتظار تھا کہ ان باغیوں کے قتل وقصاص کا حکم دینگے جو واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک تھے اور شام میں امیر معاویہ
کو بھی یہی انتظار تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اولیا میں سے امیر معاویہ زیادہ قریب تھے اور خون ناحق کا مطالبہ
ولی کو پہنچتا ہے اور ان باغیوں کو ہرگز اپنے امام برحق وخلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہید کرنا روا نہ تھا حضرت
علی کرم اللہ وجہہ نے باغیوں کو قتل نہیں کیا اور یہ آپکا اجتہاد تھا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ اجتہاد صحیح تھا ملا علی قاری
رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باغیوں نے تاویل کی تھی اور انکی جماعت کثیر تھی اور باغیوں کا حکم یہ ہی کہ باغی لوگ جب امام
عدل کے فرمانبردار ہو جاویں تو جو کچھ انہوں نے حالت بغاوت میں اہل عدل کے مال اور جانیں تلف کیں یا زخم
پہنچائے ہیں ... اُن سے مطالبہ اس کا نہ کیا جاوے اور حالت لڑائی میں جو مال باغیوں کا لوٹ میں آیا ہو وہ ان باغیوں کو
بعد اطاعت کے واپس دینا واجب ہی اور باغی گرفتار ہوں وہ رہا کر دیئے جائیں پس جب وے لوگ ایسی جماعت
کثیر تھے کہ اُن کو منعت وشوکت حاصل تھی۔ جب صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سے بیعت کی تو باغیوں نے آپ سے بغاوت کرنا خوب نہ دیکھا اور مطیع ہوئے تو آپ پر اُن کو قصاص میں قتل
کرنا یا پکڑ کر اولیائے مقتول کو دینا واجب نہ تھا اور بعض کے نزدیک باغیوں سے مواخذہ وقصاص لازم ہے
لیکن یہ بھی اس وقت واجب ہی کہ جب باغیوں کی قوت ٹوٹ جاوے اور شوکت جاتی رہے اور فتنہ برپا ہونیکا خوف
جاتا رہے اور اس وقت میں جبکہ امیر معاویہؓ مطالبہ کرتے تھے یہ بات حاصل نہ تھی اور یہی قصاص نہ لینا حضرت طلحہ
اور زبیرؓ کے مطالبہ کا باعث ہوا اور یہ دونوں بھی اہل علم واجتہاد تھے اگرچہ ہمکو دوسری نصوص سے معلوم ہوا کہ اجتہاد
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا برحق تھا اور دوسروں سے اجتہاد میں خطا ہو گئی اور صحیح معلوم ہوا کہ حضرت طلحہؓ اور زبیر
رضی اللہ عنہما آخر میں نادم ہوئے اور یوں ہی حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نادم ہوئیں اور بعض وقات اسقدر
روئیں کہ اوڑھنی تر ہو جاتی۔ اور امیر معاویہ نے جو کیا تاویل واجتہاد سے کیا۔ لہذا فسق (بقیہ بہ صفحہ آئندہ)

میں ایک سخت جنگ واقع ہوئی جس میں اوّل اوّل علیؓ کے لشکر کو کامیابی حاصل ہوئی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰) انپر لازم نہیں آتا ہے اگرچہ اس اجتہاد میں خطا ہوئی اور معاویہؓ کو خلافت علیؓ میں مناقشہ نہ تھا لیکن قاتلوں کا مطالبہ تھا اور ہنوز بیعت کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ درمیان میں جھگڑہ ہو گیا اور حق صریح یہی ہے جو اہل السنۃ کا اجماعی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اصحاب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا اور خیر امت فرمایا پس وہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک چاند کے تارے ہیں اور ان کی فضیلت میں قرآن کلام الٰہی ناطق حق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ارے تم اصحاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدگمانی نہ کرنا کہ ان میں سے ایک کا قیام ایک دم بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تمہاری عمر بھر کی عبادت (شب و روز) سے بہتر ہے۔

مسٹر پامر کی یہ رائے غلط ہے کہ حضرت عائشہؓ معاویہؓ کی طرفدار ہو گئیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے اصرار اور اپنے اجتہاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ پر آئیں تھیں جسکا حال حسب ذیل ہے۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے قاتلان عثمانؓ آپکے لشکر میں تھے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم انکی طرف سے خائف ہو کر مکہ شریف کو چلدئے وہاں حضرت عائشہ موجود تھیں ان دونوں نے سارا ماجرا بیان کر کے کہا کہ ام المومنین ہم آپکی پناہ میں آئے ہیں مقصود صرف یہ ہے کہ قاتلان عثمانؓ کو اس لشکر میں سے گرفتار کریں ام المومنین نے پوچھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انکے ساتھ برتاؤ کیسا ہے یہ کہنے لگے وہ انکو جدا کیا نہیں چاہتے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اب یہ کام بغیر لڑے بھڑے نہ چلیگا طلحہ زبیر اور یعلیٰ ابن مرہ صحابی نے بصرہ کیطرف مسلمانوں کو متفق کرنیکے لئے کوچ کیا اور ام المومنین کو بھی اپنے ساتھ لیگئے حضرت عائشہ جمل اونٹ پر سوار تھیں اسواسطے یہ جنگ بنام جنگ جمل مشہور ہوئی۔ القصہ بصرہ پہنچکر اپنے ساتھ بصرہ والوں کو متفق کر لیا بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیت ہو گئی ادھر حضرت علیؓ یہ خبر سنکر مدینہ سے لشکر سمیت روانہ ہو کر بصرہ میں پہنچے۔ گفتگو آئی طلحہ و زبیر نے قاتلان عثمان کو طلب کیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمان آج میں شہید ہوئے ہیں قاتل انکا معین نہیں ہے حضرت عثمان کی اولاد اگر کسی شخص پر دعوے کرے تو ثبوت کے بعد قصاص ہو سکتا ہے تم عثمان کے ولی نہیں ہو اور جنہیں تم طلب کرتے ہو وہ سینکڑوں مسلمان ہیں مصر کے رہنے والے سب کے سب تو عثمان کے قاتل نہیں ہیں سب کے سب کو گرفتار کر کے تمکو کیسے دیا جاوے آخر یہ تجویز ٹھہری کہ حضرت علیؓ بلوائیوں کو اپنے لشکر سے جدا کر دیں پھر بصرہ والے ان سے بھلت . . . . . لیں گے حضرت علیؓ نے ابھی اپنی رائے خاص کو ظاہر نہیں کیا تھا کہ خبر لشکر میں پھیل گئی مصر والوں نے خیال کیا اگر علی مرتضیٰؓ نے ہمیں انکے حوالہ کر دیا تو بری بنے گی اس سے بہتر یہ ہے کہ کچھ رات سے لڑائی شروع کر دو حضرت علیؓ سمجھیں گے کہ ابتدا ادھر سے ہوئی تھی پچھلی رات ایسا ہی ہوا لڑائی ایک آگ ہوتی ہے لگ سو لگی طرفین سے ہنگامہ جدال و قتال گرم ہوا دن نکل آیا۔ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ لشکر مخالف اونٹ کے ادھر ادھر صفیں باندھے ہوئے ہے جبتک وہ اونٹ ہے فرمایا کہ جبتک صدیقہ کی سواری کا شتر میدان میں کھڑا رہے گا۔ مخالفوں کا جوش کم نہو گا مصلحت وقت یہ ہے کہ تھوڑے سے دلاور قلب جنگ گاہ کی طرف بڑھیں اور صدیقہ کے شتر کی کونچیں کاٹیں تاکہ طرفین کے مسلمانوں کو قتل سے امن حاصل ہو

لیکن عمرو بن عاصؓ کی سازشوں سے جو مسلمانوں میں ایک بڑا جنرل تھا اور جس نے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۱) چنانچہ اس حکم کی تعمیل کو چند دلاور صف اعدا کو چیر کر آگے بڑھے اور قلب گاہ میں پہنچکر اونٹ کے پاؤں جا کاٹے جب محافہ زمین پر گرنے لگا محمد بن عمر نے اچک کر کجاوہ کو سنبھالا اور زمین پر گرنے ندیا اور صدیقہ کو کجاوہ سے نکالکر حضرت علیؓ کے خیمے میں بحفاظت پہنچا دیا فوراً لڑائی بند ہوگئی حضرت زبیر کا سر شب خوابی کیحالت میں حضرت علیؓ کے لشکر کا ایک سپاہی عمر نامی کاٹ لایا جب حضرت علی سے انعام کا طلبگار ہوا تو آپنے فرمایا کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہوگا بقول رسول اللہ وہ شخص غضبناک ہوکر بولا یا علی اپنے دشمنوں سے ہمکو لڑاتے ہو پھر جہنمی بتلاتے ہو میں نے اسکو بڑا سردار شجع جان کر قتل کیا تھا اسی غصہ میں اپنے پیٹ میں چھری مار کر مر گیا اور طلحہ کے پاؤں میں تیر لگا وہ بھی اسی زخم کاری سے فوت ہوگئے اور اس لڑائی میں ۱۶ ہزار آدمی اہل مکہ قتل ہوئے بقیۃ السیف فرار ہوگئے صبح ہوتے ہی چند آدمیوں کی حفاظت میں عائشہ صدیقہ کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا اور اس مفسدہ کا خاتمہ ہوگیا۔

روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ بعد جنگ جمل جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں پہنچ گئیں تو قبر نبوی پر جا کر اس جنگ میں شریک ہونیسے نادم اور پشیمان ہوکر اور تاسف کا اظہار کر کے توبہ و استغفار خدائے تعالی سے کرتی تھیں کہ افسوس میں ایسے کام میں شریک ہوئی کہ جس میں مجھے ہرگز شریک نہیں ہونا چاہئے تھا اس سے تو یہ بہتر ہوتا کہ میں جنگ جمل سے ۲۰ سال پیشتر فوت ہوجاتی تاحیات توبہ و استغفار کرتی رہیں۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک طرفین کے مقتول جنتی ہیں اور شہید۔ ۱۲ مصباح۔

نوٹ۔ امیر معاویہؓ کی معزولی کے بارہ میں مغیرہ ابن شعبہ صحابی نے کہ ایک نامور شخص تھے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ معاویہ کو سر دست معزول کرنا مصلحت نہیں ہے۔ دمشق سارا ان کے ساتھ ہے فتنہ برپا ہو جائیگا۔ آپنے اس رائے کو پسند نہیں کیا عبداللہ ابن عباس نے بھی یہی رائے دی کہ سر دست معاویہ کو معزول کرنا مناسب ہے ہاں بیعت کیلئے معاویہ کو بلوائیے دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس رائے کو پسند فرمایا نامہ لکھا گیا معاویہ کی طرف سے جواب آیا ہم آپسے جب بیعت کریں کہ حضرت عثمان کے قاتل آپ ہمارے حوالہ کر دیں ہم انکے ولی ہیں بدون اسکے اتفاق ممکن نہیں۔ اس جواب پر حضرت علیؓ نے حکم لکھوایا کہ حضرت عثمان کے ولی حضرت عثمان کے بیٹے ہیں۔ تم نہیں ہوسکتے وہ میرے سامنے اگر خون کا دعوی کریں قاتل معین پر جرم ثبوت کو پہنچا دیں قصاص لیا جائیگا۔ امیر معاویہ نے جواب دیا کہ عثمان کے بیٹوں نے مجھے اپنا وکیل مقرر کر دیا ہے میں اس سبب سے ولی ہوں ابھی آپکا خلیفہ ہونا میں نے اور شام والوں نے نہیں مانا آپ اپنی خلافت کو ثابت کریں پھر بیعت لیں غرض نوبت طول کو پہنچی اور تحریریں طرفین کی دو دو سو سے متجاوز ہوئیں۔ امیر معاویہ لڑائی پر آمادہ ہوگئے ادہر سے حضرت علیؓ مع چالیس ہزار فوج اور ادہر سے معاویہ معہ اسی ہزار فوج سوار و پیادہ سے اس سرزمین پر جسکا نام صفین ہے مقابلہ آرا ہوئے آخر لڑائی ہوئی۔ بہتر مقابلے ہوئے طرفین کے ہزاروں آدمی قتل ہوگئے ہر بار لشکر مرتضوی کو غلبہ رہا۔

(بقیہ بہ صفحہ آیندہ)

مصر کو فتح کیا تھا۔ علیؓ مجبوراً اس بات پر رضامند ہوگئے کہ بجائے جنگی کارروائی کے یہ قضیہ ثالثی سے فیصل کیا جاوے یعنی علیؓ اور معاویہؓ اپنے اپنے دعاوی خلافت ثالثی کے سپرد کردیں۔ جب حضرت علیؓ کوفہ میں پہنچے تو ان کے پیرؤں میں سے بارہ ہزار آدمی اس مجوزہ ثالثی سے سخت ناراض ہوئے اور علیؓ کو چھوڑ کر چلدیئے اور بوجہ اس غداری اور بھاگ جانیکے یہیں سے فرقہ خوارج کی ابتدا ہوئی ہے۔ خارجی یعنی علیحدہ شدہ وہ لوگ ہیں جو اس حکومت سے منکر ہوئے جو جمہور انام کے اتفاق سے مقرر ہوئی۔ ان بھاگے ہوئے خارجیوں میں سے تین شخصوں نے جنکے نام برک۔ عم

خوارج

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲) دمشق والوں نے اپنی مغلوبیت معلوم کرکے ایک اور تدبیر کی نوسو قرآن شریف نیزوں پر باندھ دیئے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ اے اہل عراق! ہم تم ایک کلمہ پڑھتے ہیں خونریزی سے ہاتھ کو روکو۔ ہمارے درمیان میں یہ قرآن ہے اسکے حکم کے موافق تم بھی کرو ہم بھی کریں۔ اسی پر فیصلہ ہے حضرت علی نے سنکر فرمایا کہ یہ دمشق والوں کا فریب ہے ہم نہیں مانیں گے مسلمان جسطرح لڑتے ہیں لڑے جاویں تھوڑی دیر کی بات ہے۔ اس اثنا میں لشکر میں اختلاف پڑگیا بعض کی رائے ہوئی لڑنا نہیں چاہیئے قرآن کی مخالفت کیونکر کریں۔ غرض دودلی میں لڑائی ملتوی ہوئی بالآخر قرار پایا کہ دونوں طرف سے ثالث مقرر ہو جاویں جب فریقین نے مان لیا حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت علی کے ثالث اور عمرو بن عاص امیر معاویہ کے ثالث مقرر ہوئے موسیٰ سیدھے سادھے مسلمان تھے اور عمرو بن عاص بہت تجربہ کار اور دانشمند تھے اس قرارداد کے بعد عمرو بن عاص نے موسیٰ سے کہا کہ بھائی ابوموسیٰ یہ جو ہزارہا مسلمان قتل ہوئے ان کے قتل کا سبب حضرت علی اور امیر معاویہ ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ یہ دونوں معزول کردیئے جائیں کوئی اور مسلمانوں کا حکم قرار پائے یہ تو سیدھے سادھے مسلمان تھے بے تکلف مان گئے کہنے لگے ٹھیک ہے۔ اس گفتگو کے بعد ثالث اپنے اپنے مقام پر آئے طرفین کو یہ گفتگو معلوم ہوگئی حضرت علی کے لشکر میں سے بعض صاحب حضرت ابوموسیٰ کو سمجھاتے رہے کہ صبح کو رائے ظاہر کرنے کیلئے تم اوّل منبر پر نہ چڑھ جانا ہمیں عمرو عاص کا کید معلوم ہوتا ہے پہلے عمرو ابن عاص کو اپنی رائے ظاہر کرنے دینا موسیٰ ہاں ہاں کرتے رہے۔ صبح کو دونوں لشکر جمع ہوئے منبر رکھا گیا ثالث آئے عمرو ابن عاص نے کہا۔ بھائی موسیٰ تم بڑے ہو میں پیش قدمی نہیں کرسکتا۔ پہلے آپ منبر پر چڑھیں ان سے کچھ بن نہ پڑی۔ منبر پر جا کھڑے ہوئے اور کہدیا کہ میں نے حضرت علی کو معزول کیا۔ عمرو بن عاص نے منبر پر چڑھکر کہا کہ مسلمانو! میں نے امیر معاویہؓ کو قائم کیا یہ سنتے ہی لشکر میں غوغا ہوا۔ قریب تھا کہ تلوار چلجائے مگر حضرت علی نے لشکر والوں کو روک دیا کہ معاہدے سے پھرنا خلاف ہے امیر معاویہ مع لشکر شام اسی وقت دمشق کو چلدیئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسی مذبذب حالت میں کوفہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے۔ ۱۲۰ مصباح۔

۵؎ تجویز وفیصلہ ثالثی سے جو اشخاص ناخوش ہوکر اور حضرت علی سے ناراض ہوکر انکے لشکر سے علیحدہ

(بقیہ بہ صفحہ آئندہ)

اور عبدالرحمن (ابن ملجم) تھے آپس میں مشورہ کر کے یہ سازش کی کہ علیؓ۔ معاویہؓ۔ عمر والعاصؓ کو کہ جنکی وجہ سے یہ سب جنگ و جدل ہوئے ہیں اور اسلام میں اسقدر تفرقہ پڑگیا ہے ایک ہی مقررہ دن پر قتل کر ڈالنا چاہیئے۔ چنانچہ اس تجویز کو عمل میں لانیکے کیلئے برک دمشق کو گیا اور معاویہ پر جمعہ کی نماز میں حملہ کیا۔ مگر یہ حملہ مہلک ثابت نہیں ہوا۔ معاویہ کو زخم خفیف پہنچا۔ عمر مصر گیا اور اُسی مقررہ وقت پر مسجد قاہرہ میں داخل ہوا اور اس نے ایک شخص مسمی کریجہ کو قتل کر ڈالا جسکو کہ اس نے غلطی سے جنرل عمر خیال کر لیا۔ عبدالرحمن تیسرا سازشی کوفہ گیا اور جسوقت کہ حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے اس نے اُن کے سر پر ضرب تلوار رسا کی۔ علیؓ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور اُسی زخم کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۶۰ع میں ہوا۔ کوفہ سے ۵ میل کے فاصلہ پر علیؓ کو دفن کیا گیا۔ بہت عرصہ کے بعد انکی قبر پر ایک عالی شان مقبرہ بنایا گیا جو کہ شیعہ زائرین کی اب ہر دلعزیز زیارت گاہ ہے اور اب وہاں ایک شہر بھی آباد ہو گیا ہے جس کا نام

قتل حضرت علی رضی اللہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۳) ہو گئے ان سے نماز جیوں کی ابتدا ہوئی ہے یہ تینوں شخص بھی منجملہ ان غداروں کے تھے جو تجویز ثالثی کے بعد جنگ صفین کے موقعہ پر حضرت علی کی رفاقت سے بھاگ گئے تھے۔ بعد جنگ صفین جب حضرت علی کوفہ کیجانب چلے اثنائے راہ میں یہ خبر سُنی کہ نہروان میں ایک گروہ خوارج باغیان نے بہت شور اور فساد برپا کر رکھا ہے حضرت علیؓ نے اپنے مصاحب کو دریافت حال کیلئے بھیجا ان لوگوں نے مصاحب کو مع اُس کے ہمراہیوں کے قتل کر ڈالا حضرت علی نے یہ سنکر نہروان کیجانب کوچ کیا۔ چار ہزار آدمی جمع ہو کر مقابلہ کیلئے آئے مگر ایسا موقعہ آپڑا کہ وہ سب حضرت علیؓ کی فوج کے زغہ میں آگئے۔ چار ہزار میں سے کل ۹ آدمی زندہ بچے جو مکہ معظمہ کی طرف بھاگ گئے باقی سب تہ تیغ بیدریغ ہو گئے۔ منجملہ ان ۹ کے تین شخص یہ تھے۔ ۱۲ مصباح۔

ا؎ حضرت علیؓ نے حضرت امام حسنؓ کو منجملہ اور وصیتوں کے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے جنازے کو کوفہ کے میدان میں رات کیوقت ریگستان میں پوشیدہ طور پر دفن کر کے زمین کو ہموار کر دینا کہ مزار کا نشان نمودار نہ رہے کیونکہ ان معرکوں میں دس ہزار غدار خاص ہماری ذوالفقار سے قتل ہوئے ہیں اور یہ تمام ملک ہماری جان و مال کا دشمن بنگیا ہے۔ یہ لوگ ہمارے مزار سے بدلہ لینے میں ہرگز دریغ نہ کرینگے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفہ اس میدان میں شکار کھیلنے آیا کرتے اور باز شکار پر چھوڑے وہ شکار پر نہ چلے اس وقت ہارون الرشید نے بوڑھے آدمی جمع کر کے تحقیقات کی تو انہوں نے بتلایا کہ اس میدان میں علیؓ کی بے نشان قبر ہے تب ہارون الرشید نے تلاش کے بعد ایک مکان عالیشان بنوایا اور نجف اشرف سے موسوم کیا۔ ۱۲ مصباح۔

بنی امیہ کی خلافت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا

مشہد علیؓ ہے یعنی علیؓ کا مقبرہ۔ علیؓ کی وفات پر اُن کے بڑے بیٹے امام حسنؓ خلیفہ منتخب ہوئے[1] لیکن اُنھوں نے اس قرارداد پر عہدۂ خلافت سے استعفا دیدیا کہ بعد وفات معاویہؓ کے امام حسنؓ پھر اسکے جانشین ہوں۔ مگر معاویہؓ کو اور تجویز مدنظر تھی ان کی یہ خواہش ہوئی کہ میرے بعد

[1] بعد شہادت امیر المومنین امام المتقین حضرت علی مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے جو ۲۱۔ رمضان ۴۰ھ ہجری میں جمعہ کے دن عبدالرحمن (ابن ملجم) کے ہاتھ سے شہید ہوتے۔ ۲۲ رمضان سنہ صدر کو کوفہ میں حضرت امیر المومنین امام حسنؓ خلیفہ منتخب ہوتے اور ان کے ہاتھ پر چالیس ہزار مسلمانوں نے بلا تامل بیعت خلافت کی عمر آنجناب اسوقت سینتیس برس کی تھی بعد ازاں آنجناب نے عبداللہ ابن عباس کو عامل بصرہ مقرر فرمایا۔ یہ خبر معاویہ کو پہنچی اس نے دو آدمی روانہ کئے ایک بصرہ میں دوسرا کوفہ میں تاکہ اخبار نویسی کریں اور لوگوں کو بتالیف قلوب بہکاویں۔ یہ حال حضرت امام حسنؓ پر بھی کھلا تو آن جناب نے ان دونوں کو قتل کرایا تاکہ عبرت ہو جاوے۔ تفریح الاذکیا میں تحریر ہے کہ ان دونکو قتل کرا کے امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ کو لکھا کہ اگر تو ارادہ لڑائی کا رکھتا ہے تو میں حاضر ہوں سو امیر معاویہ بالشکر شام مقابل ہوئے اور آنجناب بھی چالیس ہزار آدمی کے ہمراہ امیر معاویہ کے مقابلہ کو تشریف لیگئے اور فوجوں کا مقابلہ ہوا اُس وقت اللہ نے خود بخود حضرت امام حسنؓ کے دلمیں ڈالا کہ دونوں فرقوں میں غلبہ کسی کو نہیں ہوگا اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو جاویگا اسلیئے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ ہم امارت دنیا تجھ کو سپرد کرتے ہیں بچند شروط۔

اور بخاری نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے لشکر عظیم الشان معاویہ ابن ابی سفیان پر بھیجا تو عمرو ابن عاص نے کہا کہ اے معاویہ یہ لشکر ایسا نہیں ہے کہ بلا جدال و قتال پھر جاوے ہزاروں کا خون ہوگا۔ معاویہ نے کہا کہ اگر لڑائی ہوئی تو ہزاروں مسلمان مارے جاویں گے اور کوئی باقی نہیں رہیگا جو مسلمانوں کی آبرو کی حفاظت کرے۔ لہذا عبدالرحمن ابن عامر اور عبدالرحمن ابن سمرہ کو جناب امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور سمجھا دیا کہ تم دونوں حاضر ہو کر آنجناب کے حضور میں بحسن تقریر عرض کیجیو اور مجھکو طلب کرائیو اور جس طرح ہو سکے صلح کی تدبیر کیجیو۔ چنانچہ انہوں نے حاضر ہو کر ہر طرح التماس کیا مگر آنجناب نے جوابات اول عذر آمیز فرمائے پھر انہوں نے کہا کہ معاویہ کی یہ عرض ہے کہ جس طور سے آپ ارشاد کریں مجھکو قبول و منظور ہے حضرت نے فرمایا ان شرائط کا ضامن کون ہوتا ہے ان دونوں نے کہا کہ ہم ضامن ہیں سب شرائط قبول کرتے ہیں بجا لاویں گے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صلح آنجناب کیطرف سے واقع ہوئی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی ابنی ہذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین کما روی البخاری فی صحیفہ۔ اس مقام سے معلوم ہوا کہ صلح آنجناب کیطرف سے بسبب قلت اور ذلت کے نہ تھی بلکہ آنجناب از روئے فوج و حشم غالب تھے اور حق بھی جانب امام تھا مگر جب چھ مہینے خلافت حقہ پر گذر گئے تو حضرت کے دلمیں الہام ہوا اور یہ حدیث یاد آئی کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر ملکا عضوضا رواہ احمد و ترمذی و ابو داؤد و صححہ ابن حبان اور وہ تیس برس

(بقیہ بہ صفحہ آیندہ)

میر السپر صلبی یزید میرا جانشین ہووے۔ معاویہؓ کی ترغیب پر علیؓ کی وفات سے آٹھ برس کے بعد امام حسنؓ کو انکی بی بی نے زہر سے مار ڈالا اور عائشہؓ جو علیؓ کے خاندان کیلئے مثل خرابہ[۱] موکل کے تھیں وہ بھی چند برسوں کے بعد مر گئیں۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے ان کو مروا ڈالا۔ معاویہؓ کے انتقال پر ان کا بیٹا یزید بغیر انتخاب کے ان کا جانشین ہوگیا اور اس طرح سے خاندان بنی امیہ تخت خلافت پر متمکن اور قایم ہوگیا۔ یزید کے خلیفہ ہوتے ہی حضرت علیؓ کے خاندان کے طرف داروں نے بغاوت شروع کی اور امام حسینؓ ابن علی کو کوفہ والوں نے خفیہ طور سے بلوایا کہ آپ مکہ سے یہاں آجاویں اور ہمارے پیشوا بنیں۔ یزید کو اس مجوزہ بغاوت کی عین موقعہ پر خبر ہوگئی۔ اس نے گورنر کوفہ کو موقوف کر کے اس کی جگہ عبید اللہ کو مقرر کر دیا جو ایک بڑا ظالم اور خونخوار آدمی تھا۔ عبید اللہ نے مسلم کو گرفتار کر لیا جسکو امام حسینؓ نے بطور اپنے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵) گذر گئے تو اب وقت ملوک و سلاطین کا آگیا ایسا نہ ہو کہ میں ان میں معدود ہو جاؤں لہذا از خود صلح فرمائی۔ بالجملہ جب صلح امام کی طرف سے موافق ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوگئی تو آنجناب نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے ولایت مسلمانوں کی معاویہ کو تفویض کی بایں شرط کہ مطابق قرآن سنت رسول اور سیرت خلفائے راشدین عمل کرے اور اس کو یہ اختیار نہیں کہ یہ امر بعد اپنے کسی کو تفویض کرے بلکہ مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دے وغیرہ۔ یہ نبیقہ صواعق محرقہ وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں بالتفصیل موجود ہی غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی یا حدیث بھی حرف بحرف پوری ہوئی کہ "میرے بعد تیس سال تک خلافت رہیگی اور پھر بادشاہت ہو جاویگی" چنانچہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت دینی و دنیوی امور میں پھر ایک ہی شخص میں مجتمع نہیں رہی۔ دنیوی انتظامات کے لئے بادشاہ اور ملوک تخت نشین ہونے لگے اور امام اور مجتہدوں نے دینی معاملات کی اشاعت اور ترویج اختیار کی۔ یزید ابن معاویہ اور مروان کے اغواسے امام حسنؓ کو ان کی بیوی جعدہ نے زہر دیا جس کی وجہ سے ۴۹ھ میں آپ شہید ہوئے۔ ۱۲۔ مصباح۔

[۱] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مسٹر پامر نے نہ معلوم ہر جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انکے خاندان کا دشمن کیوں تحریر کیا ہے سوائے تعصب یا غلط بیانی کے اسے اور کیا کہا جائے حالانکہ گذشتہ نوٹوں میں کتب سیر سے معتبر طور پر ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمن نہ تھیں اور امیر معاویہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرفداری میں لڑنے کا ارادہ کیا تھا اور جنگ جمل کی شرکت سے کس قدر پشیمان تھیں۔

آگے چل کر مسٹر پامر نے حضرت عائشہ رضی اللہ کی نسبت لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے اُن کو مروا ڈالا یہ بات بھی غلط ہے۔ ۱۲۔ مصباح۔

سفیر کے کوفہ میں بھیجا تھا اور ہانی کو بھی گرفتار کر لیا جس کے گھر میں مسلم چھپے تھے۔ کوفیوں کے ایک گروہ نے جمع ہو کر اس محل کو گھیر لیا اور مسلم اور ہانی کی رہائی کے لئے غل مچایا عبید اللہ نے بجائے ان کے رہا کرنے کے یہ حکم دیا کہ ان دونوں کے سر کاٹ کر محل سے نیچے مجمع میں پھینک دیئے جائیں۔ اس اثنا میں امام حسینؓ بھی بابل کی سرحد تک آ گئے وہاں حُر مع سواروں کے ایک دستے کے ان سے ملا۔ حُر نے امام حسینؓ سے کہا کہ عبید اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کو کوفہ لیچلوں۔ امام حسینؓ نے اسکے ساتھ چلنے سے انکار کیا تو حُر نے کہا کہ آپ جس راہ سے چاہیں کوفہ کو چلے جائیں اور اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا تاکہ (حضرت) امام حسینؓ آسانی سے تشریف لیجائیں رات بھر حُر مع اپنے سواروں کے گشت کرتا رہا اتنے میں اسکے پاس ایک سوار یہ حکم لایا کہ امام حسینؓ کو ایک کھلے اور غیر محفوظ میدان میں گھیر لاؤ اور اس وقت تک گھیرے رہو جب تک کہ شام سے اور نئی فوج آ کر ان کو گھیر لیوے۔ دوسرے دن عمر کوفہ سے ہزار فوج کے ہمراہ آیا اور حسب الحکم عبید اللہ کے دریائے فراط کے متوازی میدان کربلا میں امام حسینؓ کے لشکر کو گھیر لیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے تئیں بلا شرائط سپرد کریں امام حسینؓ نے اس بات سے انکار کر دیا اس پر طرفین میں جنگ شروع ہو گئی۔ امام حسینؓ اور ان کے چند ہمراہی اور دوست و احباب کچھ عرصہ تک تو دشمنوں کے حملہ کی مدافعت کرتے رہے لیکن آخر کار یہ سب لوگ مع امام حسینؓ کے شہید ہو گئے۔

آنحضرت نے کل اقوام عرب کو ایک متحد قوم بنایا اور تہذیب سکھائی

حضرت محمد صاحب صلعم کی کامیابی ترویج مذہب اسلام میں اور مسلمانوں کا اسقدر بے نظیر جنگی عظمت حاصل کرنیکا سب سے بڑا سبب درحقیقت یہ ہے کہ انہوں نے تمام جنگجو اقوام عرب کو جو ساری عمر کبھی نہیں ملی تھی آپس میں ملا کر ایک متحد قوم بنا دیا اور ان کو یہ سکھایا کہ ان کی ایک ہی قوم ہے اور سب کو قومی اتفاق رکھنا چاہئے۔ محمد صاحب صلعم کی وجہ سے تمام تفرقہ اور حسد اور خانہ جنگیاں جو عرب کی قوموں میں رہا کرتی تھیں وہ سب یک قلم اور یک دم بالکل غائب ہو گئیں۔

خلفاء راشدین کی سادگی

اول[1] کے چار خلفائے راشدین جنکو کہ مسلمان جائز اور صحیح خلیفہ کہتے ہیں گو کہ وہ کامل طور سے

---

[1] اول کے چار خلفاء راشدین نے اپنی خلافت کے عہد میں پرہیزگاری کے ساتھ دینداری کو کام فرمایا اور خدا ترسی اور عدل گستری جہانبانی و قیصر سائی کو کام میں لائے ان میں سے کسی نے خلافت کے ذریعے سے لنیاوی

مطلق العنان تھے اور اُن کی حکومت بالکل خودمختاری کی حکومت تھی مگر وہ ہمیشہ مثل ریگستانی شیخ کے رہے اور بے تکلف امیری کی اور اپنے عادات طریقوں کو کبھی ترک نہیں کیا اُن کی پوشاک ایک موٹے کپڑے کی عبا ہوتی تھی یا بالوں کا بنا ہوا ایک ڈھیلا ڈھالا چوغہ ہوتا تھا یا بھیڑ کے چمڑے کی چادر کندھوں پر پڑی رہا کرتی تھی۔ پیروں میں چمڑے کا جوتہ مثل سلیپر کے ہوا کرتا تھا (سلیپر اس قسم کا جوتہ ہوتا ہے کہ صرف اس میں تلا چمڑے کا ہوتا ہے اور اوپر چمڑے کے تسمے لگے ہوتے ہیں) اس وضع سے مسلمانوں کے یہ بادشاہ بازاریں پھرا کرتے تھے اور ایک شخص بھی اُن کی اردلی میں اُن کے ہمراہ نہیں ہوتا تھا۔ لوگوں کی فریادیں اور شکایتیں سنا کرتے تھے اور جو لوگ اُن کے طرز حکومت پر نکتہ چینیاں کرتے وہ بھی سنتے تھے اور بعض اوقات یہ نکتہ چینیاں بڑے سخت اور مشتعل کن الفاظ میں بیان کیجاتی تھیں۔ مگر اُن سب کو یہ خلفائے اربعہ بڑی خاموشی سے سنتے تھے۔

اُن کا عہدہ یا رتبہ جیسا کہ خود خلیفہ کے نام سے ظاہر ہے پیغمبر صاحب کی جانشینی کا تھا اور اسلیئے انکے فرائض منصبی دینی اور فوجی دونوں قسم کے تھے اور جمعہ کے دن دارالخلافہ کی جامع مسجد میں نمازیوں کو وہ خود نماز پڑھایا کرتے تھے۔

ذیل کی حکایت سے انکی سادہ طرز زندگی اور بے تکلف امیری کا احوال اور ان تعلقات کی کیفیت جو اُن کو اپنے پیروؤں کے ساتھ تھی پوری پوری معلوم ہوتی ہے۔

خلفائے راشدین کی سادگی کی ایک حکایت

ایک دفعہ خلیفہ دوم عمرؓ ابن الخطاب کو ملک یمن سے ایک نہایت عمدہ دیبا کا کپڑا پیشکش آیا جس کو انھوں نے سب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اُس کے دوسرے دن عمرؓ ممبر پر چڑھکر وعظ کہہ رہے تھے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلاکر نصیحت کر رہے تھے کہ اتنے میں حاضرین میں سے ایک شخص اُٹھا اور خلیفہ دوم سے عرض کیا کہ میں آپ کے احکام نہیں سنتا اور نہ اُن کی تعمیل

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷) شان و شوکت عیش و عشرت کو روا نہیں رکھا سوائے تعمیر مساجد عالیشان کے کسی نے اپنا ایوان بلند نہیں بنوایا خلافت کی آمدنی کو مایحتاج ضروری سے زیادہ خرچ نہیں کیا بلکہ بذاتہ روزی پیدا کر کے کھانے میں دریغ نہیں فرمایا چنانچہ خلیفہ اول باہمہ اقتدار و دولت و صولت بکریوں کا ریوڑ پالتے اور چراتے رہے خلیفہ دوم نٹین بنواتے اور پکواتے اور انکے فروخت سے اپنا کام چلاتے رہے خلیفہ چہارم "متوکل" اور "الفقر فخری" پر قایم رہے۔ ۱۲۔ مصلح۔

کروں گا۔ خلیفہ دوم نے دریافت کیا کہ کیا وجہ اس نے عرض کیا کہ یمن سے جو دیبا کل آیا تھا میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس کپڑے کا ایک کرتہ پہنے ہوئے ہیں چونکہ آپ ایک طویل القامت آدمی ہیں جبتک کہ آپنے اپنے حصہ سے زیادہ نہ لیا ہو گا تب تک آپ کا کرتہ اس کپڑے کے حصہ رسدی میں سے ہرگز نہیں بن سکتا تھا۔ اس بات پر عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو پکارا تاکہ وہ اس شخص کا غیر واجبی شبہ رفع کرکے خلیفہ دوم کو اس شبہ سے بری کردے۔ اُس وقت عبداللہ نے اس مجمع کے روبرو بیان کیا کہ میرے باپ کے حصے میں سے جب انکے کرتہ میں کمی رہ گئی تب میں نے انکو اپنے حصے میں سے تھوڑا سا کپڑا اس کمی کے پورا کرنے کے لئے دیا اس سے انکا کرتہ پورا ہوا ہے۔

سلطنت اسلام کی ترقی

اسلام میں ایسے ایسے سردار تھے جیسا کہ اوپر کی حکایت میں بیان ہوا اور بیحد جوش اور مذہبی سرگرمی تھی جو کہ محمد صاحب نے اُن میں پھونک دی تھی ایسے ہی سرداروں کی رہنمائی سے مسلمانوں کے لشکر برِ اعظم ایشیا میں پھیل گئے اور کوئی انکی مزاحمت نہ کرسکا اور نہ ان کے روکنے پر قادر ہوسکا خسروانِ ایران کی عظیم الشان سلطنت انکے قبضہ میں بغیر جنگ وجدل کے آگئی۔

جزیہ

اوّل اوّل تو عربوں کو بت شکنی کی بڑی حرص اور آرزو تھی۔ اور لوٹ مار کرنیکا بڑا شوق تھا وہ جس ملک میں جاتے تھے وہاں بربادی اور ویرانی ہوجاتی تھی۔ علمی اور صنعتی خزانے جب انکے ہاتھ پڑجاتے تھے اُن کو یا تو منتشر کردیتے یا برباد کر ڈالتے تھے[1]۔

---

[1] مسٹر پامر کا یہ قول بالکل غلط ہے۔ پامر صاحب کا یہ اشارہ غالبًا اسکندریہ کے کتب خانہ کی بابت ہے کہ جسکو کہ صدیوں تک مورخین یورپ نے یہی جانا کہ عرب یعنی مسلمان فاتحوں نے جلادیا۔ مگر آخر کار ایڈورڈ گبن صاحب نے یہ بات ظاہر کردی کہ یہ کتب خانہ متعصب عیسائیوں نے خود ہی جلاکر یہ الزام مسلمانوں کے ذمہ لگا دیا تھا مسلمان اس الزام سے بری ہیں اور کسی کتب خانہ کی بربادی مسلمانوں کے ہاتھ سے ہونا کسی معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ ۱۲ مصبلح۔

مسٹر پامر کا کہنا یہ ٹھیک نہیں ہے کہ جو شخص ٹیکس ادا نہیں کرسکتا تھا وہ قتل کردیا جاتا تھا۔ یہ بات روایت اور درایت دونوں طرح سے قابل قبول نہیں۔ تاریخوں سے ظاہر ہے کہ غیر مستطیع اشخاص سے یہ ٹیکس ہرگز نہیں لیا جاتا تھا مسٹر پامر ہی پر کیا منحصر ہے یہ بات قابل افسوس ہے کہ علی العموم یوروپین مورخین جزیہ کا ذکر کرتے ہوئے حقیقت میں تعصب کا آئینہ سامنے رکھ لیتے ہیں جسکی وجہ سے اصلی واقعات پر بالکل پردہ پڑجاتا ہے۔ (بقیہ بصفحہ آئندہ)

اول اول تو اپنی فتوحات سے عربوں کو فائدہ حاصل کرنے کا اچھے طور سے خیال نہوا سوائے
رسم عرب کے کہ وہ ایسے سامان منقولہ کو ضبط کر لیتے یا چھین لیتے تھے جو بآسانی لیجایا جا سکے اور مفتوح
قوم پر ایک ٹیکس لگا دیتے تھے۔ جو شخص ٹیکس ادا نہیں کر سکتا تھا یا ادا کرنا نہیں چاہتا تھا اس سے
کہتے تھے کہ یا اسلام قبول کرو یا موت۔

اسکے بعد بہت ہی جلد چونکہ انکی سلطنت نہایت عظیم الشان اور وسیع ہوگئی اس لئے اس
بات کی ضرورت واقع ہوئی کہ ایک باقاعدہ گورنمنٹ اور حکومت قایم کی جاوے۔ چنانچہ عرب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۹) ناظرین کی دلچسپی کیلئے جزیہ اور دیگر آمدنی سلطنت مسلمانان عرب کا حال تاریخ المامون سے
انتخاب کر کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہر ایک قسم کی رقم جو عربوں کی سلطنت اور خلافت کے زمانہ میں خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھیں اسکی چار قسمیں
تھیں (۱) خراج (۲) عشر (۳) جزیہ (۴) زکواۃ۔

اول۔ جو زمین نہروں کے [illegible] تی پانی سے سیراب نہ ہوتی ہو۔

یا دوسرے۔ جو زمین فوج کو جس نے اس حصہ ملک کو فتح کیا ہی تقسیم کر دی گئی ہو۔

یا تیسرے۔ جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہوں۔

ان تینوں حالتوں میں زمین عشری ہوتی تھی یعنی اسکی پیداوار سے صرف دسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا اور یہی اس کا
خراج سمجھا جاتا تھا۔ مذکورہ بالا قسموں سے پچھلی قسم کی عشری زمین بہت کم تھی ان تینوں قسم کے علاوہ جو زمین تھی وہ خراجی
تھی عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ میں ہو یا غیر کے اگر کوئی شخص عشری زمین پڑتی ڈال دیتا تو اس سے کچھ
نہیں لیا جاتا تھا خراجی زمین میں ایسا نہیں ہوتا تھا لیکن اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈال کے دوسرے سال کاشت
کرتا تو ایک ہی سال کا خراج دینا کافی ہوتا تھا اگر کھیتی کو کوئی آفت پہنچتی تو خراج معاف ہو جاتا تھا جس زمین پر دکانیں
بنائی جاتی تھیں وہ عموماً عشر اور خراج سے معاف ہو جاتی تھیں۔

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسرے مذہب والی رعایا سے جنکو اہل اسلام کی حمایت میں آجانے سے ذمی کا
لقب ملا ہے قریب قریب یکساں متعلق تھے خراجی زمین کسی کے قبضہ میں ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا خراج کی کوئی
معین شرح نہ تھی لیکن یہ اصول عامۃ ملحوظ رہتا تھا کہ کسی حالت میں نصف آمدنی سے زیادہ نہ لیا جاوے زکوۃ مسلمانوں
کے ساتھ خاص تھی۔ اور سونے۔ چاندی۔ اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ سب پر جداگانہ شرحیں مقرر تھیں۔ (بقیہ صفحہ آیندہ)

کورنروں اور عرب جرنیلوں کے لئے ایرانیوں اور یونانیوں کو مدد کیلئے مقرر کیا گیا اور صحرائے عرب کے سپاہیوں نے اب بتدریج مہذب بننا اور جو تہذیب کہ اُن کے ملک کے چاروں اطراف میں پھیلی ہوئی تھی اسکو حاصل کرنا شروع کردیا۔

مسلمانوں کی حکومت میں علوم وفنون۔ صنعت وحرفت نے مثل زمانہ سابق کے پھر بڑی

علوم وفنون کی تر

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۴) حقیقت میں یہ نہایت سخت ٹیکس تھا جسکو خود اسلام نے اپنے اوپر گوارا کیا تھا۔

ذمیوں پر جزیہ تھا گو وہ ایک نہایت خفیف رقم تھی اور زکوٰۃ کے مقابلہ میں تو گویا کچھ بھی نہ تھی لیکن تعجب ہے کہ دوسری قوموں نے مسلمانوں کو تعصب کا الزام دینے میں ہمیشہ بڑے زور شور سے اس کا تذکرہ کیا ہے یہ ہلکا ٹکس جس کے نام سے یورپین مورخوں کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے نہایت ناگوار خیالات دفعتہً جوش مارنے لگتے ہیں زیادہ سے زیادہ فی کس ۴۸ درہم یعنی ۱۲ روپیہ سالانہ تھا اور یہ تعداد بڑے دولتمندوں کیساتھ خاص تھی متوسطین پر چھ روپیہ اور عام درجے کے لوگوں پر تین روپیہ سالانہ تھا بشرطیکہ وہ ادا کرنیکے قابل ہوں لیکن فرمانروائے وقت کو حسب مصلحت وقت اختیار عام حاصل تھا کہ اسکی شرح گھٹا دے یا بالکل معاف کردے۔ لڑکے بوڑھے عورتیں مفتوح معطل العضو۔ نابینا۔ ہر حالت میں مطلقاً معاف تھے اس خفیف محصول کے عوض میں ذمیوں کی جان و مال کی نہایت مستحکم ذمہ داری مسلمانوں پر فرض ہوجاتی تھی۔

ان آمدنیوں میں سے زکوٰۃ کی آمدنی یا زکوٰۃ کی رقم جو صرف مسلمانوں سے لیجاتی تھی کہ اس سے اپاہج نادار مسافر اور اس طرح کے درماندہ لوگوں کی اعانت کیجاوے زکوٰۃ میں یہ قید تھی کہ خاص مسلمانوں پر صرف ہو لیکن اور کسی قسم کے صدقات میں جو مسلمانوں سے لئے جاتے تھے کوئی تخصیص نہ تھی اور غیر مذہب والی رعایا بھی برابر بہرہ مند ہوتی تھی خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے دمشق کے سفر میں مجذوم عیسائیوں کیلئے بیت المال کی اس رقم سے وظیفہ مقرر کردیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے ایک اور دوسرے موقع پر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا تھا کہ خدا کے اس قول میں کہ صدقات فقرا اور مساکین کیلئے ہیں مساکین سے عیسائی اور یہودی مراد ہیں باقی خراج۔ عشر۔ جزیہ پبلک کاموں یعنی سڑک۔ پل۔ چوکیدارہ۔ تعلیم وغیرہ کیلئے خاص تھے فوج کا صرف بھی اس آمدنی سے دیا جاتا تھا۔ ہارون رشید اور مامون رشید اور تمام نیکدل بادشاہان اسلام کے عہد میں ٹیکس یا محصول یا جو کچھ کہو یہی تھا جس کا ذکر ہوا۔ انکم ٹیکس انڈایرکٹری ٹیکس چنگی سرکانہ مدرسانہ چوکیداری۔ اسٹامپ وغیرہ کے ناموں سے اس زمانے میں کوئی واقف نہ تھا۔ ۱۲ مصلح

ترقی کی۔ لیکن ہمکو یہ بات فراموش کرنا نہ چاہئے کہ یہ سب برکتیں علوم کی عربوں کیوجہ سے نہیں ہیں۔ بلکہ عربوں کی اجازت و سرپرستی سے موجود رہی ہیں۔ اور یہ بات صرف ایرانیوں اور اور یونانیوں کیوجہ سے تھی کہ یہ علوم و فنون باقی رہے۔

اوّل اوّل کے خلفاء نے سلطنت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں صوبجات مفتوحہ کا نظم و نسق کلی اس قدر دیسیوں کے ہاتھ میں دے رکھا تھا کہ کچھ عرصے تک عرب حکام کی سرکاری خط و کتابت بھی یونانی زبان میں تحریر کی جاتی تھی۔

ایرانی صناع اور کاریگر عربوں کی مسجدیں اور محلوں کے نمونے یا نقشے تیار کرتے اور انکو نقش و نگار سے آراستہ کرتے تھے۔ وہ خوبصورت نقش و نگار عمارت جسکو ہم عربی وضع کا نقش نگار کہتے ہیں وہ ریگستان کی ناہموار چٹانوں سے اختراع نہیں ہوئے۔ یعنی عربوں کی ایجاد نہیں ہے بلکہ اس کو شیراز کے باغوں نے سکھایا تھا۔ مراد یہ کہ اسکے موجد اہل ایران ہیں۔ علم سائنس اور فلسفہ وغیرہ یا تو ہندوستانیوں نے یا یونانیوں نے ایجاد کیا۔

معاویہ کی وفات پر یزید کا خلیفہ مقرر ہونا صرف علیؓ کے خاندان کے پیروؤں ہی کو نہیں بلکہ سب عربوں کو ناگوار گذرا۔ مکہ میں ایک شخص عبداللہ بن زبیر رہتے تھے جن کا کی سبب سے تمام مسلمان ادب اور لحاظ کرتے اور ان سے محبت سے پیش آتے تھے۔ عبداللہ کے باپ زبیر منجملہ ان چند مسلمانوں کے تھے جو سب سے اوّل مسلمان ہوئے تھے اور محمد صاحب کے چچازاد بھائی اور دلی دوست بھی تھے۔ یہ زبیر بڑے بہادر جنرل تھے۔ ملک افریقہ زیادہ تر انکی وجہ سے فتح ہوا۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے لئے قسطنطنیہ کے قریب تک تمام ملک فتح کر لیا۔ زبیر کے بیٹے عبداللہ مدینے میں اس وقت پیدا ہوئے جبکہ (حضرت) محمد صاحب مدینے میں رہا کرتے تھے۔ پیغمبر صاحب ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب وہ بیمار ہوئے تو پیغمبر صاحب نے بذات خود ان کی تیمارداری کی۔

امام حسینؓ کی وفات کے بعد اہل مکہ نے عبداللہ کو خلیفہ مقرر کر لیا اسکے تھوڑے عرصہ کے بعد مدینے والوں نے بھی اُن کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں کُل ملک حجاز نے ان کی حکومت تسلیم کی یزید نے اپنی فوج مدینے کے فتح کرنیکے لئے بھیجی اس فوج نے

مدینے کو فتح کر لیا۔ لیکن مکہ ابھی تک فتح نہیں ہوا تھا کہ خلیفہ یزید کی موت کیوجہ سے مکہ کا محاصرہ ختم ہوا اور فوج شام واپس چلی گئی۔

یزید اور فسق

یزید اپنے سادہ اور پابند مذہب مورث کا بالکل برعکس نکلا اپنی حکومت کے دوران میں جو تین برس چھ مہینے تک رہی اس نے دنیائے اسلام کو اپنی بے اعتدالیوں سے سخت متنفر کر دیا۔ یزید علانیہ شراب پیا کرتا اور اپنے شعروں میں مذہب اسلام کے پاک مسئلوں کے ساتھ تمسخر کرتا اور ان کی مذمت لکھتا تھا جس بات کی مذہب اسلام میں ممانعت آئی ہے یعنی اسلام میں جو باتیں حرام ہیں ان کی تعریف بیحد اور توصیف بے انتہا کیا کرتا غرضکہ وہ علی الاعلان فاسق اور فاجر تھا۔

جب یزید مر گیا تو اس کا بیٹا معاویہ محض لڑکا تھا چند مہینے حکومت کر کے اس نے کہا کہ مجھ سے خلافت اور بادشاہت کا بوجھ نہیں اٹھ سکتا اس سے مجھکو معاف رکھا جاوے یہ بوجھ میری طاقت سے بہت زیادہ ہے۔ پھر اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مر گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی نے زہر دیکر مار ڈالا۔

مروان کو خلافت

یزید کے مرنے پر جو موقعہ خلافت کے لئے پیش آیا اس سے عبداللہ ابن زبیر نے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ سرداران خاندان بنی امیہ نے مروان[1] کو جو خلیفہ سوم (حضرت) عثمان رضی کا دوست

---

[1] مروان ابن الحکم قرشی اموی ہیں اسکی کنیت ابا عبدالملک ہے یہ مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دادا ہے جو بنی امیہ میں اسلام میں مجدد اول اور نہایت نیک نفس آدمی ہوئے ہیں مروان سنہ ۲ ہجری میں پیدا ہوا کتاب اکمال فی اسماء الرجال مصنفہ مولٰنا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی میں تحریر ہے کہ مروان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا اسلئے کہ آنحضرت رسول مقبول نے اسکے باپ حکم کو شہر طائف کیطرف جلاوطن کر دیا تھا حکم مع اپنے پسر مروان کے اسوقت سے تا زمانہ خلافت خلیفہ سوم حضرت عثمان رض طائف کے اطراف ہی میں رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو آپنے حکم کو مدینہ منورہ میں بلا لیا۔ اسکے ساتھ ہی مروان بھی آیا پھر یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاص منشی مقرر ہو گیا اسکی وجہ سے جسقدر کشت خون اور فتنے مسلمانوں میں ہوئے ہیں وہ سب حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نوٹ میں اس سے پیشتر تحریر کر دیا گیا ہے۔ مروان نے بہت سے صحابیوں سے حدیث روائت کی جس میں عروہ ابن زبیر اور علی ابن حسین رضی اللہ عنہما شامل ہیں مروان (بقیہ صفحہ آیندہ)

اور عزیز تھا تخت خلافت پر جانشینی کے لئے پسند کیا۔ مروان کو اُس کی بیوی نے مار ڈالا اور اس نے بہت ہی کم عرصہ یعنی صرف نو مہینے تک حکومت کی۔ مروان کی حکومت کے دوران میں مختلف فریق اور قوموں میں طاقت اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں اور تمام سلطنت میں بد انتظامی اور بد امنی پھیل گئی۔ علاوہ ابن زبیر کے جو مکہ میں تھے کوفہ کے آدمی یعنی پیروان خاندان علیؑ اور خارجی جو علیؑ سے جنگ صفین میں علیحدہ ہو گئے تھے یہ سب برسر جنگ تھے اور انکی وجہ سے سلطنت میں فتور پڑا ہوا تھا۔ نا اتفاق کے عنصر صرف یہی لوگ نہ تھے کیونکہ مسلمانوں میں ایک وقت پیدا کرنیوالا سبب اور بھی موجود تھا اور جو اسی قدر عظیم الشان اور قوی تھا جیسے کہ عرب اور ایرانیوں میں قومی نفرت تھی یعنی یہ وہ دشمنی تھی جو ایک طرف خالص خانہ بدوش عرب قوموں میں تھی جو مضرؐ کو اپنا مورث بیان کرتے ہیں اور قریش بھی جس کی اولاد میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۳) ۶۵ برس کی عمر میں بمقام دمشق زہر سے مارا گیا۔

یہ علی ابن حسین رضی اللہ عنہ حضرت زین العابدین کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں اکمال فی اسماء الرجال میں آپکے حال میں تحریر ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ علی ابن حسین نے آخری حج کیلئے جب احرام باندھا تو منہ آپکا زرد ہو گیا اور کانپنے لگے اور لفظ لبیک نہ کہہ سکے آپ سے دریافت کیا گیا کہ لبیک کس لئے نہیں کہتے؟ فرمایا کہ ڈرتا ہوں کہ لبیک زبان سے نکالوں اور وہاں سے یہ جواب آوے کہ لالبیک۔ آپ سے کہا گیا کہ حج میں لبیک کہنا تو منجملہ مناسک حج کے ہے اور کہنا ضروری ہے یہ سنکر آپنے لبیک کہا مگر یہ لفظ کہتے ہی آپ پر غشی طاری ہو گئی اور اپنی سواری سے اسی حالت میں نیچے زمین پر گر پڑے مگر غش سے کسی طرح افاقہ نہوا غش پر غش آتا رہا یہانتک کہ آپنے اسی حالت میں قضا فرمائی۔ ۹۴ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ ۱۲۔ مصباح۔

لہ۔ رسول مقبول مضر کی ۱۸ ویں پشت میں ہیں جیسا کہ نسب نامہ سے ظاہر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ابن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک بن فقر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان وغیرہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مورثوں میں سے ۱۲ مورث کا لقب قریش پڑ گیا تھا بوجہ اسکے کہ انکا اپنی تمام قوم پر غلبہ اور دبدبہ بہت تھا اور قریش ایک دریائی جانور کو کہتے ہیں جو بہت ہی بڑا ہوتا ہے اور کوئی جانور اس کا شکار نہیں کر سکتا اور وہی سب پر غالب رہتا ہے سو اسکو بسبب غلبہ کے قریش کہتے ہیں انہیں فہر کی قوم قریش مشہور ہوئی۔ ۱۲۔ مصباح۔

ہیں۔ گو کہ بہت عرصہ سے قریشی مکہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ دوسری طرف ذرا کچھ تہذیب یافتہ یمن کی قومیں تھیں۔ ان دونوں فریقوں میں پرانے زمانے سے ایسی سخت دشمنی اور عناد آپس میں چلا آتا تھا جو نا قابل رفع تھا۔ گو مذہبی جوش اور آرزوئے فتحمندی نے ان دونوں فریقوں کو کچھ عرصہ کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے متفق کر دیا تھا لیکن ان کی خفیہ دشمنی کی دبی ہوئی آگ بھڑک کے شعلے پیدا کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی تھی۔

دوسرا بہت بڑا سبب خطرہ کا سلطنت اموی کو یہ تھا کہ صوبجات کے عاملوں (گورنروں) کو فوجی اختیارات بھی تفویض ہوتے تھے اور یہ فوجی اختیارات گورنروں کو اکثر اس بات کی ترغیب دیتے کہ وہ خلیفہ کی حکومت سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاتے اور اپنے تئیں خود مختار سمجھتے تھے اس طور سے مذہبی جوش۔ قبیلوں کی دشمنی۔ قومی عناد۔ خانگی فساد۔ اور ذاتی خواہش یہ سب باتیں اس بات کا خوف دلا رہی تھیں کہ وہ عالی شان عمارت جس کو محمد صاحب (صلعم) اور ان کے جانشینوں کی فتحمندیوں نے تعمیر کیا خراب ہو جائے گی۔

خاندان بنی امیہ کی کامیابی کا سبب یہ تھا کہ ان میں سخت پابندی مذہب۔ فرائض کی انجام دہی کا خیال نیکیاں۔ اور غیر زائل بہادری اور شجاعت تھی جو کہ سرداران صحرائیں خلقی طور سے ہوا کرتی ہے۔ لیکن جب کہ بنی امیہ کو عروج ہوا وہ عیش و عشرت میں پڑ گئے۔ اس طرح ان کی سادگی کی امیری اور بے تکلف طرز زندگی جاتی رہی اور شاہانہ عیش و عشرت کا طریقہ اختیار کر لیا تو ان پر فوراً زوال اور ادبار آ گیا۔

خلیفہ عبد الملک

مروان کے مرنیکے بعد اس کا بیٹا عبد الملک تخت نشین ہوا۔ اس نے مذکورہ بالا تمام بد انتظامیوں۔ بد امنیوں اور خانہ جنگیوں کے روکنے کا کچھ انتظام کیا۔ یہ خلیفہ نہایت اولوالعزم اور صاحب لیاقت تھا۔ سلطنت کو طاقتور اور عظیم الشان اور مضبوط بنانیکی ترکیبوں سے پورے طور سے واقف تھا۔ سرکاری زبان کہ جس میں سلطنت کے امورات اور واقعات تحریر کئے جاتے تھے وہ ابتک فارسی زبان تھی اس خلیفہ نے فارسی کی بجائے عربی زبانکو سرکاری زبان مقرر کیا۔ گفتگو اور تقریر کی آزادی جو خلفائے سابقین نے اپنی رعایا کو عطا کی تھی وہ رعایت اسکی جلد سے موقوف اور منسوخ کر دی اور عرب کے صوبوں کو اپنی حکومت میں شامل

حجاج بن یوسف الحجاز لوجو ایسا ظالم اور خونخوار حاکم تھا کہ تواریخ اسلام میں اُس سے زیادہ کوئی خونخوار اور ظالم نہیں ملسکتا عبدالملک نے مکہ میں بھیجا جس نے مکہ کو فتح کر کے عبداللہ بن زبیر کو سنہ ۶۹۲ء میں مروا ڈالا۔

کبوتر حرم عبدالملک نے تخت نشینی سے پہلے مدینہ میں دین الہٰی اور علم دین اسقدر محنت سے حاصل کیا تھا کہ اسکا لقب مسجد کا کبوتر پڑ گیا۔ اس لئے کہ مثل اس پرندہ کے وہ اس پاک مزار سے کبھی باہر نہیں نکلتا تھا۔ رات دن وہیں رہتا تھا اور قرآن شریف پڑھا کرتا تھا جبکہ اسے اسکے باپ مروان کے مرنے کی خبر اور اسکے تخت نشین ہونے کی اطلاع دی گئی تب اس نے قرآن شریف کو جسکو وہ اس وقت پڑھ رہا تھا یہ کہکر بند کیا کہ "اب میں تم سے جدا ہوتا ہوں" اور اسکے بعد وہ بالکل سلطنت کے کاموں میں مصروف اور مشغول ہو گیا۔

صخرہ عبدالملک بن مروان کا سب سے بڑا عظیم الشان کام بیت اللحم کی چٹان پر قبہ کی عالیشان عمارت کی تعمیر ہے یہ عمارت گو خاصکر پولیٹکل ضرورتوں کیوجہ سے بنائی گئی تھی اور نیز اس غرض سے

---

(۱) مسٹر پامر نے الحجاز لکھا ہے۔ دراصل نام حجاج ہی یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہی خلیفہ عبدالملک نے بعد اس کے اس کو عراق کا گورنر مقرر کر دیا اس کا ظلم حاتم کی سخاوت سے کم مشہور نہیں ہی حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر آئمہ مذہب اور پیشوایان دین پر تھیں صحابہ کرام اور عامہ مسلمین کی تعداد جو حجاج نے قتل کرائی ایک لاکھ بیس ہزار ہے اس کے ظلم کی انتہائی تعریف یہ ہی جو عمر بن عبدالعزیز نویں خلیفہ خاندان بنی اُمیہ نے کی ہی کہ اگر اور پیغمبروں کی امتیں سب ملکر اپنے اپنے زمانہ کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ میں لاویں تو البتہ ہمارا پلہ بھاری رہیگا) بے سقف قید خانہ اسی کا ایجاد ہی۔ مرد عورت سب کو ایک زنجیر میں اس نے قید کیا صحرا نشین لوگوں کے اٹھ پران کے اور ان کی ولادت گاہ کے نام گدوائے۔ سب سے پہلے جس کے دربار میں ہزار خوان کھانیکے اہل مجلس کے سامنے رکھے گئے وہ یہی حجاج ہے ۱۲ مصباح احمد۔

(۲) بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے اندر یہ چٹان ہے اس کا نام صُخرہ ہی اول اول سب مسلمان نماز صخرہ بیت المقدس کیجانب پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلعم نے بھی بعد ہجرت ۱۶ ایام اسیطرف صخرہ شریفہ کے نماز پڑھی بعد ازاں بحکم وحی کعبہ شریف کیطرف نماز پڑھنے لگے مسجد اقصیٰ کی بنا حضرت داود علیہ السلام نے ڈالی تھی پھر دوبارہ اسکو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی رفعت و شان کیساتھ بنائی اور نیز ایک زمردین قبہ طلائی (باقی صفحہ آیندہ)

تاکہ حاجی مکہ (شریف) کو نہ جایا کریں جو اسکے حریف عبداللہ بن زبیر کا دارالخلافہ تھا تاہم یہ عمارت اس کی فیاضی کی ہمیشہ رہنے والی یادگار ہے۔

خاندان بنی امیہ پر زوال آنیکا سبب

عبدالملک کی وفات پر تخت خلافت پر اس کا بڑا بیٹا ولید اس شرط سے جانشیں ہوا کہ ولید کی وفات پر تخت خلافت پر عبدالملک کا دوسرا بیٹا سلیمان ولید کا جانشین ہووے مگر ولید یہ چاہتا تھا کہ میرا بیٹا عبدالعزیز میرے بعد جانشیں ہو اسلئے ولید نے سابقہ انتظام کو یعنی اپنے بھائی سلیمان کی جانشینی کو منسوخ کرنا چاہا۔ حجاج اور دوسرے سرداروں کی مدد سے ولید نے اپنے برادر سلیمان سے حق خلافت کا باضابطہ باز دعویٰ لینے کی تدبیر نکالی۔ سلیمان نے یمنی سرداروں سے مدد چاہی۔ اب ہر دو فریقین کے چھپے ہوئے حسد اور غصہ کی دبی ہوئی آگ بھڑک اٹھی تمام سلطنت میں بغاوت اور خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کا نتیجہ آخر کار یہ نکلا کہ بنی امیہ کے خاندان پر ادبار اور زوال آ گیا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶) تیار ہوا۔ دنیا کے بڑے بڑے عجائبات میں سے ایک یہ عمارت بھی ہے۔ صخرہ شریف اسکے اندر رہا اور وہ عمارت ۴۰۳ برس تک قائم رہی پھر ۶۰۰ سال قبل مسیح علیہ السلام کے بخت نصر بادشاہ نے مسجد اقصیٰ پر فوج کشی کی اور بنی اسرائیل کو قتل اور ہلاک کیا شہر اور مسجد اقصیٰ کو جلا دیا اور ڈھا کر پاٹ ڈالا اور تمام سونا اور چاندی لوٹکر لیگیا جب رومی غالب ہوئے انہوں نے از سر نو اس قبہ کی تعمیر کی اور ایک عرصہ کے بعد خود اسکو خراب کر دیا یہانتک کہ اس میں کوڑا کرکٹ پڑنے لگا۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اسکی شکست وریخت کی ترمیم کی اور خادم اور موذنین اور مصارف ضروریہ اسکے مثل فرش اور روشنی کے مقرر کئے پھر عبدالملک بن مروان نے اپنی خلافت کے سال یعنی ۶۶ھ میں سات سالہ خراج مصر کے صرف سے عمارت مسجد اقصیٰ اور قبہ صخرہ شروع کی ۵ سال تک بڑے اہتمام کے ساتھ یہ عمارت تیار ہوا کی ۷۳ھ ہجری میں پوری ہوئی اور اسکے عہد میں درمیان زنجیر قبۃ الصخرہ کے ایک بیش قیمت بڑا موتی اور دونوں سینگ دُنبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور تاج کسریٰ معلق تھا پھر جب بنی ہاشم کی سلطنت ہوئی ان چیزوں کو کعبہ شریف میں لے آئے۔ مسٹر پامر کا یہ خیال کہ یہ عمارت اس غرض سے بنوائی گئی تھی کہ حجاج لوگ مکہ نہ جایا کریں درست نہیں کیونکہ حج سوائے کعبہ کے اسلامی مذہب میں دوسری جگہ نہیں ہو سکتا غرض یہ تعمیر محض ثواب یا یادگار کی نیت سے خلیفہ عبدالملک نے بنوائی تھی۔ اس خلیفہ کا لقب الموفق لامر اللہ تھا اسلام میں یہ اول خلیفہ ہے جس نے درہم و دینار پر سکہ منقوش کیا۔ سکہ میں ایک طرف اللہ احد اور دوسری طرف اللہ الصمد (بقیہ آیندہ)

خلیفہ عمر وابن عبدالعزیز

ولید ۹۶ھ؁ مطابق ۷۱۵ء؁ مر گیا اور اس کا بھائی سلیمان اُس کا جانشین و خلیفہ مقرر ہوا اس نے بھی مثل اپنے بھائی کے یہ چاہا کہ اُسکے بعد بھی اس کے بیٹوں میں سے ایک نہ ایک اُس کا جانشین مقرر ہو لیکن اپنے مشیروں کی صلاح پر کاربند ہو کر سلیمان اس ارادے سے باز رہا اور اپنی مہری اور دستخطی ہدایتیں تحریر کر گیا کہ میری وفات کے بعد عمر وابن عبدالعزیز جو مروان کا پوتا ہے میرا جانشین ہوئے چنانچہ اس کے مطابق اسکی وفات کے بعد عمر وابن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے[1]

مسلمانوں کی سلطنت کی وسعت

عبدالملک اور ولید دونوں خلفاء کے دوران حکومت میں سلطنت کی حدود متواتر اور مسلسل فتوحات سے بہت بڑھ گئیں اور ایک عظیم الشان سلطنت ہو گئی۔ ممالک اسپین (اندلس) ہندوستان اور سنٹرل ایشیا یہ سب سلطنت میں شامل ہو گئے۔ عبداللہ ابن زبیر کی وفات اور مکہ شریف کے فتح ہو جانے سے ملک عرب میں بھی امن و امان اور خاموشی ہو گئی۔ حجاج جس نے کہ ملک عرب میں یہ فتوحات حاصل کی تھیں صوبجات عراق کا گورنر مقرر رہا۔ ملک عراق اس وقت بڑی بدنظمی کی حالت میں تھا اور مخل امن و امان ہو رہا تھا۔ حجاج نے وہاں بڑی خونریزی اور ظلم سے حکومت کی۔

خاندان بنی امیہ میں سے ولید اولوالعزم بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ تھا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲) مضروب کیا گیا قبل اسکے درم اور دینار رومی اور کسرای مروج تھے ۱۲ مصباح الدین احمد عفی عنہ

[1] موافق اس بشارت کے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ترجمہ بیشک اللہ تعالیٰ اٹھاویگا اس امت کیلئے سر سے پر ہر صدی کے ایسا شخص کہ تازہ کرے اس کیلئے دین اسکا سو ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا کرتا رہا اور اسکے ہاتھ سے تجدید دین کی ہوتی رہی اور آئمہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مجددین کے وجود سے دین متین اسلام کی بنیاد اور اساس مستحکم اور مضبوط ہوتی رہی چنانچہ اول صدی کے مجدد عمر ابن عبدالعزیز ہوئے جو نویں خلیفہ بنی امیہ کے ہیں۔ انکی خلافت میں تمام ملک میں عدل و انصاف علم و عمل خیر و برکت میں گویا دوبارہ تازہ جان پڑ گئی ایک مدت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خطبوں میں جو لعن وطعن پڑھا جاتا تھا ایک لخت موقوف کر دیا گیا۔ بنو امیہ شہزادوں کی جاگیریں چھین لیں جہاں جہاں ظالم اور سفاک عمال اور حکام تھے یک قلم سب کو معزول و موقوف کر دیا سب سے بڑھکر یہ کہ علوم کو وہ رونق دی کہ گھر گھر یہی چرچے پھیل گئے۔ امام زہری کو حکم دیا کہ حدیثوں کو یکجا کریں جب حدیثوں کا یہ مجموعہ تیار ہو گیا تو ممالک اسلام میں اس کی نقلیں بھجوائیں ۱۲۔ مصباح۔

یزید ثانی جو عمر ابن عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے بعد تخت نشین ہوا اس کے عادات و اطوار اچھے نہ تھے۔ اگرچہ یزید ثانی کو یا یہ کہو کہ اسکے بھائی مسلمہ کو یمنی فرقہ کی ایک زبردست بغاوت کے فرو کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لیکن اس فتح کے حاصل کرنے میں جس قدر کشت و خون ہوا۔ اسکی وجہ سے اُن قوموں میں جو بر سر عناد تھیں اور بھی زیادہ حسد اور نفرت اور دشمنی بڑھ گئی۔

یزید ثانی ۷۲۴ء میں مرگیا اور اس کا بھائی ہشام اس کا جانشین ہوا۔

ہشام

ہشام نے مختلف صوبجات میں بجائے اپنے بھائی بندوں کے یعنی اپنے خاندان کے لوگوں کی جگہ یمنی سرداروں کو اپنا نائب مقرر کیا۔ ابتک ان عہدوں پر صرف بنی اُمیہ ہی ہوا کرتے تھے۔ اس طرح سے ہشام کچھ عرصہ کے لئے اپنی سلطنت کے ایک حصہ میں امن و امان قایم کرنے میں کامیاب ہوا لیکن اسکے بخل اور کنجوسی کی وجہ سے اسکی رعایا کو اس سے محبت نہیں رہی ہشام ۷۴۳ء میں مرگیا اور اس کا بھتیجا ولید ثانی جانشین ہوا۔

ولید ثانی

ولید ثانی بڑا زانی اور فضول خرچ تھا اس نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی وہ تمام خزانے اڑا ڈالے اور خرچ کر دیئے جنکو ہشام نے جوڑ جوڑ کر جمع کیا تھا۔ ولید ثانی کی یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے قرآن شریف سے ایک فال نکالی۔ جیسا کہ یورپ میں مڈل ایجز[1] میں ورجل[2] کی کتاب سے فال نکالا کرتے تھے۔ تو فال میں قرآن شریف کی یہ آیت نکلی جسکا ترجمہ یہ تھا کہ "سرکش اور ظالم بادشاہ ہمیشہ مایوس رہتے ہیں اور اپنی مُراد کو نہیں پہنچتے"، اس پر ولید ثانی کو نہایت غصہ آیا اور پاک قرآن کو زمین پر غصہ سے پھینک دیا اور زنی البدیہ یہ دو شعر پڑھے جنکا مطلب

قرآن کیساتھ سوء ادبی کرنیکا نتیجہ

---

[1] یورپ میں مڈل ایجز کا زمانہ (گو ٹھیک ٹھیک طور سے تو اس زمانہ کا کہ کب سے شروع ہوا اور کب ختم ہوا کوئی خاص تعین نہیں ہوا) ہزار برس کا عرصہ سمجھا جاتا ہے جو پانچویں صدی عیسوی سے شروع ہو کر پندرھوں عیسوی صدی کے اختتام پر ختم ہوتا ہے۔ ۱۲

[2] ورجیل زمانہ قدیم کا اٹلی کا ایک شاعر ہے اس کے اشعار رزمیہ ہوا کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ستر برس پیشتر پیدا ہوا اور ۱۹ برس قبل مسیح کے مرگیا کئی کتابیں اسکی تصنیف کی مشہور ہیں منجملہ انکے اینیڈ اور بکولس بہت مشہور ہیں۔ مصباح۔

یہ تھا کہ میں سرکش اور ظالم بادشاہ ہوں کیا تو مجھے ڈراتا ہے درحقیقت میں ایک ظالم اور سرکش بادشاہ ہوں، تو سچا ہے جب کہ حشر کے روز تو خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہو تو کہہ دینا کہ ولید کے دہنے ہاتھ سے تو اس طرح پھاڑا گیا؛؛

تمام مورخین کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ولید ثانی مار ڈالا گیا۔

ولید ثانی بوجہ اپنی فیاضیوں اور سخاوتوں کے اپنی رعایا میں ہردلعزیز ہوگیا تھا اس وجہ سے اس کو بھی اپنے بیٹے کو اپنا ولیعہد مقرر کرنے کی تحریص ہوئی اس نے بھی وہی خوفناک تجربہ کیا یعنی اپنے بیٹوں میں سے ایک کو جو نہایت ہی خوردسال تھا اپنا جانشین مقرر کردیا ہشام اور ولیعہد اول کے بیٹوں نے اس بات سے فطرتی طور سے مخالفت کی اور ولید ثانی کی حکومت کے برخلاف سازشیں شروع کردیں اسی اثنا میں ولید ثانی نے اس سے بھی بڑھکر یہ غلطی کی کہ یمنی سرداروں میں سے ایک سردار کو جو نہایت ہردلعزیز تھا اور ولید اوّل کے زمانہ میں صوبہ عراق کا گورنر بھی رہ چکا تھا اور اب امن وامان سے دمشق میں سکونت پذیر تھا۔ اُس کے ایک پولٹیکل دشمن کے حوالے کردینے اور مار ڈالنے کی اجازت دیدی یمن کی تمام قوموں نے اپنی قوم کے اس مقتول آدمی کا بدلہ لینے کیلئے بغاوت کردی او ولید اوّل کے بیٹے یزید کو اپنا پیشوا اور سردار مقرر کرکے ولید ثانی پر حملہ کردیا اور اس کو مار ڈالا۔ ولید ثانی کی جگہ یزید سوم خلیفہ مقرر ہوا یزید سوم نے صرف ۶ ماہ خلافت اور حکومت کی یہ خلیفہ ۷۴۴ء میں مرگیا اور مروان اوّل کا پوتا مروان ثانی اس کا جانشین اور خلیفہ مقرر ہوا۔ مروان اس وقت آرمینیا اور آذربائجان کا گورنر تھا۔ مروان نے قواعدداں سپاہیوں کے ایک لشکر عظیم کے ساتھ جس میں کہ بالکل مُضری نسل کے عرب تھے یمنیوں کی ایک فوج کثیر کو جو غیر قواعدداں تھی بڑی آسانی سے شکست دی جنہوں نے یزید کے بھائی ابراہیم کو خلیفہ مشہر کردیا تھا انکو شکست دیکر مروان نے حکومت اور خلافت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

مروان ثانی تمام سلطنت میں بغاوت ہوجانا۔

مروان ثانی اپنی قوم مُضری کی بڑی طرفداری کیا کرتا تھا اسلئے یمنی عربوں میں اس کی جانب سے بددلی کا ایک طوفان پھیل گیا۔ دوسری قوموں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور

ابن عباس رضی اللہ عنہ

اور سلطنت کے تمام طول و عرض میں یکساں بغاوت پھیل گئی۔ مروان ثانی کی برموقعہ اور فوری زبردست تدابیر سے ملک شام میں بہت جلد امن ہو گیا۔ ملک عرب جس پر خارجیوں نے قبضہ کر لیا تھا مروان نے سب کا سب فتح کر لیا۔ اس عرصہ میں ایک نئی بغاوت اور واقع ہوئی جس نے تمام واقعات کی رو کو پلٹ دیا۔

اب تک ہم نے محمد صاحب (صلعم) کے خاندان کی ایک شاخ کا بہت تذکرہ نہیں کیا جسکی تقدیر میں بھی اسلام کی تاریخ میں بہت بڑا کام انجام دینا تھا یعنی عبدالمطلب کے ایک اور بیٹے عباسؓ کے خاندان کا۔ عباسؓ پیغمبر صاحب کے چچا تھے۔ اگرچہ اول اول عباسؓ نے مذہب اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن آخر کار انہوں نے یہ مذہب اختیار کر لیا اور ان کے بیٹے عبداللہ جو ابن عباسؓ کے نام سے زیادہ تر مشہور ہیں مذہب اسلام کے بڑے عالم اور فاضل تھے۔ ان کی رائے قرآن شریف کے علم اور اس کی تفسیر کے لئے سب سے زیادہ مستند مانی جاتی ہے۔

ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے کئی بیٹے ہوئے۔ لیکن ان کے سب سے چھوٹے بیٹے علیؓ کے اولاد ہوئی اور علی کے بیٹے عبداللہ نے اول اول خلافت کی خواہش کی اور یہی عبداللہ ہیں کہ جو خلفائے عباسیہ کے مورث اول ہوئے ہیں۔

محمد ابن عباس نے علی ابن ابی طالب کی اولاد کا ساتھ دیا اور انکی رفاقت کی آخر کار لوگوں نے ان کو امام یعنی پیشوائے دین تسلیم کر لیا اس کے بعد فوراً ہی انہوں نے ایران میں اپنے مذہبی مسئلوں کو شائع کرنا شروع کر دیا۔ ایران میں بغاوت کے لئے ہر ایک چیز تیار تھی کیونکہ فاتح عرب مفتوح ایرانیوں مثل جنگلی قوم کے رہتے تھے۔ اور ان سے حقارت سے پیش آتے تھے۔ ایرانیوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے بالکل علیحدہ رہتے تھے اور ہر طور سے ایرانیوں کی معزور اور زود رنج خلقت کو صدمہ پہنچاتے تھے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن ایرانیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ علی اور ان کے خاندان کے بڑے سرگرم طرفدار ہو گئے۔ اسلئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ عباسیوں کے نقیب یا جاسوسوں نے باتیں ساسانی بادشاہوں کی مناقب رعایا نے فوراً سننا شروع کر دیں۔ محمد ابن عباس ۱۲۴ھ میں مر گئے اور ان کے

بیٹے ابراہیم کو لوگوں نے امام تسلیم کیا۔

ابومسلم

ایران میں عباسیوں کے خفیہ جاسوس برابر اپنی کارروائیوں میں مشغول تھے اب ایک موقعہ لڑائی اور سرکشی کے لئے مناسب آگیا۔ یمنی اور مضری اقوام کی مسلسل اور علانیہ لڑائیاں تمام سلطنت میں اور خاص کر خراسان میں ہو رہی تھیں ابراہیم نے ایک شخص ابومسلم نامی کو اپنا رفیق بنالیا۔ ابومسلم کے نسب وغیرہ کا حال تو معلوم نہیں لیکن وہ ایک بڑا عقلمند اور اُلوالعزم بہادر سپاہی تھا۔ اور اسکو خاندان عباسیہ سے بہت الفت تھی۔ امام ابراہیمؒ نے ابومسلم کو اسکے وطن صوبہ خراسان میں اپنا کارندہ مقرر کر دیا۔ اسی اثنا میں امام زین العابدین خلف امام حسینؑ کا ایک پوتا جو جائز اور مستحق امام تھا مار ڈالا گیا۔ ابومسلم نے اسکی نعش دفن کی اور اپنے تمام پیرؤں کو حکم دیا کہ وہ کالے کپڑے پہن لیں۔ ابومسلم نے خود ایک سیاہ جھنڈا لیا۔ یہ سیاہ پوشش اپنے پیشوا یا امام کی وفات پر اظہار رنج کے لئے تھی اس دن سے سیاہ رنگ خاندان عباسیہ کا مخصوص رنگ ہو گیا۔ خراسان کی آبادی کے ایک بڑے حصے نے فوراً یہ ماتمی لباس پہن لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباسیوں کی تجویزیں وہاں کسقدر جلد کامیاب ہوگئیں۔ ابومسلم نے اپنے تئیں کافی طور سے ایک لشکر عظیم کا سردار پاکر علانیہ بغاوت کر دی اور ایک لشکر عراق کے فتح کرنے کو بھیجدیا۔ کوفہ والوں نے فوراً اطاعت کر لی کیونکہ ان کو یہ امید ہوگئی کہ علیؓ کا خاندان اب پھر بحال اور بدستور سابق پیشوا ہو جائیگا۔

عبداللہ عباسی کا خلیفہ مقرر ہونا

اس اثنا میں ایک خط جو ابومسلم نے امام ابراہیم کو بھیجا تھا مروان کے ہاتھ پڑ گیا اور امام ابراہیم کو مروان نے مروا ڈالا مگر انہوں نے قبل اسکے ایک خط کسی ترکیب سے بھیجکر اپنے بھائی عبداللہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ یہ عبداللہ کوفہ میں خلیفہ مشتہر کئے گئے۔ مروان نے اگرچہ بڑی بہادری سے جی توڑ کر ان کا مقابلہ کیا لیکن اس کو شکست ہوئی اور بالائی مصر میں مروان بڑی عقوبت سے قتل کر دیا گیا۔

بنی امیہ کا قتل ہونا

نئے خلیفہ عبداللہ نے اپنی خلافت اور حکومت نہایت خونریزی اور کشت وخون سے شروع کی۔ خاندان بنی امیہ کے ہر ایک فرد بشر کو اور اس کے طرفداروں کو تہ تیغ بیدریغ کیا ایک دفعہ خاندان بنی امیہ کے ستر سے زیادہ اشخاص کو خلیفہ عبداللہ نے اپنے محل میں بلا کر جنبے

کہ اس نے معافی خطا کا اقرار کر لیا تھا۔ دغا بازی سے مروا ڈالا۔ اور نطع یا چمڑے کے وہ طشت جو قتل کرنیکے وقت استعمال کئے جاتے تھے انکو بطور دسترخوان کے بنی امیہ کی نعشوں کو ہموار کرا کے انکے اوپر بچھوا دیا اور اسپر بیٹھ کر کھانا کھایا مقتولین میں سے اگر کسی سسکتے ہوئے آدمی کے ایک آدھ سانس کی آواز آجاتی تھی تو اس پر خوب قہقہہ لگاتا اور تمسخر کرتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا لقب السفاح یعنی خونریز مشہور ہو گیا۔ السفاح نے چار برس اور کچھ مہینے حکومت کی اور سنہ ۷۵۴ء میں مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی ابوجعفر الملقب بہ منصور اس کا جانشین اور خلیفہ مقرر ہوا۔ دربار خلافت میں منصور کی حکومت میں ایرانیوں کا زیادہ غلبہ ہو گیا۔ تمام سلطنت میں ابومسلم خراسانی کہ جس کی وجہ سے عباسیوں کو حکومت اور ثروت ملی تھی سب سے زیادہ طاقتور اور مقتدر آدمی تھا۔ لیکن عربوں کو یہ بات دل سے پسند نہ تھی اور خلیفہ منصور نے خود بھی اپنی قوم کی دولت اور ثروت اور حکومت کے بانی کو اپنے سے علیحدہ کرنا چاہا۔

خلیفہ منصور عباسی

المنصور نے بہزار دقت اور اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی جھوٹی جھوٹی قسمیں کھا کے ابومسلم کو اپنی ملاقات کے لئے بلوایا اور کئی دن تک نہایت شان و شوکت سے اس کی دعوتیں اور ضیافتیں کیں تاکہ اس کو کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو اور موقعہ پا کر اسکو بڑی بے رحمی سے مروا ڈالا۔ المنصور بڑا سخت گیر نہایت بخیل اور کنجوس بادشاہ تھا۔ یہ خلیفہ سنہ ۷۷۵ء میں مر گیا اور اس کا بیٹا محمد الملقب بہ المہدی اس کا جانشین ہوا۔

ابومسلم کا قتل ہونا

مہدی کی خلافت

مہدی عادات و اطوار میں اپنے باپ کا بالکل عکس تھا اُس کا وزیر اور مشیر خاص یحیےٰ ابن داؤد تھا۔ یحیےٰ نسلاً ایرانی اور مذہباً شیعہ تھا یحیےٰ ابن داؤد کی وزارت میں ایرانیوں کو اور بھی زیادہ اقتدار حاصل ہوا۔ وہ مذہب اسلام سے بے پروائی اور علانیہ طور سے حسد کرنے لگے۔ اس نے علیؑ کی اولاد میں سے ایک شخص کو قتل کرنے میں غفلت کی اور اس طرح اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں سہل انکاری کرنے سے مہدی اس سے ناراض ہو گیا اور اسکو قید خانہ میں مقید کر دیا۔ جہاں سے وہ بزمانہ خلافت ہارون الرشید رہا ہوا۔

حکیم المقنع

مہدی کے دوران خلافت میں ایک شخص المقنع[۱] نامی نے نبوت اور پیغمبری کا دعوے کیا۔ یہ برقع پوش پیغمبر خراسانی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

مہدی سنہ ۷۸۵ء میں مرگیا اور یہ وصیت کر گیا کہ میرے بعد میرا بیٹا الہادی میرا جانشین ہو۔ اور جبکہ ہادی مرجاوے تو میرا دوسرا فرزند ہارون الرشید تخت خلافت پر متمکن ہووے ॥

باب اوّل

ہارون الرشید کی تخت نشینی

ولادت

ہارون الرشید بغداد کے خلفاء عباسیہ میں سے پانچواں خلیفہ ہے۔ اسکا پورا نام ہارون بن محمدؐ ابن عبداللہ ابن محمدؐ ابن علی بن عبداللہ ابن عباسؓ ہے ایک روایت کے بموجب ہارون ماہ ذی الحجہ کے آخری دن سنہ ۱۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مارچ سنہ ۷۶۳ء میں اور دوسری روایت کے موافق یکم محرم سنہ ۱۴۹ ہجری مطابق ۱۵ فروری سنہ ۷۶۶ء میں شہر رے میں پیدا ہوا۔

سن جلوس

ہارون الرشید کی عمر تخت نشینی کے وقت بائیس برس کی تھی۔

علمی فضیلت

تمام مورخین کا جنھوں نے کہ اسکی سوانح عمری لکھی ہے اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام خلفائے سے بڑھکر ہارون جامع جمیع صفات۔ بڑا عالم اور فاضل۔ بلیغ و فصیح اور بہت ہی فیاض اور سخی تھا اگرچہ اُسکا نام زبان زد خاص و عام ہے اور اسکے زمانہ کے بہت سے مشاہیر کا بھی بوضاحت تواریخ میں ذکر آتا ہے لیکن درحقیقت عوام الناس کو ہارون الرشید کے خانگی حالات اور ذاتی تعلقات کا بہت کم علم ہے۔

[۱] صرف نبوت ہی کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ حکیم المقنع نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا یہ حکیم پستہ قد یک چشم باشندہ مرو تھا اپنے علمی کمالات سے چاہ نخشب میں سے ایک مصنوعی چاند نکالا جسکی روشنی ۱۰ میل تک پہنچتی تھی لیکن مقام ماوراء النہر میں سنہ ۱۶۱ھ میں جب اس نے علم بغاوت بلند کیا اور خلیفہ کا لشکر مقابلہ میں صف آرا ہوا تو اس نے قلعہ بند ہوکر خودکشی کر لی۔ ۱۲۔ مصباح احمد

ہمارا ارادہ ہے کہ اس کتاب میں ہارون الرشید کی زندگی کے سوانح صرف بحیثیت شہنشاہ اسلام ہی کے نہیں بلکہ بطور عام آدمی کے بھی اسکا حال تحریر کریں۔ اسی اولوالعزم شہنشاہ کی وجہ سے جوکہ بھیس بدل کر پاپیادہ بغداد اور اسکے قرب وجوار میں پھرا کرتا تھا الف لیلہ کے بہت سے بامذاق واقعات مرتب ہوئے ہیں۔

مذہبی عقائد

ہارون الرشید مذہبی عقائد اور احکامات کا بڑا معتقد اور سخت پابند تھا اور جو باتیں کہ ایک سچے پاک باز مسلمان میں ہونا چاہئیں یعنی خیالات میں مذہبی احکام کی پابندی اور روز مرہ کے امورات میں مذہبی باتوں کی اطاعت یہ سب باتیں اس میں موجود تھیں۔

ہر دوسرے برس باستثنائے چند سال کے وہ حج کیلئے مکہ شریف کو جاتا۔ اور جس سال نہ جاتا اس سال اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرتا تھا۔ ہارون الرشید حج کیلئے ہمیشہ پیدل چلا کرتا۔ بغداد اور مکہ شریف کے درمیان فاصلہ بعید ہے اس خشک اور دہوپ کی طپش سے جلے ہوئے ریگستان کا (جس میں سے حج کیلئے مکہ کی آمد و رفت میں اسکو سفر کرنا پڑتا تھا) جب خیال آتا ہے تو اس امر سے اس کی غیر زایل اولوالعزمی اور عادات کا استقلال بخوبی معلوم ہو سکتا ہی۔ صرف ہارون الرشید ہی ایسا بادشاہ گذرا ہے کہ جس نے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے اسقدر سخت مصائب اپنے اوپر برداشت کر رکھے تھے اور غالبًا ہارون الرشید ہی ایک ایسا شخص ہوا ہے کہ جو معمولی پنجگانہ نمازوں کے علاوہ سو رکعتیں نفل روزمرہ پڑھا کرتا تھا۔ اور اس سے کبھی بھی مضمحل اور دل برداشتہ نہیں ہوتا تھا۔ جب ہارون الرشید حج کو جاتا تو اسکے ہمراہ ایک سو علماء اور فضلاء مع اپنے اپنے لڑکوں کے ہوا کرتے تھے اور جس سال کہ وہ مکہ شریف کو نہ جاتا تو اپنی جگہ تین سو آدمیوں کو حج کرنے کیلئے بھیجا کرتا اور ان کے سفر کے لئے بڑی فیاضی سے زاد راہ مہیا کرتا تھا۔ اسکا زہد اور ریاضت حقیقت میں خالص اور ریا سے بالکل خالی تھی۔

فیاضی و سخاوت

ہارون الرشید کے اطوار اور عادات اسکے پیش رو خلیفہ منصور سے بہت ہی ملتے جلتے تھے۔ مگر ہارون الرشید میں منصور سے یہ بات زیادہ تھی کہ وہ فیاض اور سخی بہت تھا۔ مثل منصور کے ہارون الرشید بھی علوم اور فنون کا بڑا شایق اور خاصکر شاعری سے بہت شوق رکھتا تھا۔ عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ہارون الرشید کو

بہت ہی خوشی حاصل ہوتی تھی۔

ابوالعتاہیہ شاعر نابینا

ایک دفعہ ہارون الرشید نے بڑی شان شوکت سے ایک مجلس ضیافت ترتیب دی جسمیں ابوالعتاہیہ کو بھی مدعو کیا۔ یہ اس زمانہ کا ایک نہایت مشہور نابینا شاعر تھا۔ بعد ختم طعام خلیفہ ہارون الرشید نے شاعر مذکور سے کہا کہ اس وقت کی خوشی اور مسرت کے حسب حال کوئی شعر سناؤ۔ ابوالعتاہیہ نے ایک شعر حسب الحکم خلیفہ کے سنایا جس کا مضمون یہ تھا کہ "خدا کرے بلند قلعہ کے سایہ میں تیری زندگی سچی خوشی کے ساتھ بسر ہوتی رہے"۔

اس کو سنکر ہاروں الرشید نے کہا آفریں! شاباش!

ابوالعتاہیہ نے پھر دوسرا شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ:۔

"دعا ہے کہ ہر صبح وشام تیری ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش تک کو اللہ تعالیٰ خیال کرنے سے پہلے ہی مہیا اور موجود کر دیا کرے"!

اس کو سنکر امیر المومنین نے کہا کہ مرحبا!

ابوالعتاہیہ نے پھر دو شعر اور پڑھے جنکا مضمون یہ تھا کہ:۔

"لیکن جب قریب موت کے تیرے سانس سے تجھکو سینہ میں رک رک کر تنفس ہونے لگے گا اس وقت بلا شبہ تجھکو یہ معلوم ہوگا کہ یہ تمام دنیا فانی اور دھوکے کی ٹٹی تھی"!

ان اشعار کو سن کر خلیفہ کو رقت ہوئی اور اس کی آنکھوں سے پے در پے آنسو رواں ہونے لگے۔ یہ دیکھکر فضل نے جو یحییٰ وزیر اعظم کا بیٹا تھا اور جس کا حال ہم اس کتاب میں آیندہ بالتفصیل تحریر کرینگے۔ ابوالعتاہیہ کیطرف مڑکر نصیحتانہ لہجہ میں اس سے یہ کہا کہ امیر المومنین نے تو تم کو اس لئے بلایا تھا کہ تمہارے اشعار سنکر خوشی اور انبساط حاصل ہو اور تم نے ایسے اشعار سنائے کہ جس سے امیر المومنین کو رنج ہوا اس قسم کے اشعار کا یہ کیا موقع تھا اس پر ہارون الرشید نے فضل کو روکا اور کہا کہ نہیں فضل نہیں۔ ابوالعتاہیہ کو کچھ مت کہو۔ اس کو صرف یہ معلوم ہوا کہ اس دنیا میں ہم اندھے ہو رہے ہیں اور اس کا دل نہیں چاہتا کہ ہم یہاں اس سے زیادہ اور اندھے بنے رہیں۔

علمار کا ادب

ہارون الرشید علمار اور فضلار کا ادب اور لحاظ کرنے کیلئے مشہور ہے۔ ابو معاویہ ایک نابینا عالم تھے ان کی ہارون الرشید نے ایک روز دعوت کی جب دسترخوان پر کھانا کھانے کیلئے آکر بیٹھے ایک شخص نے آکر حسب دستور ممالک شرقی آفتابہ اور چلیچی لاکر اُن کے ہاتھ دھلوائے ابو معاویہ نابینا تھے اس لئے درحقیقت اُن کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ ان کے ہاتھ کس شخص نے دھلوائے یہ امر اُن کو اسوقت معلوم ہوا جبکہ ہارون الرشید نے خود کہا کہ میں نے ہی آپ کے ہاتھ دھلوائے ہیں ابو معاویہ نے کہا کہ امیر المومنین آپنے میرے ہاتھ دھلانیکی تکلیف گوارا فرمائی اغلباً اس امر سے آپ کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آپ علم اور فضل کا اسقدر پاس اور لحاظ فرماتے ہیں؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ ہاں بیشک یہی بات ہے۔

یحیٰی ابن خالد برمکی

ہارون الرشید کی تخت نشینی یحیٰی ابن خالد ابن برمک کی محض اصابت رائے۔ ہوشیاری اور عقلمندی سے عمل میں آئی۔ یہ ہارون الرشید کا سکرٹری تھا اور جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا تب یحیٰی کو اس نے اپنا وزیر اعظم مقرر کیا مسلمانوں میں ان کے قانونِ[1] وراثت کی رو سے بادشاہ کا سب سے بڑا بھائی یا اس کا ذکور رشتہ دار ولیعہد سلطنت ہوا کرتا ہے لیکن تمام مسلمان بادشاہوں نے اپنی اولاد صلبی کی خاطر ہمیشہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق تلف کرنے کی کوشش کی الہادی بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں رہا اس نے اپنے بھائی ہارون الرشید کو حقوق سلطنت سے محروم کرنے اور اپنے صلبی بیٹے جعفر کو اپنا ولیعہد

[1] سلطنت کے بارے میں یا تخت نشینی کے لئے مسلمانوں کا کوئی قانون وراثت نہیں ہے۔ اصل قانون وراثت تخت نشینی کے لئے مسلمانوں کے ہاں یہ ہے کہ جس پر اجماع ہو جاوے وہی بادشاہ تسلیم کر لیا جاتا ہے مگر اب یہ بات نہیں کیونکہ اب تو کئی ایک الگ الگ سلطنتیں مسلمانوں کی ہیں اور ہر ایک سلطنت اپنے اپنے رسم و رواج کیموافق جیسی مصلحت دیکھتی ہے ویسا عملدرآمد کرتی ہے۔ مسلمانوں کا قانون وراثت یہ ہرگز نہیں ہے جیسا کہ مسٹر پامر نے لکھا ہے زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ اگر کوئی عام مورخ یہ بات لکھتا تو چنداں قابل غور نہ تھی لیکن مسٹر پامر جیسے فاضل کی اور یہ رائے اور نیز پامر صاحب کا یہ قول کہ تمام مسلمان بادشاہوں نے اپنی صلبی اولاد کی خاطر اپنے رشتہ داروں کا حق تلف کرنیکی کوشش کی محض ناانصافی ہے۔ ایک دو نے اگر ایسا کیا بھی تو مثل "النادر کالمعدوم" ہے سب پر الزام عاید نہیں ہو سکتا سب بادشاہان اسلام کو مورد الزام سمجھ لینا انصاف سے بعید ہے ۱۲ مصباح۔

اور جانشین مشتہر کرنیکا خیال کیا۔ یحییٰ برمکی اس زمانے میں ہارون الرشید کا سکرٹری تھا اور اس کو یہ امید تھی کہ اگر میرا آقا ہارون الرشید تخت نشین ہو جائے گا تو مجھکو عہدہ محتشمہ وزارت ضرور عطا فرمائے گا۔

ہادی اور یحییٰ کا مشورہ

ہادی نے خیال کیا کہ اس بارہ میں اول یحییٰ کو اپنی رائے سے متفق کر لینا چاہیئے اس لئے اس نے ایک دن یحییٰ کو بلوایا اور اس کو تخلیہ میں لے گیا اور بیس ہزار دینار انعام دے کر اور خلعتِ فاخرہ مرحمت کر کے جو مضمون کہ اس کے دل سے نہایت قریب تھا یعنی ہارون الرشید کی بجائے جعفر کو ولیعہد کرنے کا ارادہ اس کی بابت یحییٰ سے گفتگو شروع کی۔ یحییٰ نے ایک بڑی زبردست دلیل اس بارے میں ہادی کے روبرو بیان کر کے کہا کہ امیر المومنین! اگر آپ اس طرح سے عمل کرینگے تو گویا آپ اپنی رعایا کے لئے قول اور قسم کے توڑ دینے اور معاہدہ پر پابند نہ رہنے کی ایک نظیر قایم کر دیں گے۔ دوسرے لوگ بھی پھر ایسا کرنے پر بے خوف ہو جائیں گے لیکن اگر آپ بجائے اس کے یہ کریں کہ ہارون الرشید کو ولیعہدی کے خطاب سے محروم نہ کریں اور ہارون کے بعد جعفر کی تخت نشینی مقرر فرمائیں تو یہ بات اس سے زیادہ جعفر کی تخت نشینی کے لئے مضبوط ضمانت ہو جاوے گی۔ ہادی نے کچھ عرصہ تک یہ معاملہ اسی طرح رہنے دیا لیکن آخر کار محبت پدری کا جوش پھر ہوا اور اس نے یحییٰ کو دوبارہ اپنے حضور میں بلوا کر اس سے مکرر مشورہ کیا۔ یحییٰ نے اب یہ دلیل پیش کی کہ جعفر کی طفولیت ہی میں اگر امیر المومنین! خدانخواستہ آپ کا انتقال ہو جائے تو خاندان شاہی کے امرا اور سردار جعفر کی جائز تخت نشینی کبھی نہیں مانیں گے۔ ہادی نے اس بات کو تسلیم کیا۔ تب یحییٰ نے کہا کہ امیر المومنین! آپ اس تجویز کو ترک فرماویں تا کہ آپکی جو خواہش ہے وہ دوسری عمدہ تجویز سے پوری ہو سکے آپ کے والد خلیفہ المہدی ہارون الرشید کو اگر آپ کا جانشین مقرر نہ فرماتے تب تو آپ کی جانب سے یہ تجویز عمل میں آ سکتی تھی اور اب تو صرف یہی ایک طریقہ ہے جو میں نے عرض کیا جس کی وجہ سے بنی ہاشم کی خلافت قایم رہ سکتی ہے۔

جب ہادی کو معلوم ہوا کہ وہ یحییٰ کی رائے کو پلٹ نہیں سکتا تو اس نے یحییٰ کو قید کر دیا اور اپنے بھائی ہارون الرشید سے بھی اس قدر دشمنی کا اظہار کیا کہ ہارون الرشید نے اپنی

خیزران والدہ ہارون الرشید

اب ہادی نے اپنا غصّہ ہارون الرشید کی ماں خیزران پر اتارا اور اس کو زہر دیکر مار ڈالنا چاہا۔ لیکن خیزران کو اس کی یہ نیت معلوم ہوگئی اور اس نے ہادی کی چند لونڈیوں کو رشوت دے کر ملا لیا جنہوں نے ہادی کا گلا گھونٹ کر اسکو سوتے ہوئے مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۵ ستمبر ۷۸۶ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی رات ہارون کا ایک خادم خزیمہ ابن خازم جعفر کے سرہانے آیا وہ سو رہا تھا (جعفر وہی شاہزادہ ہے جسکو ہادی ہارون الرشید کی جگہ ولیعہد کرنا چاہتا تھا) اسکو جگا کر ڈرایا کہ اگر تو اپنے تمام دعاوی خلافت ترک نہ کردے گا تو تیرا سر ابھی قلم کر دیا جائے گا۔

جعفر خرد سال تھا جان کے خوف سے ترکِ دعاوی خلافت پر راضی ہوگیا۔ خزیمہ دوسرے روز صبح کیوقت جعفر کو مجمع عام کے روبرو لیگیا اور اسکو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ عوام الناس کو دعویٰ خلافت سے کنارہ کش ہوجانے پر آگاہ کرے اور لوگوں نے جو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی قسم کہائی تھی اس سے ان کو خلاصی دیوے۔ چنانچہ جعفر نے ایسا ہی کیا۔

ہارون تخت نشینی وزیر اعظم مقرر ہونا

ہادی کے انتقال کے وقت یحیٰ ابن خالد قید خانہ میں مقید تھا۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوجاتا تو اغلباً یحیٰ خودکشی کرلیتا۔ ہارون الرشید کو جب ہادی کے مرنے اور اس کے تخت نشین ہونیکی خبر پہنچائی گئی تو ہارون الرشید نے یحیٰ کو قید خانہ سے فوراً بلوایا اور اس کو اپنا وزیر اعظم مقرر فرمایا۔ خلعت وزارت دیتے ہوئے ہارون الرشید نے یحیٰ کو کامل طور سے کل اختیارات سلطنت تفویض کر دئے اور یحیٰ سے کہا کہ میں تمکو اپنی رعایا پر حکمرانی کے اختیارات عطا کرتا ہوں جس طرح تم چاہو ان پر حکومت کرو۔ جس کو چاہو معزول اور جسکو چاہو مقرر کرو اور اپنے حکم کی تصدیق میں ہارون الرشید نے یحیٰ کو اپنی انگشتری بھی دیدی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ہارون الرشید سو رہا تھا اتنے میں یحیٰ اسکے پاس آیا اور ہارون الرشید کو یہ کہکر جگایا کہ امیر المومنین بیدار ہوجائیے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ تم تخت نشینی اور خلافت کا اشارہ کرکے کیوں جگاتے ہو اگر ہادی یہ باتیں سن لیگا تو خیال کرو وہ کیا کہیگا۔ یحیٰ نے ہارون الرشید کو ہادی کی موت کی اطلاع دی اور متوفی خلیفہ کی انگشتری پیش کی۔ ان دونوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک ہرکارہ آیا اور ہارون الرشید سے کہا کہ آپ کے مشکوئے معلیٰ میں ایک فرزند پیدا ہوا ہے۔ ہارون الرشید نے اس کا اسی وقت اور اسی جگہ عبداللہ نام رکھا۔ یہ وہی عبداللہ ہے

جو بعد میں خلیفہ المامون کے نام سے مشہور ہوا۔ ہاروں الرشید کا دوسرا بیٹا امین بھی اسی سال ماہ شوال میں دوسری ماں سے پیدا ہوا۔ ہادی کے جنازے کی نماز پڑھکر ہارون الرشید نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک شخص ابو اصمع نام کو مروا ڈالا۔ ایک دن ابو اصمع جعفر بن ہادی کے ہمراہ شہر عیسیٰ آباد میں ایک تنگ گلی میں سے جا رہا تھا اتفاق سے ہارون الرشید بھی سامنے سے آرہا تھا ابو اصمع نے ہارون الرشید سے کہا کہ "ولیعہد سلطنت کے لئے راستہ چھوڑ دو"۔ ہارون الرشید نے ظاہرا اسے جواب دیا کہ ہاں شاہزادہ صاحب تیرے ساتھ ہیں میں نے سن لیا اور اطاعت کرتا ہوں یہ کہکر ہارون الرشید ایک طرف ہو گیا اور جعفر نکلکر چلا گیا۔ صرف اس گفتگو نے ابو اصمعؒ کی جان ضائع کرائی۔

ابو اصمع

ہارون الرشید فوراً بغداد کو روانہ ہوا۔ اور جب وہ شہر میں داخل ہوا اور پل موسوم بہ جسر الغواصین پر پہنچا تو ہارون الرشید نے حاضرین سے کہا کہ خلیفہ مہدی نے اپنی مہر جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی اور جس کا نام الجبل تھا مجھکو دی تھی۔ ایک دن ہادی نے ہرکارہ بھیجکر مجھ سے وہ مہر منگوالی اس وقت بھی میں اسی جگہ اس پل پر کھڑا ہوا تھا۔ یہ کہکر ہارون الرشید نے اپنی وہی مہر دریا میں پھر نیچے پھینکدی۔ حاضرین میں سے ایک نے مہر کے گرتے ہی دریا میں غوطہ لگایا اور مہر کو لے آیا اور ہارون کو لاکر دیدی۔ اسکے خلیفہ بہت ہی خوش ہوا۔

جسر الغواصین

ہارون کی سلطنت نے اہل کمال اور عقلاء کی وجہ سے جو اس کے زمانے میں موجود تھے بڑی رونق پائی خاصکر یحیےٰ برمکی کی قابلیتوں اور لیاقتوں سے جو سترہ برس تک عہدۂ وزارت عظمیٰ پر مامور رہا سلطنت میں بڑی شان و شوکت نمودار ہو گئی۔

اب ہم یحییٰ کے خاندان کا ابتدائی حال اور اس کے عہدہ کی بابت کچھ تھوڑا سا تذکرہ بیان

خاندان برمکی

ف یہ بات بالکل بے ثبوت ہے ہارون الرشید بقول متواتر تمامی مورخین اور خود مسٹر پامر کے نہایت پاکباز اور عادل بادشاہ تھا جو بادشاہ کہ ہزار میل ریگستان کی تیز دھوپ میں حج کے لئے پاپیادہ ہر سال سفر کرے اور علاوہ معمولی نماز ونکے سو رکعت نفل روزانہ بلاناغہ ادا کرے اور فضلاء و علماء و اہل کمال کا دل سے ادب اور اور عبرت ناک حالات پر خدا کے خوف سے اکثر گریاں رہے اور انصاف و سیاست مذہبی کے اجرا میں صلبی اولاد کی بھی رعایت نہ کرے۔ پھر ایسا نیک نفس بادشاہ تخت نشینی کے موقع پر بجائے شکر گذاری منعم حقیقی (بقیہ صفحہ آئندہ)

کرتے ہیں۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عربوں نے ضرورتاً اپنے مفتوحہ ممالک کے نظم ونسق ہر ملک کے دیسی حکام کو تفویض کر رکھے تھے۔ چونکہ عباسیوں کو محض ایرانیوں کی امداد کیوجہ سے عروج حاصل ہوا تو یہ فطرتی بات تھی کہ ایرانیوں کے صلاح ومشورہ پر زیادہ عمل ہو اور اُن کا ہی زیادہ اقتدار ہو چنانچہ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک شخص ایرانی النسل تمام کاروبار سلطنت کا افسر ہے اور خلافت میں اب طرز حکومت اسی طور سے جاری ہے جس طرح کہ ساسانی بادشاہوں کی سلطنت میں حکمرانی کیجاتی تھی ساسانی شہنشاہوں کیطرح خلیفہ صرف دینی ہی پیشوا نہ تھا بلکہ تمام حکومت اور سلطنت کا اس کو اختیار ہوتا تھا۔ اسکی زبان بمنزلہ قانون سمجھی جاتی تھی اور وہ اپنی ایک رائے سے اپنے وزراء کے نہایت حزم اور احتیاط سے تیار کردہ نقشہ جات اور حسابات الٹ سکتا تھا اور تمام رعایا کی جان اور عطار حکومت اور سلب اختیارات اور رعایا کی آزادی غرضکہ ان سب باتوں پر خلیفہ قادر مجاز ہوتا تھا لیکن یہ خوفناک شخص یعنی خلیفہ شاذو نادر ہی عاملانہ انتظام سلطنت میں دخل دینے کی تکلیف گوارا کرتا تھا۔ وزیر[1] ہی جیساکہ لفظ وزیر سے ظاہر ہے تمام سلطنت کے بارگراں کا متحمل ہوتا تھا۔ خلیفہ جس قدر کہ امورات سلطنت سے علیحدہ رہتا اور دخل نہ دیتا۔ یا اگر کوئی خلیفہ بمنزلہ کٹ پتلی وزیر کے ہاتھ میں ہوجاتا تو اس میں وزیر کا اور نیز عوام الناس کا بہت فائدہ ہوا کرتا تھا۔ تخت خلافت پر اکثر ایسے ہی اشخاص تخت نشین ہوئے ہیں جو اپنے وزیر کی کٹ پتلی ہوتے تھے۔ اصلی طاقت وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہوتی تھی

(بقیہ صفحہ ۶۰) کے سب سے پہلا کام یہ کرے کہ گزری ہوئی ادنی بات کے غصہ پر ایک غریب بندہ خدا کا خون ناحق اپنی گردن پر لیوے۔ اس بات کو عقل ہرگز قبول نہیں کرسکتی۔

مسٹر پامر کا یہ قول انکے متواتر بیانوں کے خلاف الف لیلہ کے اکثر بے سروپا افسانوں کی مانند بلادلیل اور غلط ہے کہ مسٹر پامر نے ابوصمع کے قتل کا اصلی سبب بیان نہیں کیا۔ اسی طرح اسی کتاب میں منصور کے قتل کے حکم کا سبب بھی مسٹر پامر نے ہارون کا ظلم ظاہر کرنیکے لئے بیان نہیں کیا حالانکہ عربی کتابوں سے مسٹر پامر نے یہ ترجمہ کیا ہے اس میں اسکا سبب خود موجود ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ ابوصمع کے قتل میں سیاستاً کسی مصلحت ملکی نے ہارون الرشید کو مجبور کردیا ہوگا یا یہ واقعہ ہی غلط ہوگا مسٹر پامر نے بلاتحقیق اغلباً کسی ضعیف ترین روایت پر پختہ یقین کرلیا ہے۔ ۱۲

[1] وزیر لفظ عربی ہے اسکے معنے بوجھ اٹھانے کے ہیں۔ ۱۲

اور وہی حکومت کیا کرتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ وزیر ہی خلیفہ مقرر کیا کرتا تھا۔ اور وہ ہی انتظام سلطنت کرتا تھا۔ سنہ ۹۰۸ء میں خلیفہ المکتفی کے انتقال پر اس کے وزیر نے عبداللہ ابن معتز کو تخت پر بٹھانا چاہا۔ لیکن چند درباریوں نے جو باقی ماندہ درباریوں سے زیادہ ہوشیار تھے وزیر کو آگاہ کیا کہ جس شاہزادے کو آپ نے تخت پر بٹھانے کی تجویز کی ہے وہ صاحب علم اور خواندہ ہے اغلباً امورات سلطنت سے خوف واقف ہو جائے گا جو شخص کہ اپنی قدر و منزلت پہچانے اور ملکی تجاویز سے آگاہ ہو جائے۔ امورات سلطنت اور معاملات کو سمجھ سکتا ہو نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہو اور آپ کے باغ اور جاگیرات سے واقفیت رکھتا ہو ایسے شخص کو تخت نشین کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بات بہتر ہے کہ آپ ایک لڑکے کو تخت نشین کر دیجیئے تاکہ وہ برائے نام خلیفہ رہے اور انتظام سلطنت اور حکومت آپ کریں۔ ایسے طفل کو آپ تعلیم دے سکتے ہیں۔ پھر جب وہ بڑا ہو جائیگا تو آپ کا ہر بات میں ممنون احسان رہیگا دوران وزارت میں آپ جو چاہیں سو کر سکتے ہیں۔ اس بات پر وزیر نے عبداللہ کی بجائے المقتدر کو جس کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی خلیفہ مقرر کر دیا۔

یحیےٰ کا باپ خالد پسر برمک قدیم ایرانی شرفا یعنی ایران کے دہقان یا مالکان زمین کے زمرہ میں سے تھا جنکو فوجی خدمات کی شرط پر جاگیر ملا کرتی تھی۔ خالد کا شجرۂ نسب اس قدیم زمانہ تک پہنچتا تھا کہ جس زمانہ میں سلطنت فارس اپنے کمال عروج پر تھی۔ خالد کا باپ فارس کے ایک عظیم الشان آتشکدہ کا برمک یا متولی تھا اور گو اب ظاہرا مذہب اسلام اختیار کر لیا تھا لیکن ابھی تک اپنے وطن کی باتوں اور پرانے مذہب کی طرف ہر کار رجحان تھا۔ بعد ازاں وہ ابو مسلم خراسانی کے طرفداروں میں ہو گیا تھا جس کی وجہ سے خاندان امیہ کو زوال آیا۔ خالد بھی اس بغاوت میں ایک بڑا سرگروہ تھا۔ خاندان عباسیہ کی تخت نشینی اور عروج پر خالد بھی بہت جلد سلطنت کے اعلیٰ ترین عہدے پر ترقی پا گیا یہاں تک کہ خلیفہ السفاح کے انتقال پر منصور کا وزیر رہا جو خاندان عباسیہ کا دوسرا خلیفہ ہے۔

خالد کی فراست

المسعودی ایک مورخ ہے وہ خالد کی ذہانت طبع اور ہوشیاری کی بابت مفصلہ ذیل حکایت بیان کرتا ہے۔

ابو مسلم نے گورنر عراق کے مقابلہ کے لئے جو مہم روانہ کی تھی اس کے ہمراہ خالد کو بھی روانہ کر دیا تھا۔ اثنار سفر میں ایک موضع میں خالد اور جنرل فوج نے کھانا کھانے کے لئے توقف کیا۔ یہ دونوں کھانا کھا رہے تھے کہ یکایک بہت سے ہرن سپاہیوں کے لشکر گاہ میں سے بھاگتے ہوئے نکل گئے۔ خالد نے جنرل فوج سے کہا کہ فوج کو طیار رہنے کا حکم دیدو جنرل نے دریافت کیا کہ ابھی تک تو کوئی وجہ خوف کی نہیں ہے پھر ایسے حکم سے آپ کی کیا مراد ہے؟ خالد نے کہا کہ غنیم ہمارے قریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ غزال وحشی ایک لشکر عظیم کے خوف سے بیابان میں سے بھاگتے ہوئے ہمارے لشکر گاہ میں آئے ہیں۔ بمشکل ابھی فوج تیار ہوئی کہ اتنے میں غنیم کے لشکر کا مقدمۃ الجیش کچھ فاصلہ پر نظر آیا اور خالد کی پیش بینی صحیح نکلی۔

سلطنت کی شان و شوکت اور رعایا کی خوش حالی۔

ہارون رشید نے تخت خلافت پر جلوس فرماتے ہی یحییٰ ابن خالد ابن برمک کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ یحییٰ نے جو کہ اب تمام حکمرانی کا ذمہ دار ہو گیا تھا اپنے فرائض منصبی نہایت بیدار مغزی۔ لیاقت اور نصفت پسندی سے انجام دیئے۔ سرحدوں پر قلعجات تعمیر کرا کے ان کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ انتظام سلطنت میں جن جن باتوں کی کمی تھی۔ اور جو جو نقص تھے ان سبکو درست اور مکمل کیا۔ خزانے کو معمور کر دیا۔ تمام صوبجات کو تجارت کی ترقی حفظ امن و امان اور حفاظتِ عامہ سے خوشحال اور زرخیز بنا دیا۔ المختصر سلطنت کو خوش حالی فارغ البالی اور شان و شوکت کے اعلیٰ ترین درجہ پر پہنچا دیا۔ سلطنت کے تمام کاروبار کا بذات خود نگراں و منتظم تھا باوجود ان سب باتوں کے نہایت ہی فصیح و بلیغ عقیل اور صاحب شعور اور جامع جمیع صفات اور نہایت ہی قابل مدبر اور منتظم تھا۔ بڑے ہی کرّ و فر سے حکومت کرتا تھا اور سلطنت میں جو فتنہ اور فساد برپا ہوتا تھا اسکو نہایت لیاقت سے رفع کر دیتا تھا اُس کا اخلاق ایسا اچھا تھا کہ ہر شخص اس سے محبت کرتا اور مزاج میں اسقدر بردباری اور حلم تھا کہ ہر شخص اس کا ادب اور لحاظ کرتا تھا فیاضی میں بے مثل تھا لاکھوں روپے خیرات کرتا۔ تمام دنیا نے اسکی فیاضی کی تعریف میں عموماً اور شاعروں اور فاضلوں نے خصوصاً بڑے بڑے قصائد لکھے ہیں۔

چھوٹا وزیر

یحییٰ کے دو بیٹے تھے جنکا نام فضل اور جعفر تھا۔ یحییٰ کے زمانہ وزارت میں فضل سلطنت کے کاموں میں اپنے باپ کو مدد دیا کرتا اسوجہ سے اس کا لقب چھوٹا وزیر پڑ گیا تھا۔ ایکدفعہ

ہارون الرشید نے یحیٰے سے دریافت کیا کہ لوگ فضل کو چھوٹا وزیر کہتے ہیں اور جعفر کو نہیں کہتے ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ یحیٰ نے عرض کیا کہ امیر المومنین فضل میری نیابت میں کام کرتا ہے اس وجہ سے عوام الناس اسکو وزیر خورد کہتے ہیں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ جس طرح تم نے فضل کو سلطنت کا کام دے رکھا ہے اسی طرح جعفر سے بھی کچھ کام لیا کرو۔ یحیٰ نے عرض کیا کہ امیر المومنین جعفر کی توجہ زیادہ تر آپ کی خدمت اور صحبت میں حاضر رہنے کیجانب مائل ہے پھر اسے کام کیا دیا جائے یحیٰ نے جعفر کو بھی منصب سکرٹری اور محلات شاہی کے خزانچی اور محاسب کا عہدہ دے دیا۔ اب عوام الناس نے جعفر کو بھی اُسی لقب سے پکارنا شروع کردیا جس سے کہ فضل کو پکارا کرتے تھے۔

جعفر برمکی کی وزارت

ایک موقعہ پر ہارون الرشید نے مہر سلطنت یعنی عہدۂ وزارت فضل سے علیحدہ کرکے جعفر کو دینا چاہا لیکن خود اس بات کو فضل سے کہنا نہ چاہا۔ اس لئے یحیٰے سے فرمایا کہ تم فضل پر بذریعہ تحریر میری خواہش کا اظہار کردو چنانچہ حسب الحکم یحیٰے نے اپنے بڑے بیٹے کو مفصلہ ذیل تحریر لکھی۔

"نور چشم من! امیر المومنین (اللہ تعالیٰ ان کی سلطنت اور حکومت زیادہ تر وسیع کرے) کی یہ مرضی ہے کہ تم مہر سلطنت اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں منتقل کردو"

فضل نے جواب لکھا کہ "میرے بھائی کے متعلق جو حکم امیر المومنین نے دیا ہے میں اسکو بجان ودل قبول کرتا ہوں۔ میرے بھائی کو جو عروج حاصل ہوگا تو گویا وہ مجھکو ہی حاصل ہوگا اور میرے پاس سے نہیں جاتا ہے اور جو رُتبہ کہ اُسے ملے گا گویا وہ مجھ سے نہیں لیا جاتا ہے"

جعفر نے جب فضل کا یہ جواب سُنا تو وہ اپنے بھائی کی محبت اور عقل وتمیز اور رائے صائب سے بہت خوش ہوا۔

جعفر کا عہدہ بڑی ذمہ داری کا تھا اس کا فرض منصبی یہ تھا کہ تمام سلطنت کے افسروں اور عہدہ داروں کے نام جسقدر شاہی احکام اور فرامین صادر ہوتے تھے انکو جعفر ہی تحریر کرتا

اور اُن پر دستخط کرتا تھا۔ خلیفہ کے حضور میں جسقدر عرائض استغاثے اور یادداشتیں
اور رپورٹیں گذرتی تھیں جو روزانہ ہمیشہ سینکڑوں کی تعداد سے بھی متجاوز ہوتی تھیں
ہر روز اُن پر احکام اور تجاویز اور فیصلے جعفر خود ہی لکھا کرتا تھا۔
فضل خلیفہ ہارون الرشید کا برادر رضاعی بھی تھا۔ یہ رشتہ بھی مسلمانوں میں ایسا
ہی قریب کا رشتہ سمجھا جاتا ہے کہ جیسے کوئی اپنے ہی کفو اور خون کا قریبی رشتہ دار ہوتا ہے
فضل کا مزاج ذرا تیز اور سخت تھا۔ فضل کا چھوٹا بھائی جعفر بمقابلہ فضل کے بڑا ہی حلیم
فصیح اور بلیغ اور عقل و تمیز کا پتلا تھا جعفر اپنی فیاضی اور خوش اخلاقی کے لئے مشہور رہے
اس وجہ سے ہارون الرشید نے بہ نسبت فضل کے جعفر کو اپنی صحبت میں رہنے کیلئے
ترجیح دی جعفر اور خلیفہ میں غایت درجہ کی محبت اور دوستی ہوگئی۔ خلیفہ کی سیر و تفریح کے
وقت جعفر ہمیشہ اس کے ہمراہ ہوتا تھا۔ اکثر راتوں کو ایسا ہوتا تھا کہ عیش و عشرت کے
جلسوں میں جعفر اور ابونواس[1] جو ایک ظریف شاعر تھا اور مسرور جو ہارون الرشید کا غلام
جلاد اور حبشی النسل تھا۔ یہ سب شریک ہوا کرتے تھے۔ ایسے جلسے سر شام سے شروع ہو کر
اکثر صبح کی نماز کے وقت تک منعقد رہا کرتے تھے۔

برامکہ کی سخاوت

یحیےٰ اور اسکے دونوں بیٹوں کے اخلاق حمیدہ اور عادات پسندیدہ کا احوال بہ نسبت
تحریر کرنے کے ذیل کی حکایت سے بخوبی زیادہ تر معلوم ہو سکتا ہے۔
خاندان برامکہ کے زوال کے بعد ہارون الرشید نے تمام شاعروں کو ممانعت کر دی
کہ کوئی اُن پر مرثیہ نہ تو پڑھے اور نہ لکھے اور جو شخص ایسا کرے گا اس کو سخت سزا دی جائیگی
اتفاقاً ایک رات نگہبانان شب برامکہ کے مسمار شدہ مکانات اور کھنڈروں کے پاس سے
گذر رہے تھے ان کو وہاں ایک شخص ملا جس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اور اس میں

---

[1] اس کا اصلی نام ابوعلی حسن بن ہانی بن عبدالاول ابن صباح ہے اور زیادہ تر ابونواس کے نام سے مشہور ہے
ابن الانباری کے تذکرہ میں تحریر ہے کہ یہ ایک جلیل القدر فاضل اور نامور شاعر تھا۔ ابوعمر حافظ کا قول ہے کہ
میں نے ابونواس سے زیادہ علم لغت میں کسی کو عالم نہیں دیکھا فن شعر میں جو درجہ متقدمین میں امراء القیس کا
تھا محدثین میں وہی رتبہ ابونواس کا تھا۔ نشہ کے عالم میں بھی شعر کہتا تھا اس لئے ہر قسم کے (بقیہ بصفحہ آیندہ)

آل برمک کے لئے مرثیے لکھے ہوئے تھے۔ ان مرثیوں کو وہ شخص پڑھتا اور روتا جاتا تھا۔ سپاہیوں نے اس شخص کو گرفتار کر لیا اور ہارون الرشید کے حضور میں لے گئے خلیفہ کے سامنے جاتے ہی اس شخص نے مرثیہ پڑھنے کا اقبال کر لیا۔ خلیفہ نے کہا کہ اس بارہ میں میں نے ممانعت کر رکھی ہے کیا وہ تم نے نہیں سنی؟ میں تمکو ایسی سخت سزا دوں گا جو دوسروں کے لئے موجب عبرت ہو اس شخص نے کہا کہ امیر المومنین اول میرا قصہ آپ سن لیں۔ بعد ازاں جو آپ کا دل چاہے وہ سزا دیں خلیفہ نے کہا اچھا کہو اُس شاعر نے کہا کہ میں ابتدا میں یحیٰے برمکی کا ایک ادنیٰ محرر تھا۔ ایک دن یحیٰی نے مجھ سے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تم کسی روز میری دعوت کرو۔ میں نے جواب دیا کہ وزارت پناہ میں ایسی عزت کے حصول کے قابل کب ہوں اور نہ میرا مکان اس قابل ہے کہ آپ جیسا ذی شان شخص وہاں رونق افروز ہو کر دعوت تناول فرمائے یحیٰی نے میرا عذر منظور نہیں کیا۔ اسلئے میں نے ایک سال کی مہلت لی تاکہ اس عرصہ میں اس کی ضیافت کے لایق تیاری کر لوں لیکن یحیٰے نے صرف چند ماہ کی مہلت منظور کی چنانچہ میں نے تیاریاں دعوت کے لئے شروع کر دیں جب میں حتی الوسع اُن کو پورا کر چکا تو میں نے وزیر اعظم سے عرض کیا کہ اب آپ کسی دن اس خادم کے مکان پر قدم رنجہ فرمائیں۔

دوسرے دن یحیٰے معہ اپنے دونوں بیٹوں فضل اور جعفر اور چند خدمت گاروں کے میرے مکان پر آیا اور دروازے پر گھوڑا ٹھیرا کر اُتر پڑا۔ اور کہا کہ میں بھوکا ہوں جلد میرے لئے

(بقیہ صفحہ ۶۵) مضامین ہوتے تھے باوجود علم و فضل کے مزاج میں تمسخر بہت تھا اور کوئی بات نکتہ سنجی اور ظرافت سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ خلفاء عباسیہ اور برامکہ کی مدح میں اسکے قصائد مشہور ہیں۔ فضل برمکی کی تعریف میں جو قصیدہ دیوان میں موجود ہے وہ نہایت زور کا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔ اربع البلاء ان الخشوع لبادی۔ علیک وانی لم اخنک ودادی۔ یہ شاعر ۱۲۵ھ میں بمقام اہواز پیدا ہوا۔ اور خلیفہ امین الرشید کے زمانہ میں بمقام بغداد ۱۹۵ھ میں فوت ہوا۔ بعد انتقال کے کئی صندوق کاغذ اس کے مکان سے نکلے جن میں لطائف و ظرائف اور نکات شاعرانہ لکھے ہوئے تھے۔ چونکہ اسکے کاندھے پر دو گیسو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے اسوجہ سے اسکو ابو نواس کہتے تھے ۱۲ مصباح احمد۔

کچھ کھانا لاؤ۔ اتنے میں اُسکے بیٹے فضل نے مجھ سے آہستہ سے کہا کہ یحییٰ کو پرند جانوروں کے گوشت سے زیادہ شوق ہے لیکن جو کچھ ماحضر ہو وہ جسقدر جلد ممکن ہو لے آؤ۔ میں گیا اور جو کچھ جلدی میں ہوسکا کھانا لاکر انکے آگے دسترخوان پر رکھا۔ یحییٰ کھانا کھاکر کھڑا ہو گیا اور میرے مکان میں ٹہلنے لگا اور مجھ سے کہا کہ تم مجھے اپنا سب مکان دکھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میرا تو یہی مکان ہے جس میں کہ آپ رونق فزا ہیں اور یہ آپ کے پیش نظر ہے۔ سوائے اسکے اور کوئی میرا مکان نہیں ہے۔ اس نے کہا نہیں تمھارا ایک مکان اور بھی ہے۔ میں نے یحییٰ کو یقین دلایا کہ میرا تو صرف یہی ایک مکان ہے۔ اس نے پھر چند معماروں کو بلایا اور جب وہ آگئے تو اس نے حکم دیا کہ اس دیوار کو توڑ کر جو میرے مکان کے ملحق تھی ایک دروازہ بنالو۔ اس بات پر میں نے یحییٰ سے عرض کیا کہ وزارت پناہ میں اپنے ہمسایہ کی دیوار تڑوانا کس طرح گوارا کروں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اپنے پڑوسیوں کی عزت اور لحاظ کرو۔ یحییٰ نے جواب دیا کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہے۔ اس اثنا میں مزدوروں نے اس دیوار کو توڑ کر ایک دروازہ بنالیا۔ یحییٰ اور ہم سب اُس دروازے کے اندر ہوکر اس طرف گئے وہاں ایک باغ میں پہنچے جہاں طرح طرح کے میوے دار درخت اور قسم قسم کے پھول کھل رہے تھے فوارے متصل جاری تھے ساون بھادوں اور دیگر عمدہ عمدہ مکانات وہاں بنے ہوئے تھے غرض کہ جس چیز پر آنکھ پڑتی تھی دل کو اس نظارے سے بے انتہا انبساط اور فرحت حاصل ہوتی تھی۔ مکانات فرش فروش اور شیشہ آلات سے نہایت آراستہ اور سجے ہوئے تھے۔ نوکر۔ چاکر۔ لونڈی۔ غلام وہاں سب موجود تھے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی بڑے امیر کا مکان ہے ہم سب وہاں جاکر بیٹھ گئے اتنے میں یحییٰ نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ تمھارا مکان ہے اور یہ کل سامان مع لونڈی غلام سب تمھاری ملکیت ہے۔ میں نے بطور اداء شکریہ یحییٰ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اسکے لئے دعا خیر مانگی۔ یحییٰ نے جعفر کو مخاطب کرکے کہا کہ (نور چشم من) یہ شخص غریب ہے اس سے اس قدر نوکر چاکر اور لونڈی غلاموں کا خرچ کیسے اُٹھ سکے گا۔ جعفر نے عرض کیا کہ میں اسکو اتنی جاگیر دوں گا اور اس کا قبالہ ابھی اس کے پاس فوراً بھیجدوں گا۔ پھر یحییٰ اپنے دوسرے بیٹے فضل کیجانب پھرا اور کہا کہ نور چشم من

جاگیر اور جائداد کی آمدنی تو ایک عرصہ میں آئے گی اس وقت تک یہ شخص خرچ کا کہاں سے متکفل ہو گا فضل نے عرض کیا کہ میں اس کے خرچ کے لئے دس ہزار دینار دوں گا۔ اور خود آکر دے جاؤنگا۔ یحییٰ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جلد جاؤ میں یہاں ٹھیرا ہوا ہوں تم نے جو کچھ کہا ہے اسے پورا کردو۔ چنانچہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ پورا کر دکھایا میں نے گھر اور جاگیر اور جائداد پر قبضہ کرلیا اور زر نقد کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ اُن کے طفیل سے مجھے بڑی دولت مل گئی۔ میں نے اس سے بہت نفع اور فائدہ اٹھایا۔ اور اب تک نفع اٹھا رہا ہوں۔ امیر المومنین۔ خدا آگاہ ہے کہ میں نے ہر موقعہ پر ان کی شکر گذاری اور اپنی ممنونیت ظاہر کی لیکن میرا خیال ہے کہ مجھ سے اُن کا احسان کبھی بھی ادا نہو سکے گا۔ اگر آپ اس احسان کی ادائے گی کے لئے مجھکو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے جو دل چاہے سو کیجئے۔

یہ حکایت سنکر ہارون الرشید بہت متاثر ہوا اُس کے آنسو رواں ہو گئے اس شخص کو اپنی عام انسانی ہمدردی سے چھوڑ دیا اور اُس دن سے ممانعت کا حکم منسوخ کر کے تمام شاعروں کو اجازت دیدی کہ ہر دلعزیز لیکن بد قسمت خاندان برامکہ پر اگر کوئی مرثیے کہے یا پڑھے تو اب اسکو عام اجازت ہے۔

یحییٰ کے عاقلانہ مقولے

یحییٰ نے بہت سے پر مغز اور عاقلانہ مقولے تحریر کئے ہیں منجملہ اس کے بطور مشتے نمونہ از خروارے چند یہ ہیں ''جس شخص نے مجھ سے گفتگو کی میں نے وہ گفتگو ادب اور لحاظ سے سُنی جب وہ شخص اپنا کلام ختم کر چکتا تو یا تو اس کا ادب اور لحاظ میرے دل میں زیادہ ہو جاتا یا بالکل ہی دل سے محو ہو جاتا تھا''۔

دوسرا مقولہ اُس کا یہ ہے کہ ''اقرار اور وعدہ وفائی فیاض آدمی کے جال ہوتے ہیں جنمیں کہ وہ شریف اور اچھے آدمیوں کی زبان سے تعریفیں اور توصیفیں پکڑتا ہے''۔

یحییٰ جب کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا تو اس کے ساتھ زر نقد کی تھیلیاں ہوا کرتی تھیں۔ ہر تھیلی میں دو سو درہم ہوتے تھے۔ جو شخص اس سے سوال کرتا اس کو ایک تھیلی دیدیتا تھا فضل اور جعفر میں بھی یہی خاندانی فیاضی برابر قایم رہی۔

جعفر کی مروت اور فیاضی

جعفر اور عامل مصر کے درمیان بہت دنوں سے رنجش اور مخالفت تھی۔ اتفاق سے

ایک شخص ایک جعلی خط جعفر کی طرف سے لکھ کر گورنر مصر کے پاس لے گیا اور اس میں اپنے لئے جعفر کیطرف سے بہت سفارش لکھ لی۔ گورنر مصر کے پاس جب یہ شخص مع خط کے پہنچا تو وہ بہت ہی خوش ہوا۔ کیونکہ اُس نے خیال کیا کہ اب جعفر میں اور مجھ میں پھر راہ و رسم اور دوستی ہو جائے گی جس کی ابتدا جعفر کیجانب سے ہوئی ہے۔ اسلئے اس نے حامل خط کو بڑی محبت اور اعزاز و اکرام سے اپنے پاس ٹھیرایا اور بڑی خاطر داری سے اسکی مہمانی کی۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خط کے اصلی ہونے میں اسکو شبہ پڑ گیا اسلئے اس نے وہ خط بجنسہ بغداد میں اپنے سفیر کے پاس بہیجدیا کہ دریافت کرکے مطلع کرے کہ یہ خط جعفر کا اصلی ہے یا نہیں؟ گورنر مصر کے وکیل نے وہ خط برائے تصدیق جعفر کو دیدیا۔ جعفر نے خط کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ خط کسی نے جعلی میری جانب سے لکھ لیا ہے۔ مگر اپنے ندیموں اور مصاحبوں کو وہ خط دکھایا اور کہا کہ بتلاؤ یہ خط میرا ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ خط ہرگز آپ کا نہیں ہے یہ کسی کا جعل ہے۔ جعفر نے پوچھا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ جس شخص نے میرے نام سے یہ جعل کیا ہے اب اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔ بعضوں نے کہا کہ ایسے شخص کو قتل کر ڈالنا چاہیئے تاکہ دوسرے لوگوں کو آیندہ کے لئے عبرت ہو۔ دوسرا بولا کہ اُس کا دست راست قطع کر دینا چاہیئے۔ بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ اُسکے درے لگا کر چھوڑ دینا چاہیئے اور ان میں جو بہت ہی رحمدل تھے اُن کی یہ رائے ہوئی کہ اس کو واپس بلا لینا چاہیئے بغداد سے مصر تک آنے جانے میں جو کچھ سفر میں اُس کو تکلیف ہوئی اور کچھ حاصل نہوا یہی اسکو کافی سزا ہوگی۔ جعفر اُن سب کی رائے خاموش سُنتا رہا جب وہ سب کہہ چکے تو اس نے کہا کہ کیا تم لوگوں میں کوئی بھی اچھے خیالات کا آدمی نہیں ہے؟ تم سب واقف ہو کہ گورنر مصر سے میری کیسی رنجش ہے اور یہ صرف ہمارا غرور تھا کہ ابتک ہم کو ملاپ اور دوستی کرنے سے مانع آ رہا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ہم دونوں کی دوستی اور راہ و رسم کی دلیل ہونے کے لئے غیب سے ذریعہ پیدا کر دیا ہے جسکی وجہ سے ہماری دشمنی رفع ہو کر ختم ہوگئی تم ایسے شخص کی نسبت یہ کہتے ہو کہ اس کو ایسی اور ایسی سزا دینی چاہیئے۔ یہ کہکر جعفر نے قلم اٹھایا اور اس خط کی پشت پر گورنر مصر کو یہ تحریر کیا۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے کیسے خیال کیا کہ میرا یہ خط جعلی تھا؟ یہ خط خاص میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور حامل خط میرا ایک دلی دوست ہے امید ہے کہ آپ اس سے اچھا سلوک کریں گے۔ جہاں تک جلد ممکن ہو اس کو میرے پاس واپس بھیجدیجئے مجھکو اس کی ملاقات کا کمال اشتیاق ہے۔"

عامل مصر نے جب خط کی پشت پر جعفر کے خاص ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا۔ اُس شخص کو اسقدر زر نقد اور تحفے تحائف وغیرہ دیئے کہ وہ مالامال ہو گیا جب یہ شخص اس قدر کثرتِ مال کے ساتھ بغداد واپس آیا جعفر کے پاس گیا اور جاتے ہی اس کے پیروں میں پر گر پڑا۔ بہت رویا اور اپنے جعل کا اقرار کر کے خواستگار معافی ہوا جعفر نے دریافت کیا کہ تم کو گورنرِ مصر نے کیا دیا۔ اور یہ سُنکر کہ گورنرِ مصر نے اس کو ایک لاکھ دینار دیئے ہیں جعفر نے ایک لاکھ دینار اس کو اپنے پاس سے اور دیئے اور کہا کہ جاؤ چین کرو۔

جعفر کا اقتدار

ایک دفعہ جعفر نے اپنے ندیموں اور خاص دوستوں کو جمع کر کے ایک جلسہ شُرب ترتیب دیا۔ مکان کو نہایت آراستہ کر کے ظروف نقرہ اور فرش وفروش شیشہ آلات وغیرہ سے بغایت پیراستہ کیا۔ تمام مہمان اور دوست احباب موجود تھے۔ ایسے موقع پر جیسا کہ دستور ہے سب نے نہایت زرق برق اور ریشمین کپڑے پہن رکھے تھے۔ شراب[۱] کا آزادانہ طور سے دور چل رہا تھا مغنیوں کے نغمہ، ساز اور تاروں کے ترنم سے تمام مکان گونج رہا تھا۔ مگر ابھی تک جعفر کا ایک مہمان عبدالملک بن صالح نہیں آیا تھا۔ جعفر نے دربانوں کو سخت تاکید کر دی تھی کہ سوائے عبدالملک بن صالح کے اور کوئی شخص چاہے کیسی ہی ضرورت کا کام ہو اندر نہ آنے پائے۔ اتفاقاً ہارون الرشید کا ایک قریبی رشتہ دار جسکا نام عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ ابن عباس رضؓ تھا ایک ضروری کام کے لئے جعفر سے ملنے کو آئے۔ دربانوں نے نام کی مشابہت سے

[۱] - شراب کا لفظ یہاں غلطی سے لکھا گیا ہے۔ نبیذ ہونا چاہئے جو تازہ شربت کھجور کا ہوتا تھا اور جس میں سُکر یا نشہ نہیں ہوتا تھا اور جسکی حلت کا فتویٰ علماء عراق نے دیدیا تھا۔ ۱۲ مصباح الدین احمد عفی عنہ۔

دھوکا کھا کر اُن کو اندر جانے دیا۔ یہ عبدالملک بن صالح نہایت سخت مزاج تھے اور بڑے ہی پابند شریعت تھے جعفر نے کوئی دفعہ ان سے کہا تھا کہ آپ ایک دفعہ ہمارے جلسہ عیش و عشرت میں شریک ہو جائیں۔ لیکن عبدالملک ہمیشہ باصرار انکار کرتے رہتے تھے اس وقت عبدالملک جب اندر گئے اور جعفر اور ان کی نظر دوچار ہوئی جعفر نہایت پریشان اور نادم ہوا۔ لیکن عبدالملک کچھ اس جلسے ایسے خوش ہوئے کہ انھوں نے فوراً ہی اس جلسہ کی شمولیت کا ارادہ کر لیا کسی کے بار خاطر نہ ہے اور جعفر کی تسلی اور خاطر اور اطمینان کے لئے عبدالملک نے اس جلسہ کے دستور کے موافق خادموں سے رنگین پوشاک منگوا کر پہن لی اور جلسۂ نشاط میں شامل ہو کر نہایت سرگرمی سے ہمکلام ہوئے اور دوچار ساغر شراب[۱] بھی چڑھا گئے۔ جعفر اپنے دل میں اس معزز شخص کے یار شاطر اور بے تکلف دوست بن جانے سے بہت ہی مسرور ہوا۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ آپ کی تشریف آوری کا اس وقت کیا باعث تھا۔

عبدالملک نے کہا کہ میں تمھارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ میری تین خواہشیں ہیں۔ چاہتا ہوں کہ خلیفہ سے عرض کر کے میرے یہ کام کرا دو۔

اول تو میرے اوپر دس لاکھ درہم قرض ہیں اور میں ان کو ادا کرنا چاہتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں اپنے لڑکے کے لئے ایسے صوبہ کی گورنری چاہتا ہوں کہ جو اس کے رتبے کے موافق ہو۔

اور تیسرا امر یہ ہے کہ میری یہ خواہش ہے کہ خلیفہ کی دختر سے میرے لڑکے کی شادی ہو جائے وہ اُس کا چچازاد بھائی اور ہم کفو ہے۔ جعفر نے کہا انشاءاللہ تعالیٰ آپ کی یہ تینوں خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔ دربارۂ زر نقد کے تو یہ عرض ہے کہ میں اسکو ابھی آپ کے دولت خانہ پر بھجوا دیتا ہوں۔ عاملی کے متعلق یہ التماس ہے کہ آپ کے صاحبزادے کو ملک مصر کا گورنر کر دیا جائے گا۔ اور شادی کی بابت یہ گذارش ہے کہ امیرالمومنین کی دختر سے میں اس کی نسبت کر دیتا ہوں۔ شادی میں اسقدر جہیز دیا جائیگا۔ آپ اطمینان قرین خاطر رکھیں۔ اللہ تعالےٰ

---

[۱] شراب نہیں نبیذ۔ ۱۲ مصباح

آپ پر اپنی رحمت کرے۔

جب عبدالملک اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے زرِ نقد وہاں موجود پایا دوسرے دن جعفر نے خلیفہ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض و معروض کر کے عبدالملک کے پسر کے لئے مصر کی گورنری کی منظوری لے لی۔ اور خلیفہ کو راضی کر کے شہزادی کا نکاح اس سے کرا دیا۔

فضل برمکی کا اسحٰق موصلی سے سلوک

اسحٰق ابن[1] ابراہیم الموصلی کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے ایک نہایت خوبصورت کنیز خریدی اور اس کے لکھانے پڑھانے میں محنت کر کے اس کو ہر علم میں طاق کر دیا اور اس کو فضل بن یحییٰ کو بطور ہدیہ کے پیش کرنا چاہا۔ لیکن فضل نے مجھ سے کہا کہ اے اسحٰق! گورنر مصر کا سفیر ابھی میرے پاس سے گیا ہے اور مجھے وہ کچھ ہدیہ دینا چاہتا ہے تم اس کنیز کو اپنے پاس رکھو میں اس سے کہوں گا کہ میں نے سنا ہے کہ اسحٰق کے پاس ایک نہایت حسین کنیز ہے وہ میری یہ خواہش پا کر یقیناً مجھے اس کنیز کو تحفۃً منظور کرنے کے لئے کہیگا میں اُس کی درخواست منظور کر لوں گا۔ پھر جب وہ تم سے خریدنے آئے تو اس کی قیمت پچاس ہزار

---

[1] ابو محمد اسحٰق بن ابراہیم الموصلی وہ مشہور شخص ہے کہ جس نے موسیقی کو معراج کمال تک پہنچا دیا تھا۔ المامون میں تحریر ہے کہ اسحٰق اپنے ہمعصروں میں باعتبار شہرت مقبولیت اور کمالات موسیقی کے سب پر فائق تھا۔ اسحٰق نے علامہ اصمعی۔ ابو عبیدہ۔ کسائی۔ اور فراء سے فن ادب۔ انساب۔ روایات۔ فقہ۔ علم نحو حاصل کیا تھا۔ ان تمام امور میں مجتہدانہ کمال رکھتا تھا۔ لیکن یہ عبرت کا مقام ہے کہ موسیقی کے انتساب نے نہ تو اس کو فقیہ مشہور ہونے دیا اور نہ ادیب اور صرف مغنی کے حقیر لقب سے اسکی تمام دنیا میں شہرت ہوئی جسکو باوجود کوشش کے سلطنت بھی نہ مٹا سکی۔ عود بجانا زلزل سے سیکھا تھا اور تمام راگنیاں اپنے باپ ابراہیم اور شہدہ سے سیکھی تھیں۔ خلیفہ مامون الرشید اس کی اسقدر عزت کرتا تھا کہ اس کو ندیموں کے زمرہ میں جگہ دیتا تھا اور دربار میں فقہا کا لباس پہنکر آنے کی اجازت تھی خلیفہ معتصم باللہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اسحٰق جب گاتا ہے تو مجھے جوش مسرت میں۔ خیال ہوتا ہے کہ میری سلطنت میں کوئی نیا ملک اضافہ ہو گیا ہے ۲۳۵ھ ہجری میں خلیفہ المتوکل علی اللہ کے زمانہ میں فوت ہوا اس کا باپ بھی موسیقی کا استاد تھا۔ اسحٰق کا باپ ابراہیم خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم ماہوار یعنی ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار کا نوکر تھا۔ ابراہیم بہت سی راگنیوں کا موجد ہے۔ ۱۲ مصباح۔

دینار سے کم نہ لینا۔

اسحٰق کہتا ہے کہ میں اپنے گھر چلا آیا۔ سفیر مصر نے اس کنیز کو دیکھکر دس ہزار دینار قیمت لگائی۔ میں نے اس سے انکار کر دیا۔ اس نے قیمت اور بڑھائی بیس ہزار کہی پھر تیس ہزار دینار کہے۔ اس قدر رقم عظیم قیمت کی سُنکر مجھ سے تو صبر نہ ہو سکا۔ اور میں نے یہ قیمت منظور کر کے کنیز کو اس کے حوالہ کر دیا۔ دوسرے دن فضل کے پاس جاکر یہ سب واقعہ اس سے دُہرایا۔ فضل مسکرایا۔ اور کہا کہ سفیر روم بھی مجھے ایک تحفہ دینا چاہتا ہے میں اس سے بھی اس کنیز کا تذکرہ کر دوں گا۔ تم یہ کنیز اپنے مکان پر لیجاؤ اور سفیر روم کے آنے کے منتظر رہو مگر پچاس ہزار دینار سے کم قیمت میں ہرگز نہ دینا اسحٰق کہتا ہے کہ میں اس کنیز کو اپنے گھر لے گیا اتنے میں سفیر روم میرے گھر آیا۔ الغرض اسکے ہاتھ بھی میں نے اسکو تیس ہزار دینار پر بیع کر دیا۔ پھر جو میں فضل کے پاس گیا تو اس نے مجھے پھر وہی کنیز دیدی اور کہا کہ سفیر خراسان بھی اسی طرح مجھکو تحفہ دینا چاہتا ہے۔ اس سے بھی میں نے اسی کنیز کی بابت کہدیا ہے میں گھر گیا۔ تھوڑی دیر میں سفیر خراسان میرے پاس آیا لیکن اس دفعہ میں نے ہمت کر کے چالیس ہزار دینار پر اُسکو فروخت کیا۔ دوسرے دن میں فضل کے پاس گیا اس نے کہا کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا میں نے عرض کیا کہ اس دفعہ میں نے چالیس ہزار دینار پر بیچا ہے خدا کی قسم جب میں نے اس قدر رقم عظیم سُنی تو مجھے صبر نہ ہو سکا اور میں نے اسکو فروخت کر ہی دیا۔ اب آپکے طفیل میں (رُردحی فداک) میں نے اس کنیز سے ایک لاکھ دینار پیدا کر لئے ہیں۔ اور اب زیادہ کی ہوس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ سنکر فضل نے اس کنیز کو بلوا کر مجھے پھر بخشدیا اور کہا کہ لے گھر لیجاؤ۔ میں نے کہا یہ کنیز تو دنیا میں سب سے زیادہ خیر و برکت والی ہے اسحٰق کہتا ہے کہ میں نے پھر اس کنیز کو آزاد کر دیا اور آزاد کر کے اس سے شادی کی اور اب اس سے میری کئی اولادیں ہیں۔

امام محمد ابراہیمی سے فضل برمکی کا سلوک

امام محمد بن ابراہیم جو محمد ابن علی بن عبداللہ ابن عباسؓ کے پوتے تھے ایک دن فضل کے پاس آئے اور ایک صندوقچہ جس میں جواہرات بھرے ہوئے تھے اُن کے ساتھ تھا انہوں نے فضل سے کہا کہ میری آمدنی میری ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے اس وجہ سے

میرے اوپر دس لاکھ درہم قرض ہو گئے ہیں اور مجھے اپنا حال ہر کسی سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ گو میں کافی ضمانت دے سکتا ہون مگر میں کسی سوداگر کو بھی اپنے حال سے آگاہ کرنا نہیں چاہتا۔ تمہارا سوداگروں سے لین دین ہے اسلیئے یہ التماس ہے کہ یہ جواہرات کسی سوداگر کے پاس رہن رکھکے دس لاکھ درہم منگوا دو۔ فضل نے جواب دیا کہ آپ کا فرمانا بسر وچشم منظور ہے مگر ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ آج تمام دن میرے پاس تشریف رکھیں۔ محمد اس بات پر رضا مند ہو گئے۔ فضل نے وہ صندوقچہ لیکر اسی طرح بند اور سر بمہر جس طرح کہ آیا تھا محمد کے مکان پر مع دس لاکھ درہم کے چپکے سے بھجوا دیا اور ہرکارہ سے کہدیا کہ اس کی رسید لے آنا۔ فضل نے محمد کو اپنے پاس شام تک رکھا۔ جب شام کو محمد اپنے مکان پر واپس آئے تو دس لاکھ درہم اور صندوقچہ جواہرات دونوں چیزوں کو دیکھ کر بہت ہی خوش اور متعجب ہوئے۔ دوسرے دن علی الصباح فضل کے مکان پر محمد اُس کا شکریہ ادا کرنے گئے لیکن معلوم ہوا کہ فضل ابھی ہارون الرشید کے پاس چلا گیا ہے۔ محمد پھر خلیفہ کے محل کیجانب گئے۔ لیکن جونہی کہ فضل کو انکا آنا معلوم ہوا وہ دوسرے دروازہ سے نکلکر اپنے باپ یحییٰ کے مکان پر چلا گیا۔ اس کا وہاں جانا معلوم کر کے محمد بھی یحییٰ کے مکان پر گئے وہاں انکو معلوم ہوا کہ فضل ابھی مکان پر چلا گیا۔ یہ وہاں سے فضل کے مکان پر گئے اور اب اُن سے ملاقات ہوئی۔ محمد نے فضل کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں آپ کی فیاضی کا شکریہ ادا کرنے علی الصباح آیا تھا مگر آپ نہ ملے فضل نے جواب دیا کہ دس لاکھ درہم میں نے آپ کو بھیجے مگر میں نے پھر خیال کیا کہ یہ سب تو آپ اپنے قرضخواہوں کو دیدیں گے۔ اور پھر خرچ کے لئے آپ کے پاس کچھ نہ بچے گا تو آپ کو دوبارہ قرض لینا پڑے گا۔ اسلیئے میں آج علی الصباح امیر المومنین کیخدمت میں گیا اور آپ کی حالت بیان کی۔ امیر المومنین نے دس لاکھ درہم آپ کو عطا کیئے ہیں خلیفہ کے محل پر میں آپ سے نہیں ملا اور دوسرے دروازہ سے چلا آیا اسکی وجہ یہ ہے کہ جبتک یہ روپیہ بھی آپ کے مکان پر نہ پہنچ جاتا اسوقت تک میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن اب وہ روپیہ پہنچ گیا ہوگا۔ محمد نے کہا تمہارا احسان مجھ سے کس طرح ادا ہو سکیگا صرف اظہار شکریہ کا ایک طریقہ ہے

اور وہ یہ کہ میں نہایت ہی پاک قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے سوائے تمہارے نہ کسی کے پاس جاؤں گا اور نہ سوائے تمہارے کسی سے کچھ طلب کروں گا۔ محمد نے اس بات کی درحقیقت قسم کھالی اور پھر یہ قسم تحریر بھی کر دی اور بعد ازاں ہمیشہ اس قسم پر پابند رہے۔

محمد عباسی کا ایفائے وعدہ

کچھ عرصے کے بعد جب خاندان برامکہ پر زوال آیا اور اُسکا استیصال ہوا اور فضل بن ربیع وزیر ہوگیا اسوقت بھی محمد کو پھر قرض کی حاجت پڑی لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ وزیر سے جاکر کہیئے وہ آپکی رفع حاجت کر دے گا محمد کو اپنی قسم یاد تھی اسلیئے نئے وزیر کے پاس جانے سے انکار کیا اور مرتے دم تک نہ کسی سے کسی قسم کا سوال کیا اور نہ کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول کیا۔

ہارون الرشید کی بے انتہا فیاضیاں خاصکر شعراء، علماء، فضلاء اور پیشوایان دین پر زیادہ تھیں اسی وجہ سے یہ لوگ اسکی بہت مدح و ثنا بطور شکریہ و ادائے احسان کیا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے انصاف اور رحم دلی کی شہرت زیادہ ہوگئی۔ گو اس میں یہہ عادتیں تھیں لیکن تواریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسقدر بیجا تعریف اور توصیف کا مستحق نہ تھا۔

ہارون الرشید کی خلافت میں اہل کمال کی کثرت۔

ہارون الرشید کے زمانے میں جسقدر اہل کمال، فضلاء، مفتی، علماء، شعراء، ادیب، نجومی، قاضی، طبیب وغیرہ موجود تھے اسقدر اہل کمال کسی خلیفہ کے زمانے میں نہیں ہوئے مغنیوں اور موسیقیوں کا تو کوئی شمار نہیں تھا۔ وہ ان سب کا مربی تھا اور بذاتہ اس میں سب قسم کی خوبیاں موجود تھیں۔ ہارون الرشید خود اپنے زمانے کا ایک کامل اہل علم اور بڑا عالم و فاضل تھا۔ شاعر بھی تھا شعر بہت اچھا کہتا تھا۔ علم تاریخ، علم حدیث، فقہ اور شاعری میں وہ بڑھا ہوا تھا۔ مناسب موقعوں پر ان کا اظہار کیا کرتا تھا۔ ہارون بڑا ہی صاحب تمیز اور بڑی عقل و فراست فہم و کیاست رکھتا تھا۔ ایسا خوش اخلاق بامروت متواضع اور حلیم تھا کہ ہر ادنی و اعلیٰ دل سے اس کا ادب اور لحاظ کرتا تھا۔

ہارون الرشید کی سلطنت کی شان و شوکت

اس وجہ سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تمام ہمعصر مورخین اسکی تعریف میں رطب اللسان اور متفق اللفظ ہیں اور اسکے اخلاق کی تصویر کے ایک پہلو کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہارون الرشید کے زمانے کے بعد کے مورخین[1] اسکی اسقدر تعریف نہیں کرتے لیکن یہ بات خوب ذہن نشین کر لینا اور یاد رکھنا چاہئے کہ خلافت کی تاریخ میں ہارون کی سلطنت اور حکومت کا زمانہ ایک نہایت ہی اعلیٰ ترین شان اور شوکت اور رونق کا زمانہ ہے اسکی حکومت میں سلطنت کی حدود[2] اتنی وسیع ہو گئی تھیں کہ اتنی پھر کسی زمانہ میں نہیں ہوئیں مشرقی دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ اور مغربی افریقہ کا ایک بڑا حصہ اسکے زیر نگیں اور تابع فرمان تھا اور ان ملکوں سے اس کے خزانہ میں خراج آیا کرتا تھا۔ شہر بغداد اس زمانہ میں اپنے کمال عروج اور کامل رونق پر تھا ہارون کی وفات کے بعد ہی فوراً بغداد کی رونق کم ہونا شروع ہو گئی اور سلطنت سے یکے بعد دیگرے صوبے نکلنا شروع ہو گئے اور خود خلفا کی طاقت اور حکومت جلد جلد کم ہونے لگی مسلمان مورخین اس سبب سے بھی گذشتہ شان وشوکت کے زمانے کی تعریف کرتے ہیں اور ہارون الرشید کی سلطنت اور شوکت عظیم کو بیان کئے جاتے ہیں۔

ہارون الرشید کی اصلی عادات واطوار سے اس کتاب کے آئندہ بابوں میں ہم کو واقفیت حاصل ہوگی۔

---

[1] مسٹر پامر کو سبات کا افسوس ہی کہ مورخین نی ہارون الرشید کی خوبیوں کے ساتھ برائی رجایسے اسمیں برائی ہو یا نہو) کیوں نہیں لکھی ۱۲ مصباح

[2] ہارون الرشید کے زیر نگیں جسقدر سلطنت تھی ہم اس کا ایک نقشہ واسطے ملاحظہ ناظرین مرتب کر کے پیش کرتے ہیں ان سے معلوم ہوگا کہ دنیا کے کس قدر حصے پر اسکی حکمرانی تھی اور کہاں سے کہاں تک اسکی حکومت کا جھنڈا لہراتا تھا مسٹر پامر نے تو کوئی نقشہ نہیں دیا مگر ہمنے دوسری کتابوں سے بڑی تلاش کے بعد یہ نقشہ مرتب کیا ہی ۱۲ مصباح

[3] مسٹر پامر کی یہ عجیب رائے ہی حالانکہ جو شخص اجل الملوک تمام دنیا میں مانا گیا ہو اسکے زمانہ کا حال لکھنا کسی سبب سے نہیں ہوا کرتا صرف تاریخ کے مرتب کرنیکی غرض سی ہوا کرتا ہی۔ کیا سوائے شان وشوکت والے بادشاہ کے ادنیٰ درجہ کے بادشاہوں یا چھوٹی چھوٹی سلطنت کے حکمرانوں کا حال تاریخ میں تحریر نہیں ہوا کرتا؟ اسکا جواب مسٹر پامر یا کوئی شخص نفی میں نہیں دیسکتا لہذا یہ امر ظاہر کیا جاتا ہی کہ تاریخ کی تحریر میں واقعات کی ترتیب کے سوا اور کوئی غرض یا سبب نہیں ہوا کرتا اگر کوئی غرض یا سبب مقرر کر لیا جائے تو ہم کا سبب ہمپر نہیں کھلا کہ خود مسٹر پامر اور تمام دیگر یورپین مورخین نے ہارون الرشید کو اعلیٰ اور اعظم شہنشاہ روئے زمین کیوں تحریر کیا اور اسکو سکندر اعظم کیطرح ہارون الرشید اعظم کا کیوں خطاب دیا گیا؟ ہماری تو یہ رائے ہی کہ مسٹر پامر نے یا دیگر مورخین نے ہرگز کسی سبب سے یہ تاریخ نہیں لکھی بلکہ صرف تاریخ کی حیثیت سے یہ تاریخ لکھی ہے۔ ۱۲ مصباح

باب دوم

ہارون الرشید کی خلافت کا کمال عروج

دمشق

ہاشمیہ

شہر دمشق[1] سے کہ جسمیں خاندان بنی امیہ کے زمانہ سلطنت کی عظمت اور شان و شوکت کی بہت سی یادگاریں اور آثار موجود تھے۔ عباسیوں کو فطرتی طور سے سخت نفرت تھی۔ اسلیئے خلیفہ منصور نے کوفہ کے قریب ایک جدید دارالخلافہ بنانا شروع کیا جس کا نام اسنے اپنے خاندان کے مورث کے نام پر ہاشمیہ رکھا۔

اہل کوفہ اولاد حضرت علی کے بہت طرفدار تھے اور گو علوئیین اور عباسیوں میں ہنوز درحقیقت کوئی رنجش یا مخالفت نہ تھی لیکن دونوں خاندان اس بات کو فراموش نہیں کر سکتے تھے کہ علوئیین کے نام سے جو بغاوت کی گئی اسکے فائدہ کے حصول سے علوئیین مکر و فریب سے محروم کر دیے گئے اور عباسیوں کو جو حکومت اور طاقت حاصل ہوئی یہ علوئیین ہی کے پُر زور دعاوی خلافت کی وجہ سے ہوئی۔ اسلیئے عباسیوں نے اپنی سلطنت کا دارالخلافہ طرفداران اولاد علیؓ کے ہیڈ کوارٹر یعنی کوفہ کے عین جوار میں بنانا مصلحت نہ سمجھا بدیں وجہ منصور نے ایک

---

[1] یہ شہر شام کے تمام شہروں سے بڑا ہے ہیل کے دور میں آیا دی چار ہزار برس سے زیادہ عرصہ گذرا کہ ارم بن سام بن نوحؑ نے آباد کیا تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ باغ ارم اسی شہر میں تھا جسکو شداد و عاد نے عمارت بنا کر وسیع کر دیا تھا "لم یخلق مثلھا فی البلاد" اسی کی صفت ہے۔ ۱۳ھ ہجری میں خلیفہ اول کے اخیر میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا ۴۱ھ میں امیر معاویہ نے دارالخلافہ بنا لیا ۹۲۳ھ ۱۵۱۶ء سے ترکوں کے قبضہ میں آیا۔ قدامت کے ہزار ہا منظر اس شہر میں موجود ہیں۔ ولید بن عبدالملک کی بنائی ہوئی مسجد جسمیں ۸ کروڑ ۴۳ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے جو تمام دنیا میں بےنظیر تھی اور دنیا کی مشہور سیر گاہوں یعنی صغد سمرقند شعب بوان اور بصرہ کے بعد غوطہ دمشق ہی اسکی قرب و نواح میں سایہ دار درخت باغستان جانفزا اور خوشگوار پانی کے چشمے ملتے ہیں ۱۲ مصباح

اور جگہ دار الخلافہ کے لئے پسند کی یہ نیا دار الخلافہ شہر بغداد تھا جو دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر واقع ہے۔ یہ شہر قدرتی طور سے ایک عظیم الشان دار الخلافہ ہونے کے لئے بہت مناسب اور موزوں تھا۔ شمال سے براہ دریا۔ دجلہ شہر دیار بکر سے۔ اور مشرق میں براہ خلیج فارس ہندوستان اور چین سے تجارت ہو سکتی تھی۔ علاوہ ازیں دریاء فرات بھی اس جگہ سے دریائے دجلہ سے نہایت ہی قریب ہے اور وہاں سے دریائے فرات کو ایک نہایت عمدہ سڑک جاتی تھی جو براہ راست ملک شام اور ممالک مغرب کو چلی گئی تھی۔ بغداد ایک پرانے زمانے کا نام ہے اسکے معنے ہیں خدا کا عطا کیا ہوا یا بنایا ہوا شہر۔ اس لفظ سے بھی اس کے جائے وقوع کے نہایت عمدہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ نیا شہر بہت جلد ایک عظیم الشان اور خوب رونق دار بن گیا اس کے بانی اور اُسکے بعد کے دو جانشینوں نے اس شہر کی سجاوٹ میں اور اسکو بارونق بنانے میں کروڑوں روپے صرف کر دئے ساسانی بادشاہوں کے پرانے محلوں اور براعظم ایشیا کے دیگر خاص خاص شہروں سے ان کے تمام نقش و نگار اتروا کر اور عمدہ عمدہ پتھر اور مصالحہ اُن میں سے نکلوا کر اس سے بغداد کی عمارتوں کو زیب دیا گیا جس سے یہ شہر نہایت ہی پر رونق اور بڑا ہی خوبصورت ہو گیا۔

وسعت سلطنت

اس شہر بغداد میں جو ایک ایسی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کا دار الخلافہ تھا کہ جو ہندوستان اور تاتار کی حدود سے بحر اوقیانوس کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی وہ بادشاہ سلطنت کرتا تھا جسکے حکم میں بے انتہا ذرائع آمدنی کے تھے جسکی حکومت بالکل مطلق العنان اور خود مختاری کی تھی اور جس کے گرداگرد وہ اہل کمال حکما، علما، فضلا موجود رہتے تھے جسکے مانند اس زمانے میں اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہ بادشاہ خلیفہ ہارون الرشید تھا۔

ہارون الرشید کو اپنی رعایا کا کس قدر خیال تھا۔

ہارون الرشید کی حکومت میں فوجی نقل و حرکت کی کارروائی بہت جاری رہتی تھی۔ اسکے کئی سبب تھے۔ ایک تو یہ کہ سلطنت بہت ہی وسیع ہو گئی تھی اور تمام سلطنت کی حکومت

لے مسٹر پامر کی رائے ٹھیک نہیں ہے بلکہ بغداد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب نوشیرواں کا ایک باغ تھا جہاں وہ بیٹھکر مقدمات عدالت فیصل کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ باغ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہو گیا اور عوام الناس بغداد کہنے لگے ۱۲ مصباح۔

کا ایک مرکز پر مجتمع ہونا ناممکنات سے تھا۔ دوسرے اس خیال سے بھی یہ کارروائی ہوتی تھی کہ نگرانی کے خوف سے حریص اور طامع اور نمک حرام گورنر صوبجات اپنے تئیں خود مختار نہ بنا سکیں یا ذاتی شان و شوکت حاصل کرنیکے لئے عوام الناس اور رعایا پر جبر و اخذ اور ظلم و ستم نہ کر سکیں۔ بمشکل کوئی سال ایسا ہوتا تھا کہ جس میں ایک نہ ایک صوبہ میں بغاوت نہ ہوتی ہو۔

متفرق فریق مثل سابق آپس میں بر سر عناد تھے۔ ملک شام اور ملک الجزیرہ میں بنی امیہ کے طرفدار موجود تھے۔ خراسان میں عربوں کی حکومت سے نفرت اور انکے مذہب سے دشمنی قایم تھی۔ عمال اور گورنروں کے جبر و اخذ ناجائز سے ہر جگہ رعایا میں ناراضی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ باتیں خلیفہ کی سلطنت میں نقض امن عامہ اور مشکلات پیدا کرتی رہتی تھیں منجملہ خاص خاص بغاوتی واقعات کے چند واقعے تحریر کئے جاتے ہیں جس سے خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی حالت انکی حکومت کی ہیبت اور شان و شوکت معلوم ہوگی اور اس بات سے بھی آگاہی ہو جائیگی کہ مختلف صوبجات سلطنت کا سنٹرل گورنمنٹ بغداد کے ساتھ کیا تعلق تھا۔

یحییٰ بن عبداللہ کا خروج دیلم میں

ہارون الرشید کے جلوس کے پانچویں سال ۷۹۱ء میں یحییٰ ابن عبداللہ نے جو حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی اولاد میں تھے خروج کیا اور خلیفہ کے مقابلہ کو اٹھے حضرت علیؓ محمد صاحب کے چچازاد بھائی۔ داماد اور خلیفہ تھے یعنی منجملہ خلفاء راشدین کے حضرت علی چوتھے جائز خلیفہ تھے یحییٰ کے دو بھائی النفس الزکیہ[1] اور ابراہیم کے ساتھ خلافت سابق میں جو کچھ کارروائی ہوئی تھی اس کی وجہ سے یحییٰ بن عبداللہ کو فطرتی طور سے اپنی جان کا خوف ہو گیا اور اسی لئے یحییٰ نے ۱۷۵ ہجری میں شہر دیلم میں جا کر پناہ لی۔ وہاں انکے دعاوی امامت یعنی اسلام میں سب سے اعلیٰ دینی پیشوا ہونے کو عوام الناس نے بہت جلد تسلیم کر کے دیلم کے لوگوں نے ان کو اپنا جائز خلیفہ مشتہر کر دیا۔ ہر چہار جانب و اطراف سے انکے جھنڈے کے نیچے ہزارہا آدمی جمع ہونا شروع ہو گئے اس کارروائی سے سلطنت میں بھی خوف پھیل گیا اور

[1] خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں محمد بن عبداللہ (النفس الزکیہ) نے جو سیدنا امام حسینؓ کے پڑپوتے تھے علماء مدینہ کے فتوے کے بموجب خروج کیا لیکن بہت سی خونریزی کے بعد وہ شہید ہوئے۔ انکے ایک بھائی ادریس کو ہارون الرشید نے زہر سے مروا ڈالا تھا یحییٰ بن عبداللہ روپوش ہو گئے تھے اب انہوں نے خروج کیا۔ ۱۲ مصباح

ہارون الرشید نے مجبوراً فوجی کارروائی سے اس بغاوت کو فرد کرنا چاہا۔ باغیوں کے مقابلہ کیواسطے فضل بن یحییٰ وزیر اعظم کو پچاس ہزار فوج کا افسر مقرر کرکے روانہ کیا اور اس کو جرجان اور طبرستان[لہ] اور رے کا گورنر مقرر کردیا۔ فضل معہ فوج یحیےٰ بن عبداللہ کے ہیڈ کوارٹر کے بہت ہی قریب پہنچ گیا مگر اغلباً غنیم کی فوج کے مذہبی جوش کے نتائج سے خوف زدہ ہوکر چونکہ باغی شہزادہ حضرت علی کی اولاد میں سے تھا اور اسوجہ سے فرقہ شیعہ کا جائز پیشوا اور سرگروہ تھا اور اسی فرقہ سے قریباً تمام ایرانی تعلق رکھتے ہیں فضل نے یحییٰ بن عبداللہ سے مقابلہ کرنے سے اجتناب کیا اور اس امید میں کہ صلح سے یہ کارروائی ختم ہوجائے یحیےٰ بن عبداللہ سے عہد وپیمان کرنا شروع کردئے۔ خلیفہ کے اس سفیر کے مضبوط اور اعلیٰ وعدوں اور اقراروں کے بھروسہ پر آخرکار یحیےٰ بن عبداللہ صلح پر رضامند ہوگئے اور اپنے آپکو اس شرط پر سپرد کردینا منظور کرلیا کہ ہارون الرشید اپنے خاص قلم سے انکی معافی جرایم کا ایک خط (امان نامہ) لکھدے اور اُس پر قاضی اور مفتی اور فقہاء سلطنت کے دستخط گواہی کے طور پر ثبت ہوں۔ اس بات پر ہارون الرشید بھی رضامند ہوگیا چونکہ وہ اپنے حریف کے دعاوی اور اس کامیابی سے جو یحییٰ بن عبداللہ کو اب تک ہوچکی تھی بہت ہی پریشان ہورہا تھا۔ ایک معافی نامہ جسمیں کہ بہت ہی صاف صاف طور سے شرطیں تحریر تھیں اور جس پر صرف علماء مذکورہ بالاہی کے دستخط ثبت نہ تھے بلکہ شاہی خاندان یعنی بنی ہاشم میں سے بھی بڑے بڑے سرداروں کے دستخط تھے (ہارون بھی بنی ہاشم تھا) لکھ کر یحیےٰ بن عبداللہ کے پاس خلیفہ نے روانہ کیا۔ اس خط سے جو قیمتی تحائف کے ساتھ ان کے پاس پہنچا یحییٰ بن عبداللہ کو فضل کے ہمراہ بغداد جانے کی ترغیب ہوئی اور جب یہ بغداد پہنچے تو خلیفہ نے نہایت خلوص اور محبت سے اُن کا استقبال کرکے انسے بہت ہی

[لہ] ارض طبرستان اور رے عراق عجم کے دو مشہور صوبے ہیں اور ان کے صدر مقام بھی انہی نام کے مشہور تھے لیکن رے بہت قدیم شہر تھا چنانچہ بلحاظ قدامت کے عرب رے کو ام البلاد اور شیخ البلاد کہتے ہیں حضرت شیث علیہ السلام نے اسکی بنیاد ڈالی تھی۔ عہد ہوشنگ۔ منوچہر اور فریدون میں دن بدن ترقی ہوتی رہی اور بعد زوال حکومت فارس کے عہد اسلام میں مہدی عباسی نے اسکو خوب آباد کیا تھا۔ اب ویران ہے اور اس کے شمالی حصے میں طہران آباد ہے طغرل سلجوقی کا گنبد آثار قدیمہ سے آجتک باقی ہے۔ ۱۲۔ مصباح

اچھا سلوک کیا۔ یحیےٰ ابن عبداللہ کو ابھی دار الخلافہ میں آئے بہت دن نہ گذرے تھے کہ ہارون الرشید نے انکو قید کر دیا اور سلطنت کے تمام علماء اور مفتیوں کو جمع کر کے فتویٰ طلب کیا کہ آیا یہ معافی نامہ قابل جواز ہے یا نہیں؟ بعضوں نے کہا کہ ایسا وثیقہ جس پر حسب ضابطہ ایسی تصدیق ہو اُس کا نقص معاہدہ جائز نہیں۔ وہ عمل پذیر رہیگا اور بعضوں نے خوشامد سے تاکہ ان پر خلیفہ کی عنایت و مہربانی مبذول ہو یہ فتویٰ دیدیا کہ یہ معاہدہ ناجائز ہے آخر کار آخر الذکر لوگوں کی رائے پر شوق سے عمل کیا گیا۔

جب بادشاہ کو اپنی کسی رعایا کو سزا دینے کے لئے عذر و بہانہ کی ضرورت ہوتی تو ہمیشہ ایک نہ ایک گمراہ یا بدذات آدمی بخوشی حلف دروغی کر کے اس امر کی شہادت دیتا کہ ملزم نے فلاں جرم کا ارتکاب کیا ہے اور ایسا کرنے سے اسکو اپنے بادشاہ کی عنایت و مہربانی زیادہ ہونے کی امید ہوتی چنانچہ یحیےٰ ابن عبداللہ کے معاملہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔

---

[1] امام محمد صاحبؒ اس فتویٰ کی بڑے زور سے مخالفت کی اور اپنے اس فتوے پر قایم رہے کہ نقص معاہدہ جائز نہیں ہے۔ ان امام صاحب کے حالات ناظرین کی آگاہی کیلئے ہم لکھتے ہیں وہو ہذا امام محمد بن الحسن شیبانی امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں ۱۳۵ھ ہجری میں بمقام حرستا (دمشق کے متصل ایک موضع ہے) پیدا ہوئے امام مالک سے حدیث پڑھی۔ ہارون الرشید انکی بڑی عزت کرتا اور سیر و سفر میں ہمراہ رکھتا تھا اگرچہ دربار کا تعلق تھا مگر آزادی اور حق گوئی کا سررشتہ کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ امام محمد کے فضل و کمال کا اندازہ امام شافعی کے اس قول سے ہوتا ہے کہ امام جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے۔ تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اُتر رہی ہے تمام شاگردوں میں امام شافعی بلند رتبہ تھے اور بمقابلہ دیگر شاگردوں کے امام محمد بھی انکے ساتھ خاص مراعات سے پیش آتے تھے۔ امام محمدؒ کی شہرت اگرچہ زیادہ تر فقہ میں ہے لیکن وہ تفسیر۔ حدیث۔ ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے امام صاحب کی تصنیفات میں سے موطا۔ مبسوط۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ زیادات۔ کتاب الحج۔ سیر صغیر و کبیر مشہور ہیں۔ بہمراہی خلیفہ ہارون الرشید ۱۸۹ھ ہجری میں رَے کے قریب موضع رنبویہ میں انتقال کیا۔ اتفاق سے کسائی نحوی نے بھی اسی جگہ انتقال کیا تو ہارون کو بہت صدمہ ہوا اور کہا کہ آج فقہ اور نحو دونوں کو ہم دفن کر آئے۔ علامہ یزدی نے نہایت جان گداز مرثیہ لکھا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:۔

فقلت اذا ما اشکل الخطب من لنا ... بایضاحہ یوماً وانت بقید

(ترجمہ) ہمنے کہا کہ جب تو نہ رہا تو ہمارے لئے مشکلات کا حل کرنیوالا کہاں سے آویگا ۱۲ مصباح

زبیر ابن عوام کے خاندان کے ایک آدمی نے ہارون الرشید کے حضور میں یحیےٰ پر یہ
الزام لگایا کہ معافی نامہ کی وصولی کے بعد سے یحیٰ پھر سازشیں کر رہا ہے اور فوج جمع کرنے کی
کوشش کر رہا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ موقع پاتے ہی علم بغاوت پھر کشادہ کرے خلیفہ نے یحیٰ
کو قید خانہ میں سے بلوا کر زبیری سے ان کا مقابلہ کرایا اور اُن سے دریافت کیا کہ اس شخص نے تم پر
یہ الزام لگائے ہیں۔ آیا یہ صحیح ہیں یا کیا ہے یحیےٰ نے حقارت اور غصہ سے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہی
اور زبیری سے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو قسم کھا کر بیان کر۔ زبیری نے قسم کھانے پر اپنی مستعدی ظاہر
کی اور کہنا شروع کیا کہ خدا کی قسم۔ وہ خدا جو مجرموں کو تلاش کرتا اور سزا دیتا ہے۔ ابھی زبیری
نے قسم کو پورا نہیں کیا تھا اور اسی قدر کہا تھا کہ اتنے میں یحیےٰ نے اسکو روک دیا اور کہا کہ
خاموش۔ قسم تنہا ہونی چاہیے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا
جو اسکی عظمت اور جلالت بیان کرتا ہے سب سے بڑی قسم یہ ہے کہ تو صاف طور سے مجھپر
حلفیہ الزام لگا اور خداوند تعالیٰ کی قوت اور عظمت کا کیا ذکر کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے تو تو
اپنی قوت اور عظمت پر بھروسہ کر کے قسم کھا کر بیان کر کہ یہ معاملہ اس طرح سے ہے۔

زبیری یہ سُنکر کانپنے لگا اور کہا کہ یہ تو بہت بڑی قسم ہے خلیفہ ہارون الرشید نے
کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو قسم کھانے سے خوف کیوں کرتے ہو؟ اس بدبخت آدمی نے یہ
خیال کر کے کہ اگر جھوٹ بولنے کا اقرار کر لوں گا تو سزا ہوگی اور خلیفہ یحیےٰ سے اپنا بدلہ نہیں
لے سکیگا اور لوگوں کو یہ خیال ہوگا کہ خلیفہ نے خود ہی اسکو حلف دروغی کی اجازت دی
ہوگی یا یہ کہ جھوٹی شہادت پر خلیفہ نے اسکو دانستہ سزا نہ دی۔ قسم کھالی اور یحیٰ کی موت
کے محضر پر دستخط کر دیئے۔ تمام مورخین اس سزا کا بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے زبیری
کو دی۔ ذکر ہے کہ زبیری یہ قسم کھا کر دربار سے اُٹھکر اپنے گھر روانہ ہوا راستہ میں اس نے
کسی چیز سے ٹھوکر کھائی اور ٹھوکر کھاتے ہی گرا اور گرتے ہی اسکو ایسا صدمہ پہنچا کہ اسی دن
شام ہونے سے پہلے پہلے مرگیا جب اسکو دفن کرنے کیلئے قبرستان میں لیگئے اور اس کی
نعش قبر کے اندر رکھکر قبر پر مٹی ڈالنے لگے تو تمام مٹی اندر دھس جاتی تھی۔ اور جسقدر مٹی ڈالتے
تھے وہ فوراً قبر کے اندر اتری چلی جاتی تھی لوگ عاجز آگئے۔ مگر وہ قبر بند نہ ہوسکی لوگوں نے

زبیر ابن عوام کی اولاد

زبیری پر قہر خداد و قتل یحیےٰ
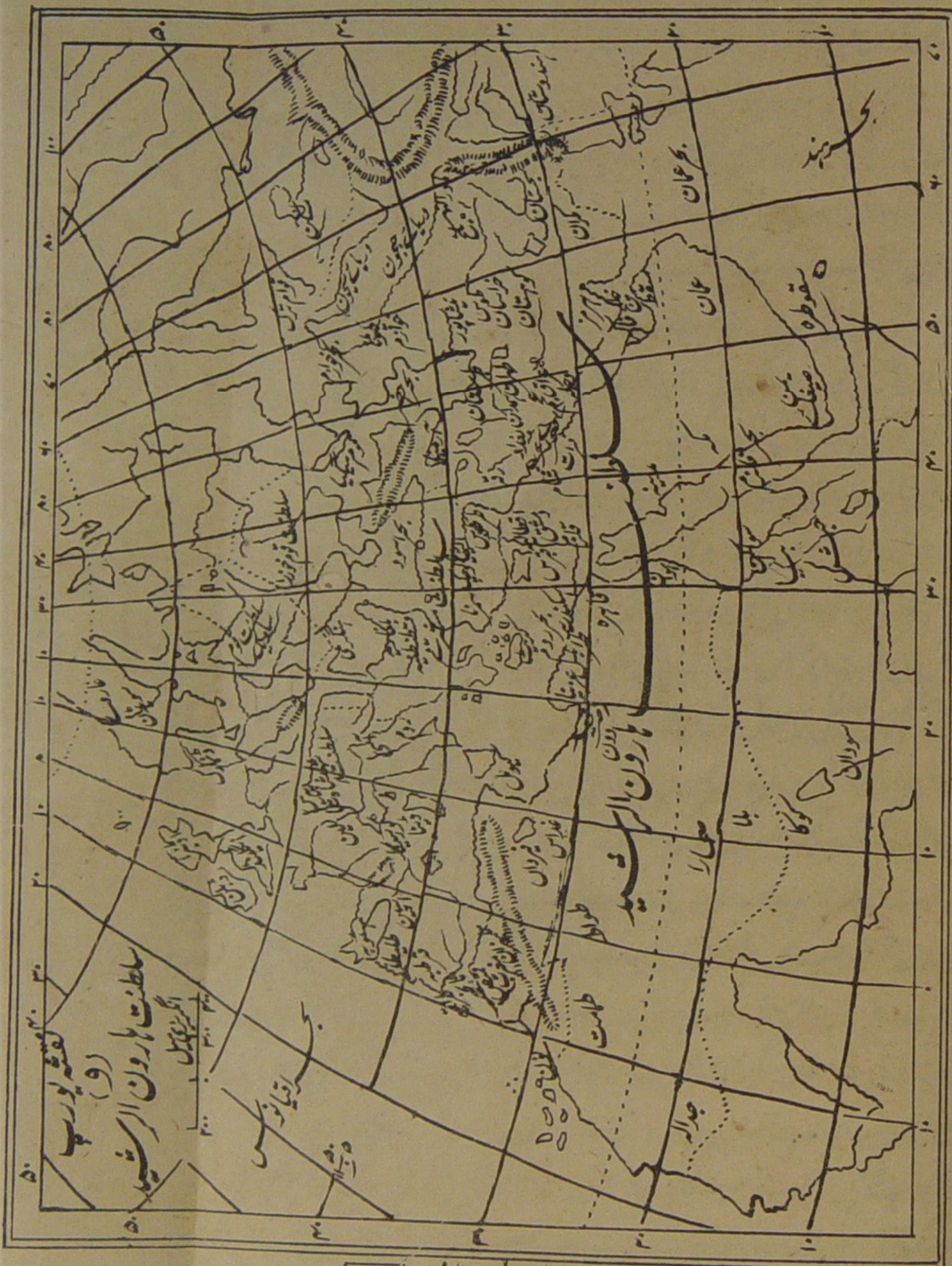
اُس کو عتاب الہی سمجھکر آپس میں ذکر کیا کہ اس شخص نے جو حلف دروغی کی تھی یہ اس کی سزا ہے اور مجبوراً اس قبر پر ایک چھت سی بناکر اسکو ویسا ہی چھوڑکر چلے آئے۔

ہارون الرشید حالانکہ اس قدر نیک دل تھا لیکن اس وقت اس نے اس کرامت کا بھی خیال نہیں کیا کیونکہ یہ اسکی خواہش کے برخلاف تھی۔ باوجودیکہ یحیٰی کو معافی نامہ دیدیا تھا اور اللہ تعالےٰ کی جانب سے بھی اسکی بیگناہی کی شہادت مل گئی تھی۔ لیکن ہارون الرشید نے یحیٰے کو قید خانہ میں مروا ڈالا۔

موسیٰ بن عیسیٰ عامل مصر کی موقوفی۔

اسی سال مصر میں بغاوت کے خوفناک آثار ظاہر ہوئے۔ اس پر ہارون نے موسیٰ بن عیسیٰ گورنر مصر کو جو ہارون الرشید کے باپ خلیفہ المہدی کا چچازاد بھائی تھا گورنری مصر سے واپس طلب کرلیا۔ ہارون الرشید کو موسیٰ پر یہ شبہ ہوگیا کہ اس کے خیالات میری جانب سے اچھے نہیں ہیں اور اسی کی تحریک سے یہ بغاوت برپا ہوئی ہے۔

عمر بن مہران کا گورنر مصر مقرر ہونا۔

ہارون الرشید نے موسیٰ کو موقوف اور اسکی بجائے اپنے در دولت کے ایک سب سے ذلیل اور ادنیٰ شخص کو گورنر مصر مقرر کرنے کا ارادہ کیا جعفر کو حکم دیا کہ عمر بن مہران کو جس کی کنیت ابو حفص ہے۔ میرے حضور میں حاضر کرو یہ شخص نہایت ہی بدصورت تھا اسکی آنکھیں بھینگی (احوال) تھیں عمر نہایت خراب وضع کے کپڑے پہنا کرتا اور جس گھوڑے پر خود سوار ہوتا اُسی پر اپنے پیچھے اپنے نوکر کو بھی بٹھالیتا تھا خلیفہ نے اس کریہ منظر آدمی سے دریافت کیا کہ تجھے مصر کی گورنری منظور ہے؟ اس نے کراہت سے جوابدیا کہ ہاں ایک شرط سے منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مصر میں کامل انتظام اور امن وامان قائم کردوں تو پھر جب میں چاہوں وہاں سے چلا آؤں آپ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ ہارون الرشید نے یہ بات منظور کرلی اور عمر مصر کو روانہ ہوگیا قاہرہ میں پہنچکر عمر سیدھا موسیٰ کے مکان پر گیا اور جو لوگ اُسکے دربار میں حاضر تھے ان سب کے اخیر میں جاکر بیٹھ گیا جب سب حاضرین دربار چلے گئے موسیٰ نے اسکو بیٹھا ہوا دیکھکر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ عمر نے خلیفہ کا پروانہ نکالکر موسیٰ کو دیدیا۔ موسیٰ نے اسکو پڑھکر دریافت کیا کہ کیا ابا حفص اللہ تعالیٰ اُنپر رحمت کرے تشریف لے آئے ہیں؟ حامل پروانہ نے کہا

کہ ابو حفص میں ہی ہوں۔ موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرعون[۱] پر لعنت کرے۔ اس نے کہا تھا کہ کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے۔

موسیٰ نے بغیر ذرہ بھر تامل کے مصر کی گورنری ابو حفص کو تفویض کر دی۔ اب عمر نے اپنے فرائض منصبی کو انجام دینا شروع کیا۔ سب کاموں سے پہلے اپنے سکرٹری کو اول ہی یہ ہدایت کر دی کہ اگر کوئی شخص نذرانہ یا تحفہ تحائف میرے لئے لائے تو سوائے زر نقد کے اور کوئی چیز تحفہ میں ہرگز قبول نہ کرنا۔ جب افسر اور سردار اور بزرگانِ مصر معمولی تحفے اور ہدیے لیکر حاضر ہوئے اس نے صرف زر نقد اور قیمتی کپڑے بطور تحفہ کے قبول کر لئے اور دیگر تحفہ جات مثلاً گھوڑے اور کنیزیں وغیرہ کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس زر نقد اور کپڑوں کو باحتیاط تمام رکھا اور ہر ایک چیز پر کاغذ کی چٹ لگا کر اسکے مالک کا نام اسپر لکھدیا۔ مصر کے لوگ خراج وقت مقررہ سے بہت ہی بعد میں ادا کیا کرتے تھے۔ عمر نے اس بات کا انتظام کرنا چاہا اسلئے بطور نظیر قایم کرنیکے اس نے ایک شخص سے لگان کا مطالبہ کیا اس نے عمر کو دھوکا دینا چاہا اور کہا کہ بغداد جا کر خود خلیفہ کے خزانے میں یہ لگان ادا کر دوں گا کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے مصر میں خراج دینا چاہا اور بہت دلیل کی کہ روپیہ موجود ہے یہیں لیلو مگر عمر نے نہیں لیا اور اس شخص کو اسکے حسب اقرار بغداد بھجوا دیا اسکے بعد کسی شخص نے عمر کو پھر فریب اور دہوکا نہیں دیا پہلی اور دوسری دونوں اقساط سب نے معمولی وقت پر داخل خزانہ کر دیں۔ جب تیسری قسط کا وقت آیا اور لوگوں کے پاس حقیقت میں قسط ادا کرنیکو روپیہ موجود نہیں تھا تو انہوں نے مہلت مانگی اور عذر کیا کہ ہمارے پاس ابھی روپیہ نہیں ہے یہ سنکر عمر نے وہی زر نقد اور تحائف جو اسکی تقرری کے وقت لوگوں نے اس کو پیش کئے تھے

---

[۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون نے جو بادشاہ مصر تھا خدائی کا دعویٰ کیا تھا اسی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام مامور ہوئے تھے مگر فرعون نے راہ ضلالت نہ چھوڑی اور انا ربکم الاعلیٰ کی منادی حسب بالا۔ عذاب الٰہی نازل ہوا اور فرعون معہ اپنی قوم کے دریائے نیل میں غرق ہوا اس نے یہ بات حقارت سے کہی کہ خدا تو ایسا قادر ہے کہ ابو حفص جیسے کریہ المنظر کو مصر کا گورنر کر دیا۔ فرعون پر لعنت ہو کہ اس نے ایسے بے حیثیت ملک پر غرور اور دعویٰ خدائی کا کیا تھا ۱۲۔ مصباح۔

منگوا کر اُن کے دینے والوں کے نام سے تیسری قسط میں محسوب کر کے داخل خزانہ شاہی کر لئے اور پھر جو خفیف رقم بقایا کی ان پر نکلیں صرف اسی کا مطالبہ کیا۔ لوگوں نے جب عمر کی اسقدر دیانت داری دیکھی تو انہوں نے ایسے دیانتدار عامل کو وقت میں ڈالنے سے توبہ کی اور آپس میں عہد کیا کہ معمولی اور مقررہ اوقات پر اقساط داخل خزانہ کر دیا کریں گے۔ ابتدا آفرینش عالم سے انسان کی یاد میں یہ اول ہی مرتبہ تھا کہ بصریوں نے اپنا اپنا خراج وقت مقررہ پر ادا کیا۔ یہ سب انتظام مکمل کر کے عمر نے عہدہ گورنری مصر سے استعفا دیدیا اور بغداد میں واپس آگیا

۱۷۶ھ ہجری میں مضری اور یمنی قوموں میں وہی قدیمی عناد کی آگ دمشق میں پھر بھڑکی۔

ابوہیدام بغاوت

عامر ابن عمارہ جو ابوہیدام کی کنیت سے مشہور تھا ایک نہایت شجاع اور بہادر عرب تھا۔ وہ قوم مضری کا سرگروہ اور پیشوا تھا۔ اسکے فتنہ اور فساد کرنے کا سبب یہ ہوا کہ ہارون الرشید کے عامل نے سجستان میں ابوہیدام کے بھائی کو مار ڈالا ابوہیدام نے یہ سُنکر علم بغاوت کشادہ کر دیا۔ بہت سے لوگ اسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

یہ شخص بھی مثل مشہور عربوں کے شاعر تھا۔ وہ اپنے بھائی کا ایک مرثیہ عوام الناس کے مجمع میں پڑھا کرتا تھا اس مرثیہ کے چند شعروں نے لوگوں کے دلوں کو مشتعل کر دیا۔

ابوہیدام کی گرفتاری اور رہائی

ہارون الرشید نے ابوہیدام کے ایک بھائی کو ملا لیا جس نے فریب سے اپنے بھائی کو گرفتار کروا دیا چونکہ یہ کوئی بڑی بغاوت نہ تھی اور خلیفہ کی حکومت کے تہ و بالا کرنے کے لئے نہیں کی گئی تھی اسلئے ہارون الرشید نے ابوہیدام کو رہا کر دیا۔

عطاف سفیان کی بغاوت اور اور اسکی فراری

اسی زمانہ میں یعنی ۱۷۷ھ میں العطاف ابن سفیان الازدی نے جو شہر موصل کے سرداروں میں سب سے بڑا مقتدر اور طاقتور تھا۔ ہارون الرشید کے نائب محمد ابن عباس الہاشمی سے برخلاف بغاوت کر دی اور چار ہزار آدمیوں کا لشکر جمع کر کے خراج وصول کرنا شروع کر دیا۔ دو برس تک وہ شہر پر قابض رہا۔ پھر ہارون الرشید نے خود جا کر موصل پر حملہ کر کے اس کی فصیل منہدم کر دی۔ عطاف آرمینا کیجانب فرار ہو گیا اسی سال ہارون الرشید نے فضل ابن یحیٰے برمکی کو جو رے اور سیستان کا گورنر تھا گورنر خراسان بھی مقرر کر دیا تاکہ وہ ان غیر منتظم صوبجات میں بھی امن وامان قایم کر دے۔

مصر میں قوم ہوفیہ کی بغاوت اور اُن کی سرکوبی

سنہ ۱۹۴ ہجری میں قوم ہوفیہ نے اپنے گورنر اسحٰق بن سلیمان کے برخلاف بغاوت ملک مصر میں کردی ہارون الرشید نے ہرثمہ بن اعین گورنر فلسطین کو اُنکی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ آخر کار اس قوم نے پھر اطاعت قبول کی۔ قوم ہوفیہ کا تعلق اقوام قیس اور قداحہ سے تھا یہ قومیں اس فساد میں شریک تھیں جو دمشق میں برپا ہوا تھا۔

ولید شیبانی کی بغاوت اور اس کا قتل ہونا

ملک الجزیرہ میں الولید ابن طارف الشیبانی نے بغاوت برپا کردی اور خلیفہ کے دو چھوٹے چھوٹے لشکروں کو جو اسکے مقابلہ کیلئے گئے تھے شکست دی۔ آخر کار ہارون الرشید نے یزید ابن مزید کو ولید کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا یہ یزید بھی قوم کا شیبانی تھا۔ غالباً یزید اپنے ہم قوم پر حملہ کرنے سے متنفر تھا اور اسی وجہ اس نے بہت سا عرصہ بیکاری میں فضول گذار دیا خاندانِ برمکی کی یزید سے کچھ مخالفت تھی۔ انھوں نے خلیفہ کو اس بات سے آگاہ کیا کہ یزید اور ولید دونوں ہم قوم ہیں اس لئے یزید وقت ضایع کر رہا ہے اور ولید سے نہیں لڑتا خلیفہ نے اس بات سے واقف ہو کر ایک خفگی کا پروانہ یزید کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "اگر میں اس مہم پر بجائے تمھارے کسی ادنیٰ ملازم کو بھیجدیتا تو تم نے جو کچھ ابتک کیا ہے وہ اس سے زیادہ کارروائی کر کے دکھاتا۔ معلوم ہوا کہ تم قابل اعتماد نہیں ہو اور تم اپنی قوم کی بہت طرفداری کرتے ہو۔ خدا کی قسم اگر تم نے بعجلت ولید کو سزا نہ دی تو میں کسی آدمی کو بھیجکر تمھارا سر کٹوا کر یہاں منگوالوں گا"

یزید کو جب یہ عتاب نامہ پہنچا تو اس نے سوچا کہ اب بغیر لڑائی چارہ نہیں اس لئے اس نے آخر کار ولید سے لڑائی کی ٹھان لی اور اتنی سرعت سے ولید کے مقابلہ کو بڑھا کہ جب حربگاہ میں پہنچا تو بوجہ شدت پیاس اپنی انگشتری اپنے منہ میں تسکین کے لئے رکھ لی اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ "میرے والدین خدا کرے تم پر فدا ہوں۔ ولید کی فوج میں سب کے سب غیر قواعدداں باغی ہیں جو تم سے اب مقابلہ کرینگے۔ تم مستقل رہو جب وہ حملہ کر چکیں تو تم اُن پر حملہ کرنا جب باغیوں کو ایک دفعہ شکست ہو جائے گی تو پھر اُن میں بالکل ہمت نہیں رہیگی۔ اور سب منتشر ہو جاویں گے۔ چنانچہ جیسا یزید نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ اوّل باغیوں نے یزید اور اسکی فوج پر حملہ کیا فوج نے یہ حملہ برداشت کر کے باغیوں پر حملہ کیا اور ان کو بالکل درہم برہم کر دیا

عجیب مشابہت

یزید کا بیٹا اپنے باپ کے ہمراہ اس معرکہ میں موجود تھا۔ کہتے ہیں کہ باپ اور بیٹے میں اسقدر مشابہت تھی کہ دونوں میں تمیز کرنا نہایت مشکل کام تھا سوائے اسکے کہ یزید کی پیشانی پر تلوار کے زخم کا ایک نشان ہو رہا تھا۔ صرف اس سے وہ پہچانا جاتا تھا۔ اسکی یہ خواہش تھی کہ میرے بھی اسی طرح زخم کا نشان پڑ جائے اس معرکہ میں جب ایک دشمن نے اس پر تلوار لگانی چاہی تو اس نے بجائے سپر پر روکنے کے اپنے سر پر روکی اور جس جگہ یزید کے زخم تھا اسی جگہ اسکے بھی ہو گیا۔

لیلی خواہر

جبکہ الولید قتل ہو گیا تو اس کی بہن لیلیٰ مردانہ لباس میں مسلح ہو کر یزید سے لڑنے کیلئے آئی اور ایک فوج جمع کر کے یزید کی فوج پر حملہ کر دیا لیکن میدان جنگ میں یزید نے اُسے پہچان لیا۔ اپنا گھوڑا دوڑا کر اسکے پاس گیا اور لیلےٰ کے اسپ کے زیر بند پر اپنا نیزہ رکھکر اس کو زور سے چلا کر نصیحت کی کہ "تو گھر میں جا کر بیٹھ۔ کیا تو اپنی قوم کو بدنام کرنے آئی ہے"۔ یہ سُنکر لیلےٰ کو شرم آئی اور وہ میدان سے چلی گئی۔ لیلےٰ ایک بڑی شاعرہ تھی اپنے بھائی الولید کی وفات پر جو مرثیہ کہا ہے وہ ابتک کتابوں میں موجود ہے

یزید بن حاتم مہلبی عا

صوبہ افریقہ میں خلیفہ کی حکومت برائے نام ہونے سے کچھ ہی زائد تھی لیکن یزید بن حاتم بن مہلبی کی پر زور گورنری میں وہاں خوب انتظام اور کامل امن و امان ہو گیا۔ اور خلیفہ کی پورے طور سے حکومت مانی جانے لگی۔

فرقہ عبا کی بغاوت

حاتم ۱۷۰ھ میں مر گیا اور اس کا بیٹا داؤد عارضی طور سے بجائے اسکے عامل مقرر ہوا اس وقت خارجیوں کے ایک فرقہ عبادیہ نے وہاں غدر کر دیا۔ داؤد نے انکی سرکوبی کے لئے ایک فوج روانہ کی لیکن باغی فتحیاب ہوئے اور اس فوج کو شکست ہوئی۔ پھر داؤد نے اور کمک بھیجی جس نے فرقہ عبادیہ کو بڑی خونریزی کے ساتھ شکست دیکر منتشر کر دیا۔

داؤد نو ماہ تک گورنر رہا پھر ہارون الرشید نے اسکے بجائے روح بن حاتم کو عامل مقرر کر دیا۔ اسکی گورنری میں اس صوبہ میں امن قایم رہا جسکا سبب مورخین یہ بتلاتے ہیں کہ چونکہ اسکے بھائی یزید نے بہت باغی قتل کئے اسلئے ان میں خوف چھا گیا وہ خاموش رہے۔ روح شہر قیروان میں ماہ رمضان میں فوت ہو گیا۔ اور اسکے بھائی کی قبر کے برابر اسکو بھی دفن کر دیا گیا۔

فضل کا عامل افریقہ ہونا

ہارون الرشید نے الفضل بن روح کو صوبجات افریقہ کا گورنر بجائے حبیب بن نصر المہلبی
کے جسکو کہ ہارون الرشید نے اول مقرر کرکے بھیجا تھا اور پھر واپس بلالیا مقرر کیا
الفضل نے اپنے بھتیجے المغیرہ کو ٹیونس میں اپنا نائب مقرر کرکے بھیجا۔ المغیرہ نے اپنے طرز
عمل سے ٹیونس کے سرداروں اور فوجکو اپنے سے ناراض کرلیا۔ ان سب نے اسکی موقوفی کی
درخواست بھیجی۔ لیکن یہ درخواست اسکے چچا الفضل نے نامنظور کی اسپر وہاں کے قائدوں
سرداروں نے مجتمع ہوکر ایک شخص کو جس کا نام ابن الجارود تھا اپنا افسر مقرر کرلیا اور المغیرہ کو
وہاں سے نکالدیا۔ پھر انہوں نے الفضل کو ایک نامہ لکھا جس میں ظاہر کیا کہ "ہم لوگ خلیفہ کی
حکومت سے آزاد ہونا نہیں چاہتے ہم نے صرف لفٹنٹ گورنر المغیرہ کو بوجہ اسکے جبر وظلم
اور بداطواری کے یہاں سے نکالدیا ہے۔ ہماری درخواست ہی کہ آپ اس عہدہ پر کسی
قابل شخص کو مقرر فرماکے روانہ کریں" الفضل نے اس درخوہست کے بموجب اپنے چچازاد
بھائی عبداللہ ابن یزید ابن حاتم کو اپنا نائب مقرر کرکے ٹیونس روانہ کیا لیکن جب عبداللہ ٹیونس
سے ایک منزل رہ گیا تو ابن الجارود نے اپنی کچھ فوج بھیجی اور حکم دیا کہ عبداللہ کے ہمراہ جتنے
آدمی ہوں سب کو گرفتار کرلو۔ اور یہ تاکید کردی کہ بغیر میرے حکم کے اور کچھ نہ کرنا افسران
فوج نے یہ خیال کرکے کہ الفضل نے جو اپنے چچازاد بھائی کو یہاں کا عامل مقرر کرکے بھیجا
ہے اس سے اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر سب کو سزا دیجائے اور اس کے
بھتیجے کو جو یہاں سے نکالدیا تھا اس کا بدلہ لیوے۔ یہ خیال کرکے اس فوج نے عبداللہ
کی جماعت پر حملہ کردیا۔ اس نومقرر شدہ لفٹنٹ گورنر کو مار ڈالا اور اسکی فوج کے افسروں کو
قید کردیا۔ ابن الجارود اور اس کا فریق اب کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ ہوگیا اور الفضل کے معزول
کرانے کی تمام تدبیریں استعمال کیں۔ ابن الفارسی جو اس تمام فتنہ اور فساد کا بانی تھا۔ اس
نے حکومت اپنے ہاتھ میں لیلی اور ایک نہایت عاقلانہ لیکن پرمکر و فریب تدبیر کی تاکہ اور دیگر
شہروں کے حکام بھی اس تجویز میں متفق ہوجائیں۔ اس نے صوبہ افریقہ کے سب شہروں کے
مفتیوں اور قاضیوں کے نام ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خط بدیں مضمون روانہ کیے ہیں کہ الفضل
نے امیر المومنین کی سلطنت میں ایسا جبر وظلم کر رکھا ہے کہ ہم نے مجبور ہوکر اسکی حکومت

ٹیونس میں بغاوت

ابن الفارسی

کے برخلاف بغاوت کردی چنانچہ ہمارے خیال میں آپ سے زیادہ کوئی شخص اسبات کے قابل نہیں معلوم ہوتا کہ وہ امیر المومنین کا نائب ہو کر یہاں حکومت کرے اسلئے ہمارا ارادہ ہے کہ اگر ہم فتحمند ہوگئے تو آپ کو اپنا پیشوا اور حاکم بنالیں گے۔ ہم نے امیر المومنین کو بھی اس مضمون کی عرضی روانہ کی ہے کہ آپ کو وہ اس صوبہ کا گورنر مقرر فرماویں اور بر تقدیر اگر ہم کامیاب نہو سکیں تو اس حالت میں اس بات کو آپ کسی سے ظاہر نہ کریں کہ ہم آپ کو گورنر بنانا چاہتے تھے۔ خدا حافظ۔

ان خطوط کے پہنچتے ہی تمام حکام بھی الفضل سے برگشتہ ہو گئے اور اُن کی کوشش سے باغیوں کے جھنڈے کے نیچے بہت سے آدمی اور بہت سی فوجیں جمع ہو گئیں انہوں نے الفضل کو اول ہی معرکہ میں شکست دیدی۔ الفضل مجبوراً شہر قہروان میں لوٹ آیا یہاں بھی اس نے ایک دن تک باغیوں کا مقابلہ کیا لیکن دوسرے دن ابن الجارود کی فوج نے شہر کے دروازے توڑ ڈالے الفضل اور اسکی فوج کو وہاں سے بھگا دیا اور شہر قبوس تک اس کا تعاقب کیا جہاں اس نے الفضل کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ الفضل کے مارے جانے سے اسکی فوج نہایت خشمگیں ہوئی اور اس نے مجتمع ہو کر الاعلے ابن سعید کو گورنر شہر زاب مقرر کر لیا اور ابن الجارود کی فوج کے دو سخت حملے پسپا کئے لیکن شہر قہروان پر قابض نہ رہ سکی۔

ابن الجارود کی بغاوت و ہرثمہ بن اعین کا گورنر افریقہ ہونا

ہارون الرشید نے ابن الجارود کی بغاوت کا حال سنکر ہرثمہ بن اعین کو حکم دیا کہ افریقہ جا کر اس فتنہ و فساد کو رفع کرے لیکن اس سے پیشتر ہارون الرشید نے یحیٰی ابن موسیٰ کو افریقہ روانہ کر دیا تا کہ وہ بغیر لڑائی ابن الجارود سرگروہ باغیاں کو مطیع ہو جانے کی ترغیب دیوے۔ یحییٰ قہروان میں اس وقت پہنچا جبکہ ابن الجارود وہاں کی قلعہ بندی خوب استحکام سے کر چکا تھا۔ یحییٰ نے خلیفہ کا پروانہ دکھا کر ابن الجارود سے یہ گفتگو شروع کر دی کہ اگر وہ خلیفہ کی اطاعت کرے تو بہتر ہے ابن الجارود نے یحییٰ کو ٹالنا اور دہوکا دینا چاہا اور کہا کہ اگر میں قہروان تم کو سپرد کر دوں تو عوام الناس جنہوں نے الاعلیٰ کو اپنا حاکم مقرر کر لیا ہے اس شہر پر قبضہ کر لیں گے۔ اور پھر یہ شہر خلیفہ کی حکومت سے نکل جائے گا۔ لیکن میں اس قلعہ میں سے نکلکر الاعلیٰ کی فوج پر حملہ کرنے والا ہوں۔ اگر میں اس حملہ میں کامیاب ہو گیا تو میں ہرثمہ کے آنے کے انتظار میں رہونگا اور اگر میں کامیاب نہوا تو پھر تمکو اختیار ہے جو چاہو سو کرنا یحییٰ کو صاف معلوم ہو گیا۔

کہ یہ ابن الجارود کا فریب ہے۔ اگر اس نے الاعلیٰ کو شکست دیدی تو وہ پھر ہرثمہ سے بھی ضرور لڑیگا۔ اس لئے یحییٰ ابن الفارسی کو الگ تخلیہ میں لے گیا۔ اول تو بغاوت میں شریک ہونے پر اس کو لعنت ملامت کی اور پھر امید دلا کر کہ تیری خطا خلیفہ سے معاف کرادی جائے گی اسکو یہ ترغیب دی کہ وہ ابن الجارود کو مغلوب اور مطیع کرنے میں مدد دیوے اسپر رضامند ہو کر ابن الفارسی نے اپنی پُرفریب حکمت عملی پھر چلی اور ابن الجارود کو طرح طرح کے اتہاموں سے متہم اور ملزم کر کے اس کی فوج کی ایک بڑی تعداد کو اپنی جانب کرلیا اور ابن الجارود سے لڑائی برپا کردی۔ ابن الجارود نے اپنا بدلہ ابن الفارسی سے لینا چاہا۔ اس نے اپنے ایک دوست طالب نامی کو اپنے سے متفق کر کے یہ سازش کی کہ میں ابن الفارسی کو اسکے مکر اور فریب سے مطلع اور اسکو ملامت کر کے اپنی جانب اسکی توجہ کو منعطف کرالوں گا۔ تو اس وقت ابن الفارسی کو مار ڈالنا چنانچہ اس تجویز کے مطابق ابن الفارسی مارا گیا اور اسکی فوج کو شکست ہوئی۔ یحییٰ پھر ہرثمہ کے ساتھ شامل ہونے کے لئے طرابلس چلا گیا۔ جونہی عوام الناس کو معلوم ہوا کہ ہارون الرشید کا فرستادہ سفیر اسقدر قریب آگیا ہے تو ہر چہار جانب سے انہوں نے الاعلیٰ کے جھنڈے نیچے جمع ہونا شروع کردیا۔ ابن الجارود نے یہ دیکھکر کہ لوگ مجھکو چھوڑتے جاتے ہیں یحییٰ کو ایک خط لکھا اور اس کو قیروان سپرد کرنا چاہا۔ یحییٰ قیروان کی جانب روانہ ہوا۔ ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ میں ہی اول پہنچوں تاکہ میری عزت زیادہ ہو مگر الاعلیٰ ادہاں اول پہنچ گیا اور قیروان پر قبضہ کر کے ہرثمہ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا ابن الجارود نے اس سے پیشتر ہی اپنے تئیں ہرثمہ کو سپرد کردیا۔ ہرثمہ نے اس کو خلیفہ کے پاس بغداد روانہ کردیا۔ اور خلیفہ کے حضور میں ایک عرضداشت روانہ کی ابن الجارود نے جو بغاوت کی تھی اُس کا باعث الاعلیٰ ہوا تھا۔ ہارون الرشید نے الاعلیٰ کو بھی بغداد بلوایا جب الاعلیٰ بغداد پہنچ گیا تو خلیفہ نے اس کو ایک خلعت دیا اور بہت انعامات عطا فرمائے اور ابن الجارود کو بغداد میں مقید رکھا۔ ہرثمہ نے شہر قیروان پر ربیع الاول کے مہینے میں قبضہ کرلیا اور اب اس صوبہ میں پھر امن و امان ہوگیا۔

ہرثمہ نے افریقہ کے لوگوں کو بڑا ہی سرکش اور مفسد پایا۔ جو رات دن سرکشی و بغاوت کرتے رہتے تھے آخرکار ہرثمہ نے اس صوبہ کی گورنری سے ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں استعفا دیدیا۔

محمد ابن علے

ہارون الرشید نے ہرثمہ کی جگہ اپنے رضاعی بھائی محمد ابن مقاتل کو صوبہ افریقہ کا عامل مقرر کیا۔ محمد نے اپنی فوج کو اسقدر ناراض رکھا کہ فوج نے باشندوں کے ساتھ سازکر کے محمد کی حکومت کے برخلاف بغاوت کردی اور مخلد ابن مرہ کو اپنا حاکم بنالیا۔ ابن مرّہ کو شکست ہوئی اور اس نے ایک مسجد میں پناہ لی۔ لیکن وہ وہاں سے گرفتار کر کے مار ڈالا گیا۔ پھر اہل تیونس نے محمد کی حکومت کے برخلاف بغاوت کردی اور تمام ابن تمیم کو اپنا سردار مقرر کر کے قیروان پر ۷۹۹ء میں حملہ کردیا۔ تمام نے یہ شہر فتح کر کے محمد کو یہاں سے بلا مزاحمت روانہ ہونے کی اس شرط سے اجازت دیدی کہ وہ افریقہ سے چلا جاوے۔

ابراہیم ابن اغلب
اور گورنری افریقہ
کا موروثی ہوجانا۔

ابراہیم بن اغلب جو صوبہ زاب کا عامل تھا اُس نے تمام کو شکست دیکر بھگا دیا اور محمد کو واپس بلوالیا۔ لیکن ابراہیم بن اغلب نے محمد کو دوبارہ جو بلوایا یہ اسکا فریب تھا اس نے خلیفہ ہارون الرشید سے یہ ظاہر کیا کہ محمد کی حکومت سے عوام الناس سخت ناراض ہیں اور خلیفہ کو اسبات کی ترغیب دی کہ اگر آپ مجھکو افریقہ کا گورنر مقرر کردینگے تو میں خزانہ شاہی میں چالیس ہزار دینار خراج سالانہ دیا کروں گا۔ حالانکہ وہ سب گورنر صوبۂ افریقہ سے ایک لاکھ دینار وصول کیا کرتے تھے۔

ہارون الرشید نے یہ خیال کر کے کہ اگر ابراہیم بھی وہاں دشمنوں سے ملجائیگا تو صوبہ افریقہ ہمیشہ بغیر بہت سی خونریزی ہونے کے قبضہ میں نہیں رہ سکیگا۔ ابراہیم کی یہ درخواست قبول ہی نہیں کرلی۔ بلکہ اس عہدہ گورنری کو خاندان اغلب میں موروثی کردیا۔

خاندان بنی
ادریس

مغربی افریقہ کے بربری باشندے بدعتی مسلمان تھے یعنی وہ ابتک پرانے زمانے کے خیالات اور باتوں پر یقین رکھتے تھے اور مثل ایرانیوں کے اس طرح کے مذہب اسلام کے حامی تھے جو کہ مذہب کے سخت احکام اور حدود عائد نہ کرے۔ پس وہ بھی انہیں وجوہات کے باعث مثل ایرانیوں کے اولاد حضرت علیؑ کے مطیع ہوتے جاتے تھے۔ چونکہ علوی اپنے مذہب کو آزادانہ رکھتے تھے اس سے پیشتر سنہ ۷۸۶ء میں خلیفہ المہدی کے زمانہ میں ادریس ابن علیؑ نے جو امام حسنؑ کی اولاد میں سے تھے مکہ شریف میں خروج کیا اسمیں ناکامیاب ہوکر وہ افریقہ میں بھاگ کر چلے آئے۔ وہاں دو برس کے بعد انہوں نے اپنے تئیں امام مشتہر کردیا اور بربری قوم کی ایک بڑی تعداد نے اُن کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے تمام ملک مغرب کے

قبضہ پالیا اور شہر تلمیزان کو اپنا دار الخلافہ مقرر کیا۔ یہ حال سُنکر یحییٰ برمکی سے ہارون الرشید نے مشورہ کیا۔ یحییٰ نے ایک عرب سلیمان نامی کو اس جوان امام کے قتل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ سلیمان نے اپنے تئیں علی کے بڑے طرفداروں میں ظاہر کیا اور اسی وجہ سے امام ادریس نے اُسپر اعتماد اور بھروسہ کر لیا۔ اس سلیمان نے موقعہ پاکر انکو ایک زہر کی شیشی سنگھا دی جس کی وجہ سے امام ادریس ۱۹۲ھ-۷۹۱ء میں فوت ہوگئے قاتل بھاگ گیا مگر اس کے سر پر بھی ایک سخت زخم آیا اور امام ادریس کے دوست رشید نامی نے اسکا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس جرم کے ارتکاب سے کوئی فائدہ نہیں ہوا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امام ادریس کی بیویوں میں سے ایک کے لڑکا پیدا ہوا۔ وہ اپنے باپ کا جانشین تسلیم کیا گیا اور شہر فیض جسکو ۸۰۷ء میں اسی خاندان میں سے ایک نے آباد کیا تھا۔ دار الخلافہ مقرر ہوا۔ ابراہیم بن اغلب نے اوّل اوّل تو یہ خیال کیا کہ ادریس ثانی ابھی نابالغ ہے اسلئے اسکی سلطنت بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لینی چاہیئے۔ لیکن پھر اس نے لڑائی کرنے سے اجتناب کیا۔ غالبًا اس کا یہ سبب ہوا کہ اس نے خیال کیا کہ بنی اُمیہ کی سلطنت جو "سپین" "اندلس" میں قایم ہوگئی ہے اسکے اسقدر قریب ایک علوی خاندان کی سلطنت ہونے سے بحالت ناراضگی خلیفہ بغداد مجھکو بہت فائدہ ہوگا۔

کریٹ اور ترس کا فتح ہونا

اپنی سلطنت کے صوبجات کے فتنہ و فساد رفع کرنے اور مسلمان دشمنوں سے جنگ میں مصروف رہنے کے علاوہ خلیفہ ہارون الرشید کو سلطنت روم (بزنطائن) یا خوزار کی غیر مہذب اقوام ترکمانوں سے ہمیشہ لڑائیاں کرنی پڑتی تھیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک دشمن کے مقابلہ کے لئے وہ اپنی نہ رکنے والی مسلمانوں کی تمام فوج کو نہیں بھیج سکتا تھا کیونکہ اس کی بہت سی فوج سلطنت کے کسی نہ کسی حصہ میں بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف رہتی تھی۔ تاہم ہارون الرشید یونانیوں کی سلطنت روم پر ہر سال حملہ کرتا رہتا تھا اور جس سال خود نہ جاتا اپنے ایک نہ ایک نائب کو جہاد پر بھیجتا تھا اور ہر دفعہ فتحیاب ہوکر غنیمت میں بہت سا مال و دولت اور لونڈی غلام لایا کرتا تھا۔ ۷۹۱ء میں جاڑے کے موسم میں ایک بار عربوں کے لشکر کو شکست ہوئی لیکن عربوں کے بیان کے موافق کریٹ میں اور رومی (یونانی) مورخین

کے بیان کے بموجب قبرس کی بحری لڑائی میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ یونانی امیر البحر تھیوفیلوس گرفتار ہوکر ہارون الرشید کے حضور میں لایا گیا۔ خلیفہ نے اس سے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک بات قبول کر۔ یا اسلام یا موت جب اس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

سلطنت یونان سے جنگ اور انکی باج گذاری

ہارون الرشید نے ۷۹۸ء میں یونانیوں کے شہر صفصاف پر قبضہ کرکے عبدالملک ابن صالح کو یونانیوں کے ملک میں اور آگے روانہ کیا عبدالملک شہر ایکرا تک بڑھے چلا گیا یونانیوں کے شہنشاہ قسطنطین کو اسکی ستمگر والدہ نے اندھا کر دیا اسکے بعد جو واقعات یونان میں ہوئے ان سے یونانیوں کی ہمت اور بھی ٹوٹ گئی۔ طرفین کے قیدیوں کے تبادلے کے بعد اور یہ تبادلہ عباسیوں کے زمانے میں اول ہی مرتبہ تھا عرب اپنے وطن کو لوٹ گئے یونانیوں سے چار برس کے لئے صلح کا معاہدہ ہوگیا اور سلطنت روم کی شہنشاہ بیگم ایرینی نے خلیفہ کو ایک کثیر المقدار خراج دینا منظور کرلیا۔

اس طرف اہالیان خوزار یعنی ترکمانوں نے آرمینیا پر حملہ کرکے بہت سے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا چونکہ ہارون الرشید انکو اپنی سلطنت کی حدود سے نکالنے کے لئے اس طرف گیا ہوا تھا اسلیئے اس سال وہ سلطنت روم کے غیر محفوظ مقاموں کو فتح کرکے فائدہ نہیں اٹھا سکا۔

نقفور شاہ یونان کا خط بنام ہارون الرشید

۸۰۲ء میں نائسفورس (نقفور) نے سلطنت روم پر قبضہ کرلیا خلیفہ کی اس سے پھر جنگ شروع ہوئی اس نئے شہنشاہ روم (یونان) نے ہارون الرشید کو یہ خط لکھا۔

نائسفورس شاہ یونان کی جانب سے ہارون شاہ عرب کو معلوم ہو کہ مجھ سے پہلے ملکہ جو یہاں تخت نشین تھی وہ اپنے تئیں نہایت کمزور اور تمکو بڑا ہی زبردست خیال کرتی تھی اسلیئے وہ تمکو خراج دیا کرتی تھی حالانکہ اس رقم سے دوہرا خراج خود تمکو ادا کرنا چاہیئے تھا چونکہ وہ عورت تھی یہ اس کی کمزوری و حماقت تھی مرقوم ہے کہ جسقدر خراج سلطنت روم سے تم کو اب تک وصول ہوچکا ہے وہ سب اور نیز وہ رقم جو اپنے اس جرم کی معافی کے عوض ادا کرنا چاہو یہ سب میرے پاس بھیجدو ورنہ میرے اور تمہارے درمیان تلوار سے فیصلہ ہوگا۔"

جب ہارون الرشید نے یہ خط پڑھا تو اس کا چہرہ غصے سے لال ہوگیا اُمرا اور وزرا کسی میں

اُس کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی مجال نہیں ہوئی گفتگو کرنا تو در کنار رہا اسلئے تمام درباری خوف
زدہ ہو کر اسکے سامنے سے چلے گئے تب خلیفہ نے دوات اور قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے نائسفورس
کے خط کی پشت پر یہ جواب لکھا۔

خط بنام نقفوز

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المومنین ہارون الرشید کیجانب سے نائسفورس سگ روم کو معلوم
ہو کہ اے پسر کافرہ تمہارا خط میرے پاس پہنچا اُس کا جواب کانوں سے سننے کے بجائے تم آنکھوں
سے دیکھ لوگے ہارون اسی دن مع فوج یونان کیطرف روانہ ہو گیا اور شہر ہیکلی (ہرقلہ) کو فتح
کر کے جلا دیا اور ویران کر ڈالا پھر یونان کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا یہاں تک کہ نائسفورس نے جو
ایک باغی مسمے بادنس کی سرکوبی میں مصروف تھا مجبوراً صلح کے لئے التجا کی یہ صلح آخر کار خلیفہ
نے اس شرط پر منظور کر لی کہ نائسفورس ہر ششماہی پر خراج ادا کیا کرے

شاہ یونان سے جنگ ہونا۔ اور اس کا ششماہی خراج ادا کرنا۔

لیکن ہارون الرشید جب واپس آگیا اور رقہ میں پہنچ گیا اور نائسفورس نے بارڈینس پر فتح
پالی تو یہ خیال کر کے کہ آجکل سردی نہایت سخت پڑتی ہے اسلئے خلیفہ واپس آکر اب میرے ملک پر
حملہ نہیں کر سکیگا معاہدہ فسخ کر دیا جب اس امر کی اطلاع رقہ میں پہنچی تو ہارون الرشید سے یہ واقعہ
کہنے کی کسی میں ہمت نہ پڑی اس خیال سے کہ ایسے سخت موسم میں کہیں خلیفہ اسی کو لڑائی پر نہ بھیجدے۔

یونانیوں کی بدعہدی اور انکی تباہی۔

آخر کار ایک شاعر نے اشعار کے ذریعے سے اس امر کی آگاہی خلیفہ کو دی جنکا مطلب یہ تھا
کہ نائسفورس نے وہ معاہدہ فسخ کر ڈالا جو امیر المومنین نے اس سے کیا تھا لیکن امید ہے کہ اس
نقض معاہدہ سے وہی برباد ہوگا امیر المومنین کو خوشخبری دینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک بڑی فتح
عنایت کریگا اور وہ ایسی فتح ہوگی جو ہمارے زمانہ کی تمام فتوحات سے زیادہ شان و شوکت
والی ہوگی جبکہ ہارون رشید کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ کیا نائسفورس نے معاہدہ منسوخ
کر دیا؟ وہ وزیروں سے بہت ناراض ہوا کہ انہوں نے اس امر کی اطلاع بھی نہ دی اور مجھ کو دھوکہ
میں رکھا خلیفہ اسی وقت سرحد یونان کی طرف روانہ ہوا اگرچہ سردی نہایت سخت تھی اور مسلمانوں
کو بڑی سخت مصیبت برداشت کرنا پڑی لیکن ہارون نے نائسفورس کو سخت شکست
دی یونان کی چالیس ہزار فوج قتل ہوئی آخر کار بعد تبادلہ اسیران طرفین پھر صلح ہو گئی علی ابن عیسیٰ
نے بغاوت خراسان میں برپا کر رکھی تھی جس کا ہم آئندہ تذکرہ کریں گے اس سے یونانیوں نے فائدہ اٹھانا

اُس کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی مجال نہیں ہوئی گفتگو کرنا تو درکنار رہا اسلیئے تمام درباری خوف زدہ ہو کر اسکے سامنے سے چلے گئے تب خلیفہ نے دوات اور قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے نائسفورس کے خط کی پشت پر یہ جواب لکھا۔

خط بنام نقفور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امیر المومنین ہارون الرشید کیجانب سے نائسفورس سگ روم کو معلوم ہو کہ اے پسر کافرہ تمہارا خط میرے پاس پہنچا اُس کا جواب کانوں سے سننے کے بجائے تم آنکھوں سے دیکھ لوگے ہارون اسی دن مع فوج یونان کیطرف روانہ ہو گیا اور شہر ہیکلی (ہرقلہ) کو فتح کر کے جلا دیا اور ویران کر ڈالا پھر یونان کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا یہاں تک کہ نائسفورس نے جو ایک باغی مسمٰے بارڈینس کی سرکوبی میں مصروف تھا مجبوراً صلح کے لئے التجا کی یہ صلح آخر کار خلیفہ نے اس شرط پر منظور کر لی کہ نائسفورس ہر ششماہی پر خراج ادا کیا کرے

شاہ یونان سے جنگ ہونا۔ اور اس کا ششماہی خراج ادا کرنا۔

لیکن ہارون الرشید جب واپس آگیا اور رقہ میں پہنچ گیا اور نائسفورس نے بارڈینس پر فتح پالی تو یہ خیال کر کے کہ آجکل سردی نہایت سخت پڑتی ہے اسلیئے خلیفہ واپس آکر اب میرے ملک پر حملہ نہیں کر سکیگا معاہدہ فسخ کر دیا جب اس امر کی اطلاع رقہ میں پہنچی تو ہارون الرشید سے یہ واقعہ کہنے کی کسی میں ہمت نہ پڑی اس خیال سے کہ ایسے سخت موسم میں کہیں خلیفہ اسی کو لڑائی پر نہ بھیجدے۔

آخر کار ایک شاعر نے اشعار کے ذریعے سے اس امر کی آگاہی خلیفہ کو دی جنکا مطلب یہ تھا کہ نائسفورس نے وہ معاہدہ فسخ کر ڈالا جو امیر المومنین نے اس سے کیا تھا لیکن امید ہے کہ اس نقص معاہدہ سے وہی برباد ہوگا امیر المومنین کو خوشخبری دینی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک بڑی فتح عنایت کریگا اور وہ ایسی فتح ہوگی جو ہمارے زمانہ کی تمام فتوحات سے زیادہ شان و شوکت والی ہوگی جبکہ ہارون رشید کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ کیا نائسفورس نے معاہدہ منسوخ کر دیا؟ وہ وزیروں سے بہت ناراض ہوا کہ انہوں نے اس امر کی اطلاع بھی نہ دی اور مجھ کو دھوکہ میں رکھا خلیفہ اسی وقت سرحد یونان کی طرف روانہ ہوا اگرچہ سردی نہایت سخت تھی اور مسلمانوں کو بڑی سخت مصیبت برداشت کرنا پڑی لیکن ہارون نے نائسفورس کو سخت شکست دی یونان کی چالیس ہزار فوج قتل ہوئی آخر کار بعد تبادلہ اسیران طرفین پھر صلح ہو گئی علی ابن عیسےٰ نے بغاوت خراسان میں برپا کر رکھی تھی جس کا ہم آیندہ تذکرہ کرینگے اس سے یونانیوں نے فائدہ اٹھانا

یونانیوں کی بدعہدی اور انکی تباہی۔

چاہا اور پھر دشمنی کا اظہار کیا ہارون الرشید نے فوراً ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج سے حملہ کر کے ہرقلی کو فتح کر لیا اور ہارون کے جرنیلوں نے ملک روم کے دیگر تمام قلعجات فتح کر کے منہدم کر دیئے اور خلیفہ کے بیڑہ جہازات نے جزیرہ قبرص کے قریب ۱۶ ہزار یونانیوں کو گرفتار کر کے ملک شام کو روانہ کر دیا۔

شاہ یونان نے جزیہ اور خراج دونوں کا ادا کرنا منظور کر لیا

نائسفورس کی اب کے بار بالکل ہمت ٹوٹ گئی اور وہ شکستہ دل ہو گیا مجبوراً اس نے نہایت عاجزانہ شرائط منظور کر کے صلح کی التجا کی اپنے اور اپنے بال بچوں اور بی بی وغیرہ کا جزیہ دینا منظور کیا اور اقرار کیا کہ ہرقلی کو اب کبھی آباد نہ کرونگا جونہی کہ خلیفہ وہاں سے واپس آیا یہ سب اقرارات فراموش کر دیئے گئے اور ۱۸۱ھ میں یونانیوں نے یزید ابن مخلد کو شکست دی جو ہارون الرشید کے حکم سے دس ہزار فوج کے ہمراہ یونانیوں کے مقابلہ کو گیا ہوا تھا یزید کو یہ شکست شہر طرطوس کے نزدیک ہوئی ہرثمہ بن اعین جو تیس ہزار کی جمعیت سے قلعہ طرطوس اور سرحد کی حفاظت کے لئے متعین تھا وہ بھی اچھی طرح کامیاب نہ ہو سکا اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہرثمہ کو خراسان کی بغاوت رفع کرنے کے لئے خلیفہ نے ادھر بھیجدیا اس لئے یونانی کچھ عرصہ کے لئے اس قابل ہو گئے۔ کہ مسلمانوں کی حکومت کو ان سے خوف پیدا ہو گیا۔

ہرثمہ کی روانگی بجانب خراسان اور یونان کی بدعہدی۔

ہارون الرشید نے اپنا غصہ ان عیسائیوں پر کہ جو اسکی سلطنت میں رہا کرتے تھے اس طور سے اتارا کہ عمرؓ خلیفہ دوم نے بیت المقدس فتح کرنے کے وقت ذمی عیسائیوں کے لئے قواعد[1] اور

حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کا معاہدہ عیسائیوں ساکنین بیت المقدس سے۔

---

[1] حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کے عیسائیوں کیساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس سے بڑھکر کوئی عمدہ اور آسان اور لیسیر التعمیل معاہدہ غیر قوموں کی حفاظت جان و مال اور آزادی کے لئے ہو نہیں سکتا۔ اس بات کو سب مورخوں نے تسلیم کیا ہے لیکن تعجب ہے کہ مسٹر پامر جیسا فاضل شخص یوں تحریر کرتا ہے کہ ہارون الرشید نے اپنے غصہ کے جوش میں عیسائیوں کے ستانے کیلئے اپنے ملک میں یہ معاہدہ پھر جاری کر دیا بادی النظر میں تو اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس بادشاہ کو مسٹر پامر ظالم اور سفاک ثابت کرنا چاہتے ہیں یعنی ہارون الرشید کو تو ان کی اس تحریر سے تو برعکس اسکے ظلم کے اسکے انصاف بیحد اور عدل گستری اور نصفت پسندی اور غیر قوموں کے ساتھ مراعات اور حسن سلوک کی تعریف نکلتی ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے معاہدہ کے نفاذ پذیر کرنے سے پہلے اس ہارون الرشید نے عیسائیوں کے لئے نہایت ہی آسان اور سہل قوانین مقرر کر رکھے ہونگے۔

حضرت عمرؓ کا معاہدہ بالکل سخت نہ تھا بلکہ اس سے جسقدر عیسائیوں کی جان و مال اور آزادی کی حفاظت تھی اسکی نظیر (بقیہ صفحہ آئندہ)

ضوابط باندھ دیئے تھے اور بعدہ وہ منسوخ ہو گئے تھے ان کا اپنی سلطنت میں پھر نفاذ کر دیا
وہ ضوابط اور قواعد حسب ذیل ہیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹۵) اس زمانہ کی کسی سلطنت اور قوم میں نہیں مل سکتی مسٹر پامر نے حضرت عمرؓ کے معاہدہ بیت المقدس کا غلط ترجمہ لکھا ہے اسلیئے ہم ناظرین کی آگاہی کے واسطے اس معاہدہ کا صحیح ترجمہ تاریخ ابوجعفر جریر طبری (فتح بیت المقدس) سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔
بیت المقدس کا معاہدہ حضرت عمر کی موجودگی میں ہوا تھا اس میں خود انہیں کے الفاظ ہیں اور وہ معاہدہ یہ ہے کہ۔ یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی یہ امان اُن کی جان۔ مال۔ گرجا صلیب تندرست بیمار اور انکے تمام مذہب والوں کیلئے ہے اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کیجائے گی نہ وہ گرائے جائیں گے نہ انکو یا اُن کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائیگا نہ انکی صلیبوں اور انکے مال میں کچھ کمی کیجائے گی۔ مذہب کے بارہ میں انپر جبر نہ کیا جائیگا نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائیگا ایلیا میں انکے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کیطرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکالدیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلیگا اس کی جان و مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا ہی میں رہنا اختیار کرے اسکو بھی امن ہے اور جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لیکر یونانیوں کیساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو صلیبوں کو امن ہے یہانتک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اسپر خدا کا رسول کا خلفاء کا مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں اس تحریر پر گواہ ہیں خالد ابن الولید اور عمرو بن العاص اور عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان اور ۱۵ھ ہجری میں لکھا گیا"
اس فرمان میں صاف تصریح ہے (جیسا کہ ایک فاضل محقق تحریر کرتا ہے) کہ عیسائیوں کے جان و مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کو جسقدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں انہیں تین چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔
گرجے اور چرچ کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ نہ وہ توڑے جاوینگے نہ انکی عمارت کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے گا نہ اُن کے احاطوں میں دست اندازی کیجائے گی مذہبی آزادی کی نسبت دوبارہ تصریح ہے۔ لا یکرھون علی دینھم۔ عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے صلیب دیکر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا اسلیئے انکی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہنے پاویں گے یونانی باوجود اسکے کہ مسلمانوں سے لڑے تھے اور درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی عدو تھے تاہم انکے لئے یہ رعائتیں ملحوظ رکھیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکلکر جاسکتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں انکو امن حاصل ہوگا اور ان کے گرجا اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا سب سے بڑھکر یہ کہ بیت المقدس کے وہ عیسائی جو رومیوں سے نکلکر رومیوں کو جا ملیں تو اسپر بھی اُن سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا (بقیہ بصفحہ آیندہ)

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹۶) بلکہ انکے گرجے وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں سب محفوظ رہیں گے کیا کوئی قوم مفتوح ملک کے ساتھ اس سے بڑھکر انصافانہ برتاؤ کرسکتی ہے ؟

سب سے مقدم امر یہ ہو کہ ذمیوں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تھا تو عمرؓ فوراً اسکے بدلے اس مسلمان کو قتل کرادیتے تھے امام شافعیؒ نے روایت کی ہو کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرۃ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دیدیا جائے چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جسکا نام حنین تھا حوالہ کیا گیا اور اس نے اسکو قتل کر ڈالا الدرایہ فی تخریج الہدایہ مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۲ مال اور جائداد کے متعلق انکے حقوق کی حفاظت اس سے بڑھکر کیا ہوسکتی ہو ؟ کہ جسقدر زمینیں انکے قبضہ میں تھیں وہ اسی حیثیت سے بحال رکھی گئیں کہ جس حیثیت سے پہلے انکے قبضہ میں تھیں یہانتک کہ مسلمانوں کو ان کی زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا گیا ایک بڑا حق جو رعایا کو حاصل ہوسکتا ہے یہ ہو کہ انتظامات ملکی میں انکو حصہ دیا جائے حضرت عمرؓ ہمیشہ ان انتظامات میں جنکا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا ذمیوں کے مشورے اور استصواب کے بغیر کام نہیں کرتے تھے عراق کا بندوبست جب پیش تھا تو عجمی رئیسوں کو مدینہ میں بلاکر مال گذاری کے حال دریافت کیئے مصر میں جو انتظام کیا اس میں مقوقس (عیسائی حاکم مصر از جانب رومۃ الکبریٰ قبل فتح مصر) سے اکثر رائے لی (مقریزی جلد اول صفحہ ۷۴) جان و مال اور جائداد کے متعلق جو حقوق ذمیوں کو دیئے گئے تھے وہ صرف زبانی نہ تھے بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اس کی پابندی کیجاتی تھی شام کے ایک کاشتکار نے شکایت کی کہ اہل فوج نے اسکی زراعت کو پامال کردیا حضرت عمرؓ نے بیت المال سے دس ہزار درہم اسکو معاوضہ میں دیئے۔ کتاب الخراج صفحہ ۶۸)

بعض احکام رسوم اور عادات کے متعلق تھے مثلاً ذمی مسلمانوں کے ساتھ وضع قطع لباس سواری میں مشابہت نکریں ورلمبی ٹوپیاں اوڑھیں اور انکی زین کے آگے گول لکڑی ہو اور انکی جوتیوں کے تسمے دوہرے ہوں اور ان کی عورتیں کجاووں پر نہ سوار ہوں اسکی وجہ خود حضرت عمرؓ نے یہ ظاہر کی تھی کہ یہ سب باتیں اس لئے مقرر کیجاتی ہیں تاکہ ذمیوں کی وضع مسلمانوں کی وضع سے الگ رہے بلاشبہ یہ حضرت عمرؓ کے احکام ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ احکام ذمیوں کی تحقیر کی وجہ سے صادر ہوئے تھے سخت غلطی ہے بے شبہ حضرت عمرؓ کا ایک طبعی مذاق تھا کہ وہ قومی امتیاز کو پسند کرتے تھے انہوں نے اہل فوج کو اکثر فرمانوں میں لکھا ہے کہ وہ جاڑوں میں دھوپ کھانا نہ چھوڑیں۔ گھوڑوں پر رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں موٹے کپڑے استعمال کریں جسکے مقصد یہ تھا کہ اہل عرب اپنے ملک اور وطن کی خصوصیتوں کو محفوظ رکھیں اسی بنا پر انہوں نے اہل عجم کو جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاکید کی کہ وہ اپنی قومی خصوصیتوں کو ضائع نہ ہونے دیں (بقیہ صفحہ آیندہ)

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹) اہل عجم زمانہ اسلام سے پہلے زنار باندھتے تھے لمبی ٹوپیاں اوڑھتے تھے انکے زین آجکل کے انگریزی زین کے مشابہ ہوتے تھے انکی عورتیں اونٹوں پر سوار نہیں ہوتی تھیں چنانچہ انہیں رسوم و عادات کی نسبت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اہل ذمہ اسکی پابندی کریں اول اول یہ حکم تھا کہ اہل ذمہ اسلامی شہروں میں اپنی عبادت گاہیں نہ بنائیں لیکن انکا مقصد صرف اس قدر تھا کہ امن وامان میں خلل نہو اور مسلمان رعایا جو اکثر عرب کی نسل سے تھی اور ناقوس کی صداؤں سے ان کے کان آشنا نہ تھے فساد پر آمادہ نہو جائیں جب یہ خوف جاتا رہا تو ذمیوں کو عام اجازت مل گئی چنانچہ بغداد میں جو خاص اسلامی شہر تھا سینکڑوں ہزاروں چرچ اور گرجے تعمیر ہوئے اضلاع کے حکام کو تاکیدی فرمان بھیجتے تھے کہ ذمیوں پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے اور خود بالمشافہ لوگوں کو اسکی تاکید کرتے رہتے تھے قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج کے باب الجزیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام سے واپس آرہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے ہیں اور انکے سر پر تیل ڈالا جاتا ہے لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ "ناداری" فرمایا کہ چھوڑ دو اور ان کو تکلیف نہ دو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لاتعذب الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذب ہم اللہ یوم القیامۃ" یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں خدائے تعالیٰ قیامت میں ان کو عذاب پہنچائے گا۔

مذہبی امور میں ذمیوں کو پوری آزادی حاصل تھی وہ ہر قسم کے رسوم مذہبی ادا کرتے تھے علانیہ ناقوس بجاتے تھے صلیب نکالتے تھے ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے تھے انکے پیشوایان مذہبی کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے وہ بالکل برقرار رکھے گئے تھے مصر میں اسکندریہ کا پیٹر یارک (پادری اعظم) بنیامین تیرہ برس رومیوں کے ڈر سے ادہر ادہر مارا مارا پھرا عمر ابن العاص نے جب مصر فتح کیا تو سنہ ھجری میں اسکو تحریری اماں لکھکر بھیجی وہ نہایت ممنون ہو کر آیا اور پیٹر یارک کی کرسی دوبارہ اسکو نصیب ہوئی چنانچہ علامہ مقریزی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۹۲ جلد اول میں اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے حضرت عمرؓ اسلام کی اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور منصب خلافت کے لحاظ سے انکا یہ فرض تھا لیکن وہ جہاں تک وعظ اور پند کے ذریعے سے ممکن تھا ورنہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جاسکتا ستق انکا ایک عیسائی غلام تھا اسکو ہمیشہ مذہب اسلام قبول کرنے کی ترغیب لاتے تھے لیکن جب اس نے انکار کیا تو فرمایا لااکراہ فی الدین "یعنی مذہب میں زبردستی نہیں ہے"

ذمیوں کو نئی عبادتگاہوں کو بنانے شراب بیچنے صلیب نکالنے ناقوس پھونکنے اصطباغ دینے سے مانعت (بقیہ صفحہ آیندہ)

میں یا انکے مکانات میں یا دیگر عمارات میں کوئی مداخلت نہیں کیجاویگی بشرطیکہ ایسے گرجا اور دیگر مذہبی عمارات مسلمان حکام کے ملاحظہ کیلئے رات اور دن کشادہ رہیں تمام اجنبی اور دیگر قوم کے اشخاص کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس شہر کو چھوڑ کر چلے جاسکتے ہیں لیکن جو شخص کہ یہاں رہنا پسند کریگا اسکو انہیں ضوابط کا پابند ہونا پڑیگا کسی شخص سے محصول وغیرہ جبتک کہ فصل دروشدہ جمع نہ کر لیجائے نہ لیا جاویگا مسلمانوں کا ادب ہر جگہ کرنا پڑیگا عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آنا ہوگا اور جب وہ آویں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہئے اور اپنی مجلسوں میں ان کو سب سے اعلی جگہ پر بٹھانا چاہیے شہر ہذا میں یا اسکے باہر مسلمانوں کے ملک کے کسی حصہ میں عیسائی گرجا یا خانقاہ یا دیگر مذہبی عمارات نہیں بنا سکیں گے اور وہ اپنی اولاد کو قرآن شریف نہیں پڑھا سکیں گے لیکن اگر کوئی عیسائی مسلمان ہونا چاہیگا تو اس امر سے اسکو ممانعت نہیں کیجاویگی عیسائی مذہب کی کسی رسم کو عام طور سے کرنے کی اجازت نہیں ہے عیسائی مسلمانوں کے لباس یا اطوار وعادات کی نقل نہ کر سکیں گے نہ مسلمانوں کی زبان میں تحریر یا نقش ونگار کر سکیں گے نہ مسلمانوں جیسے نام رکھہ سکیں گے نہ گھوڑوں پر زین ڈالکر سوار ہو سکیں گے نہ صلیب کو پہن سکیں گے اور نہ عوام میں اسکو ظاہر کر سکیں گے گھنٹیوں کا بھی وہ استعمال نہ کر سکیں گے نہ ناقوس بجا سکیں گے۔ہاں آہستہ آواز سے بجانیکا مضائقہ نہیں ہے نہ شمع وچراغ اپنی عمارات وقف میں رکھیں گے اور اپنے مردوں پر روتے ہوے چلا چلا کر آوازیں نہیں نکال سکیں گے اور اپنے سر کے آگے کا حصہ منڈوایا کرینگے اور اپنی پوشاک لپیٹے رکھا کرینگے۔اور آخری شرط یہ ہے کہ کسی مسلمان کے گھر میں کسی عذر اور حیلہ سے مداخلت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹۸) کرنا یہ سب احکام جن قیدوں کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے دیئے تھے وہ بالکل مناسب تھے لیکن زمانہ مابعد کے مورخوں نے ان قیدوں کا ذکر چھوڑ دیا اور اس وجہ سے دنیا میں ایک عالمگیر غلطی پھیل گئی صلیب کی نسبت معاہدہ میں جو الفاظ تھے اس میں یہ قید تھی کہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نہ نکالیں ناقوس کی نسبت یہ تصریح تھی کہ ذمی رات دن میں جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں لیکن نماز کے وقتوں میں نہ بجائیں سور کی نسبت یہ الفاظ تھے کہ ذمی سور کو مسلمانوں کے احاطہ میں نہ لے جائیں اصطباغ کے بارے میں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ جنکے باپ مسلمان ہو چکے اس کی نابالغ اولاد کو اس کے باپ کے مرنے پر اصطباغ دیکر عیسائی نہ بنائیں آج کل جس قدر تاریخیں متداول ہیں انہیں (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۰

نہ کرسکیں گے ان شرائط کے علاوہ حضرت عمرؓ نے مفصلہ ذیل واقعات اور ایزاد کردیئے تھے کہ کوئی عیسائی کسی مسلمان کو نہ مار یگا اور اگر عیسائی مفصلہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کی پابندی نہ کرینگے تو عیسائی اقرار کرتے ہیں کہ انکی جان کی حفاظت ضبط سمجھی جائے اور ان کو وہی سزا دیجائے جو باغی رعایا کو دی جاتی ہے"۔

ابتک ہم نے ہارون الرشید کے متعلق صرف انہیں واقعات کا ذکر کیا ہے کہ جو سلطنت سے تعلق رکھتے تھے اور درحقیقت اس میں خلیفہ ہی سب سے زیادہ کارکن معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی تک اسکے متعلق اور کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے ان سب واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ہارون الرشید ہی نظم و نسق سلطنت نہیں کرتا تھا بلکہ اسکا وزیر یحییٰ برمکی اور اسکے بیٹے بھی کیا کرتے تھے خلیفہ ہارون الرشید کے ذاتی کارنامے اور اسکی تواریخ سلطنت خاندان برمکی کے ساتھ ایسے وابستہ اور ملے جلے ہوئے ہیں کہ برمکیوں کے ذکر کے بغیر خلیفہ ہارون الرشید کا حال بطور ایک عام آدمی کے تحریر کرنا بالکل ناممکن ہے۔

جن ناظرین نے کتاب الف لیلہ دیکھی ہوگی انکو جعفر برمکی کے نام سے خوب آگاہی ہوگی خلیفہ ہارون الرشید جب بغداد میں بھیس بدلکر راتوں کو رعایا کا حال دریافت کرنے پھرا کرتا تھا تو جعفر ہمیشہ خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ ہوتا تھا الف لیلہ کے ایک بامذاق قصہ میں جو دعوت برمکی کا ذکر ہے اسی وجہ سے یہ جملہ "دعوت برمکی" زبان انگریزی میں ایک ضرب المثل بن گیا ہے برمکیوں کا قصہ اور خاصکر جعفر برمکی کے قتل کا ذکر تمام مشرقی ممالک کی تاریخوں میں سب سے زیادہ رنج دہ اور رقت آمیز بیان ہے اب ہم برمکیوں کا تھوڑا سا حال مختصر طور سے بیان کرتے ہیں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹۹) غیر قوموں کی نسبت حضرت عمرؓ کے نہایت سخت احکام منقول ہیں لیکن جب اس بات پر لحاظ کیا جاتا ہے کہ یہ اس زمانے کی تصنیفیں ہیں جب اسلامی گروہ میں تعصب کا مذاق پیدا ہو گیا تھا اور اسکے ساتھ قدیم زمانہ کی تصنیفات پر نظر ڈالی جائے جسمیں اس قسم کے واقعات بالکل نہیں یا بہت کم ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر تعصب آتا گیا ہے اسی قدر روایتیں خود بخود تعصب کے سانچے میں ڈھلتی گئی ہیں خلیفہ دوم یعنے حضرت عمرؓ کا معاہدہ جو بیت المقدس کے مفتوح عیسائیوں کے ساتھ کیا گیا اسکی عمدگی کی نسبت اور زائد نتائج اخذ کرنیکا بار اب ناظرین پر ڈالا جاتا ہے ۱۲ مصلح

باب سوم

زوال خاندان برمکی

یحیےٰ برمکی ہارون الرشید کا قدیمی محافظ اور اتالیق تھا اسکے خاندان کے ساتھ ہارون الرشید نے جو کچھ کیا اور خصوصاً اپنے رفیق جعفر کو قتل کیا یہ واقعہ ہارون الرشید کے عہد حکومت میں ایک سیاہ داغ ہے

ہارون رشید کے برامکہ سے یک تکلیف ناراض ہوجانے کے اسباب

ہارون الرشید کی طبیعت کے خاندان برامکہ سے یک لخت مکدر ہوجانیکے کئی سبب تھے برامکہ کے برخلاف بہت سے مقتدر لوگ حقیقت میں ہو گئے تھے. سب سے بڑا سبب مخالفت تو یہ تھا کہ برمکی خالص ایرانی النسل تھے اور سلطنت کے تمام اعلیٰ اعلیٰ عہدے اور مناصب انہیں کے خاندان میں مخصوص ہوگئے تھے اس طرح سے گویا سلطنت کی حکومت درحقیقت برامکہ ہی کے ہاتھ میں تھی اور یہ بات گروہ عرب کو ناگوار تھی گروہ عرب جسکا سرگروہ فضل بن الربیع تھا اور اس فضل کا باپ عہد حکومت خلیفہ الہادی میں وزیر رہ چکا تھا لیکن ہارون الرشید نے اسکو موقوف کر کے یحییٰ کو اپنا وزیر مقرر کرلیا تھا ہر موقعہ پر برامکہ کے خلاف ہارون الرشید کی طبیعت کو مشتعل اور برہم کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ ایک منظوم عرضی گمنام کسی نے خلیفہ ہاروں الرشید کے حضور میں ارسال کی اس عرضی کا مطلب حسب ذیل تہا۔

جعفر کی شکایت مین گمنام منظوم عرضی

زمین پر جو خدا کا امین ہے اور جو حل وعقد کی طاقت رکھتا ہے اس سے کہدو کہ پسران یحیی تیرے مانند بادشاہ ہیں تجھمیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے وہ تیرے حکموں کو رد کر دیتے ہیں لیکن انکے حکموں کی پورے طور پر تعمیل ہوتی ہے جعفر نے ایک ایسا محل بنایا ہے جس کے مانند محل میں کوئی

ہندوستانی یا ایرانی کبھی نہیں رہا اس محل کے فرش زمین میں موتی اور لعل نصب ہیں اور اسکی چھتگیری عود و عنبر سے بنائی گئی ہے ہم کو یہ خوف ہے کہ جب تو قبر میں چھپ جاویگا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری سلطنت پر قابض ہو جائے سوائے نمک حرام نوکر کے اور کس کا ایسا خیال اپنے آقا کی نسبت ہو سکتا ہے ،،

برمکیوں میں مذہبی پابندی بھی بہت کم تھی شیعوں نے مذہب اسلام میں جو بدعتیں کر لیں تھیں انکی جانب برامکہ کا میلان طبع علانیہ تھا برامکہ کے محلوں میں جو مجلسیں ہوتی تھیں انمیں مذہبی مباحث پر آزادانہ طور سے علانیہ رائے دیجاتی تھی انکے دشمن یہ سب باتیں تلاش کر کے اور چن چنکر تاکہ انپر الزام آسکے ہارون الرشید تک پہنچاتے تھے۔ پھر ایک اور عرضی جسپر سینکڑوں لوگوں کے دستخط تھے ایک عالم نے ہارون الرشید کے حضور میں برامکہ کی شکایت میں پیش کی جسکا مضمون یہ تھا کہ امیر المومنین! تو خدا کو محشر میں کیا جواب دیگا اور اللہ تعالیٰ کے روبرو تو اپنے کاموں کو مستحسن کیسے ثابت کر سکے گا؟ حالانکہ تو نے یحیٰے ابن خالد اور اسکے بیٹوں اور رشتہ داروں کو غیر محدود اختیار دے رکھا ہے۔ اور انکو تمام سلطنت کی حکومت تفویض کر رکھی ہے یہ لوگ زندیق اور مرتد ہیں اور زنادیق کے اصولوں پر خفیہ طور سے کاربند ہیں،،

ہارون الرشید نے یہ عرضی اغلباً بتنبیہ و احتیاط کی غرض سے یحیٰی کو دکھلائی اور اس عالم کو جنہوں نے یہ عرضی تحریر کی تھی اور جنکا نام محمد تھا قید کر دیا لیکن اس امر میں کچھ شک نہیں کہ اس عرضی کے مضمون سے ہارون الرشید کے دلپر بڑا اثر ہوا تاہم اسبات کے یقین کرنے کے لئے بہت سی دلیلیں موجود ہیں کہ خاندان برمکی پر جو ارتداد اور الحاد یا نمک حرامی اور بے انتہا لالچ کا الزام لگایا گیا تھا ان سب باتوں سے خلیفہ ہارون الرشید چشم پوشی کر جاتا اور انپر کچھ بھی خیال نہ کرتا اگر ایک خانگی توہین نہوتی جسکی بابت ہارون الرشید نے خیال کیا کہ یہ بدنامی اسیطرح رفع ہو سکتی ہے کہ جو جو اشخاص اس سے تعلق رکھتے ہیں اُن کو فوراً قتل کر دیا جائے اس خانگی امر کی صرف درباریوں اور ندیموں ہی کو خبر ہوتی لیکن ہارون الرشید نے اپنے خون (رشتہ دار) کی عزت کے بزور بچانے میں جو ظالمانہ طریقہ اختیار کیا اس وجہ سے یہ بات عوام کو بھی معلوم ہوگئی اور تمام آیندہ مورخین کے لئے رائے ظاہر کرنے کے واسطے یہ حال ایک جواب مضمون ہوگیا یہ بات جعفر برمکی اور

برمکیوں میں مذہبی پابندی کم تھی

برامکہ کی شکایت میں دوسری عرضی

جعفر اور عباسہ کی شادی

عباسہ خواہر ہارون الرشید کی شادی (جو مثل افسانہ کے ہے) کا واقعہ ہے. ہارون الرشید کو جعفر سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ وہ اس کا تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنے پاس سے علیحدہ ہونا گوارا نہیں کرتا تھا اور یہ اتحاد اور محبت کا جوش اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ ہارون الرشید نے ایک چوغہ اس قسم کا بنوایا تھا کہ جس میں دو گریبان رکھوائے تھے اس چوغہ کو خلیفہ اور جعفر ایک ساتھ اور ایک ہی وقت پہنا کرتے تھے اسی طرح سے ہارون الرشید کو اپنی بہن عباسہ سے کمال محبت تھی۔ چونکہ بوجہ پردہ کے جعفر کی موجودگی میں وہ ہارون الرشید کے پاس نہیں آسکتی تھی اسلئے ہارون الرشید نے یہ خیال کیا کہ عباسہ اور جعفر کا نکاح کر دیا جائے۔

کیونکہ پردہ کی قید کے رفع ہو جانے کے بعد یہ دونوں آزادانہ طور سے میرے پاس آسکیں گے لیکن ہارون الرشید ہمیشہ یہ بات فخریہ کہتا تھا کہ میں ہی ایک خالص ہاشمی النسل صرف ایسا خلیفہ ہوں جو کہ تخت پر بیٹھا ہوں پس ہارون الرشید یہ خیال ایک لمحہ کیلئے بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے خاندان کا خالص خون ایک ایرانی جوان کے خون کی آمیزش سے گدلا کیا جائے اسلئے نکاح کیوقت ہارون الرشید نے جعفر اور عباسہ دونوں سے یہ عہد قسمیہ کرا لیا کہ سوائے ہارون الرشید کے حضور کے وہ کبھی آپس میں ملاقات نکریں اور نہ زناشوئی کے تعلقات رکھیں کہ انکا نکاح صرف برائے نام کر دیا گیا ہے۔

نکاح ہو جانے کی وجہ سے جعفر کو حرم سلطانی میں آزادانہ طور سے آمد و رفت کی اجازت ہو گئی اور اسکو اکثر شہزادیوں کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہونے لگا لیکن خلیفہ کی ناراضگی کے خطرناک نتیجہ سے وہ خوب آگاہ تھا اس وجہ سے اس نے ہمیشہ یہ احتیاط رکھی کہ عباسہ کیجانب نظر ہی نہیں اٹھاتا تھا لیکن عباسہ جعفر کی طرح محتاط نہ تھی اور اس نے یہ ٹھان لی تھی کہ میں تجرد میں اپنی زندگی نہیں گزارونگی علاوہ ازیں جعفر نہایت حسین اور خوبصورت تھا عباسہ کو اس سے اعلیٰ درجہ کا عشق ہو گیا آخر کار لالچ اور خوف سے عباسہ نے جعفر کی ماں کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ جعفر اور عباسہ دونوں کی ملاقات کوشش کر کے کرا دیگی اس لئے اس نے جعفر سے اول ہی سے یہ کہنا شروع کیا کہ ایک بڑی ہی صبیح و ملیح کنیز بکتی ہے اور وہ بڑی قابل اور لائق ہے غرضکہ یہاں تک اسکی تعریف کی کہ جعفر اس کنیز کے نام پر غائبانہ عاشق ہو گیا جعفر کی ماں نے کنیز کے دھوکے میں

عباسہ اور جعفر کی ملاقات اور ان کے اولاد ہونا

عباسہ اور جعفر کی ملاقات کرادی جب صبح ہوئی اور جعفر سے شراب کا نشہ اترا جو اسکی ماں نے اسکو پلادی تھی اور اس نے عباسہ کو شناخت کیا تو جعفر خلیفہ کے خوف سے کانپنے لگا اور اپنی ماں سے شکایت کی کہ تونے ہم دونوں کو برباد کرڈالا۔

بہر حال اب بچاؤ کی صرف ایک تدبیر باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ بات نہایت خفیہ رکھی جائے اور کسی کو اسکی خبر نہو اب ان دونوں کی دوستی ہوگئی یہاں تک کہ عباسہ کے دو لڑکے ہوگئے جب ان دونوں کے بچپن کا زمانہ گزر گیا تو ان دونوں کو تعلیم کی غرض سے جعفر نے مکہ شریف بھیجدیا اس بھیجنے سے یہ بھی غرض تھی کہ ہارون الرشید کی نظر سے وہ علیحدہ رہیں اور اس کو انکا اصلی حال معلوم نہونے پائے شہزادیاں حرم جعفر کو نہایت عزیز رکھتی تھیں اس وجہ سے کہ وہ انکے کام ہمیشہ کرادیا کرتا تھا لیکن بدقسمتی سے جعفر نے مغرور زبیدہ کو رضامند رکھنے میں کوتاہی کی زبیدہ ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی اور اسکی نہایت چاہیتی عزیز بیوی تھی اور اسی وجہ سے آخرکار یہ راز افشا ہوگیا۔

خلیفہ کی برامکہ سے ناراضگی کے وجوہات

یہ واقعہ اور نیز دیگر واقعات ایسے جمع ہوگئے کہ جن کی وجہ سے خاندان برامکہ پر یکایک کامل طور سے تباہی اور بربادی آگئی بعض مورخین بیان کرتے ہیں کہ ہارون الرشید کی خاندان برامکہ سے اول ہی اول ناراضگی کی یہ چار وجہ ہوئیں (۱) کہ ہارون الرشید نے حضرت علی ابن ابی طالب کی اولاد میں سے ایک شخص یحیی ابن عبداللہ کو قتل کرنے کے لئے جعفر کو حکم دیا (یحیے بن عبداللہ کی بغاوت کا ہم اس سے پیشتر ذکر کر چکے ہیں) جعفر نے انکو قتل کرنے میں تامل کیا اور انکو قید سے رہا کردیا تاکہ وہ کسی طرف فرار ہوجائیں کسی نے اس بات کی خبر ہارون الرشید کو بھی کردی کہ جعفر نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور یحیی کو قید خانہ سے رہا کردیا یہ سنکر ہارون الرشید نے جعفر کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ یحیی کا کیا حال ہے؟ جعفر نے کہا کہ وہ قید خانہ میں ہے خلیفہ نے کہا کہ تم میری جان کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ وہ قید ہے؟ جعفر سمجھ گیا کہ کسی نے میری مخبری کردی تب اس نے کہا کہ امیرالمومنین میں نے اسکو چھوڑدیا کیونکہ مجھے اسکی بے گناہی کا یقین تھا خلیفہ نے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا اور مجھے بھی اس بارے میں تمہاری رائے سے اتفاق ہے لیکن جونہی کہ جعفر رخصت ہوا تو ہارون الرشید نے کہا کہ یا اللہ یا تو تو مجھے مارڈال یا میں جعفر کو قتل کردوں۔

... بے شمار روپیہ صرف کر ڈالا تھا یہ حال
سنکر ہارون الرشید نے ندیموں سے کہا کہ دیکھو جب جعفر نے ایک مکان پر اس قدر روپیہ
صرف کیا ہے تو معلوم نہیں کہ اُس کے اور دیگر مصارف پر خدا جانے کس قدر خرچ ہوتا ہوگا۔

(۳) بعض اشخاص کہتے ہیں کہ خاندانِ برمکی میں جو اس قدر بے حد خوش اخلاقی تواضع اور فیاضی
اور سخاوت تھی اور اس وجہ سے وہ ہر دلعزیز ہو گئے تھے یہ بھی انکی بربادی کا سبب ہے۔

(۴) بعضوں کا بیان ہے کہ فضل اور جعفر کو ہارون الرشید نے غیر محدود اختیارات
اور آزادی دے دی تھی اس کی وجہ سے وہ جو چاہتے تھے کر گذرتے تھے یہ وجہ بھی ان کے
استیصال کی ہے۔

اسمٰعیل اور خلیفہ کی گفتگو

اسمٰعیل بن یحییٰ ہارون الرشید کا ایک رشتہ دار بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید
کے دل میں برامکہ کیجانب سے اول ہی اول غصہ کی چنگاری اس طرح روشن ہوئی کہ ہارون الرشید
ایک دن شکار کھیلنے گیا جعفر مع اپنے سواروں کے پہلے ہی چلا گیا تھا اور خلیفہ کے جلو میں
نہ تھا جس راستے سے خلیفہ گذرا ادہر جعفر کی جاگیر کی زمین بہت زرخیز اور آباد واقع تھی اس پر
خلیفہ نے مجھ سے مفصلہ ذیل گفتگو کی

ہارون۔ ان برمکیوں کو دیکھو ہم نے ان کو تو امیر کر دیا ہے اور اپنی اولاد کو غریب کر دیا ہم نے
ان کو بہت ڈھیل دیدی"

اسمٰعیل (علیحدہ ہوکر) خدا اپنی پناہ میں رکھے! (زور سے) امیر المومنین! کیوں کیا کوئی خطا ہوئی

ہارون۔ دیکھو میں نے ان برامکہ کی خاطر عزیز رکھی اور اپنی اولاد سے غفلت کی برامکہ کی جیسی یہ
جائداد ہے میرے خیال میں میرے بیٹوں میں سے کسی ایک کی بھی ایسی جاگیر نہیں ہے اور
جبکہ دار الخلافہ کے عین جوار میں ایسا حال ہے تو خدا جانے اور جگہ تو کیا حال ہوگا۔

اسمٰعیل۔ امیر المومنین! پسرانِ برمک آپ کے غلام ہیں آپ کے نوکر ہیں ان کی جاگیریں
اور زمینیں اور وہ خود غرضکہ سب کچھ آپ ہی کا ہے۔

ہارون (ایک بڑی غمگین شکل بنا کے) کیا بنی عباس اس قدر غریب ہیں کہ ان کے پاس
کچھ دولت نہیں اور نہ ان کے لئے کوئی عہدہ ہے اور جو کچھ ہے کیا وہ پسران برمک ہی نے

ان کو عطا کیا ہے ؟

"اسمٰعیل۔ امیر المومنین آپ کے دیگر ملازم بھی مثل برامکہ ہی کے امیر ہیں"۔

"ہارون۔ اسمٰعیل میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے اس کا مجھے شبہ ہے کہ تم یہ سب باتیں برامکہ سے نہ کہدو اور پھر وہ اپنی حفاظت کرلیں یاد رکھو کہ میں نے سوائے تمہارے اور کسی سے یہ تذکرہ نہیں کیا اگر یہ بات مشہور ہوئی تو میں سمجھ جاؤں گا کہ تم نے ہی یہ راز افشا کرکے امانت میں خیانت کی ہے جاؤ خدا حافظ"۔

اسمٰعیل بہت ہی پریشان اور متفکر وہاں سے روانہ ہوا اور اس سوچ میں رہتا تھا کہ میں اپنے سر سے یہ بلا ٹالنے کی کیا فکر کروں دوسرے دن وہ پھر خلیفہ کے پاس حاضر ہوا خلیفہ اس وقت اپنے محل میں جو دریائے دجلہ کے کنارہ پر بغداد کے مشرق میں واقع تھا بیٹھا ہوا تھا اس محل کے عین مقابل میں مغربی کنارہ پر جعفر کا محل تھا ہارون نے جعفر کے محل کے دروازہ پر بہت سے گھوڑے کھڑے دیکھکر اسمٰعیل کو مخاطب کرکے کہا کہ دیکھو میں نے جو تم سے کل ذکر کیا تھا سو اب دیکھ لو جعفر کے دروازے پر کسقدر فوج اور غلام اور سوار موجود ہیں اور میرے دروازے پر کوئی بھی نہیں ہے۔

اسمٰعیل نے کہا کہ امیر المومنین! آپ خدارا ایسے خیالات کو دل میں جگہ ندیں جعفر آپ کا ملازم اور غلام ہے اور آپ نے اسکو اپنا وزیر اور فوج کا سپہ سالار (کمانڈر انچیف) مقرر فرمار کھا ہے امیر المومنین! اگر اسکے دروازے پر فوج نہو تو فرمایئے کہ کس کے دروازے پر ہو؟

جعفر کا خلیفہ کی نسبت کلمات ناسزا کہنا

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جعفر بھی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ ہارون الرشید نے اُس سے نہایت ہی محبت سے گفتگو کی اور جب جعفر جانے لگا تو خلیفہ نے اسکو ازرہ مہربانی اپنے دو ہوشیار غلام عطا فرمائے تاکہ وہ جعفر کی اردلی میں ہر وقت رہا کریں ظاہرہ تو یہ عطیہ خلیفہ کی مہربانی و عنایت کا اظہار تھا لیکن حقیقت میں یہ دونوں غلام خلیفہ کے جاسوس تھے اور ہر روز خلیفہ کو جعفر کی تمام کارروائی سے اطلاع دیا کرتے تھے جعفر اس عطیہ سے بہت خوش ہوا اور اس کو اس بات کا ذرا بھی شبہ نہیں ہوا کہ موت اسکے سر پر منڈلا رہی ہے۔

اسمٰعیل کہتا ہے کہ میں اس واقعہ کے تین دن کے بعد جعفر سے ملنے گیا اور چونکہ ان دونوں غلاموں میں سے ایک غلام موجود تھا اس لئے میں نے جعفر سے بہت ہی احتیاط سے گفتگو کی چونکہ

میں جانتا تھا کہ ہماری سب باتیں خلیفہ کے کان تک پہنچیں گی۔ اب خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا عامل اگورنر جنرل) مقرر کر دیا اور اسکو فوج و علم اور رایت اور بیش بہا سامان کہ جس سے اس کے مرتبہ کے موافق شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی عطا فرمایا اسمٰعیل نے جعفر سے کہا کہ اب تو آپ ایسے ملک میں تشریف لیجاتے ہیں جو نہایت ہی زرخیز اور دولت سے مالا مال ہے اگر میں آپکی بجائے اس طرح مقرر ہو کے جاتا تو اپنی جاگیروں میں سے ایک جاگیر امیر المومنین کے بیٹے کو دیدیتا جعفر نے جواب دیا کہ اسمٰعیل تمہارا چچا زاد بھائی خلیفہ ہارون الرشید میری ہی مہربانی اور عنایت سے زندہ بھی ہے اور یہ ہمارے ہی خاندان کی برکت ہے جو خلیفہ کا خاندان ابتک زندہ اور قایم ہے کیا خلیفہ کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ میں نے اس کے اوپر کسی قسم کی دقت یا کسی قسم کا فکر امور سلطنت کا نہیں رہنے دیا۔ نہ خلیفہ کو اپنا فکر کرنا پڑتا ہے نہ اپنے بیٹوں یا ملازمین یا کسی رعایا برایا کا اور میں نے اس کا خزانہ معمور اور مالا مال کر دیا اور خلیفہ کے لئے دولت کے ڈھیر لگا دیئے۔ باوجود میری اس سب جانفشانی کے اب خلیفہ کی آنکھیں اس بات پر لگی ہوئی ہیں کہ جو کچھ میں نے اپنے بیٹے اور اولاد کے لئے بچار کھا ہے اس کو چھین لے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے حسد اور تکبر کا اثر اس میں آگیا اور اب خلیفہ بہت طامع ہو گیا ہے اسمٰعیل نے کہا کہ جناب خدا را ایسا خیال نکریئے خلیفہ نے اس معاملہ میں مجھے ایک لفظ بھی نہیں کہا جعفر نے کہا کہ پھر ایسی بے ہودہ باتوں کا مجھ سے تذکرہ کرنے سے کیا مطلب ہے خدا کی قسم اگر خلیفہ نے مجھ سے ان جاگیروں میں سے ایک جاگیر بھی مانگی تو یہ بات اسکے لئے بڑی خرابی کی ہوگی۔

اسمٰعیل کہتا ہے کہ اس کے بعد نہ تو میں جعفر کے پاس جاتا نہ خلیفہ کے پاس حاضر ہوتا کیونکہ وہ دونوں مجھپر مخبری کا شبہ کرنے لگے ہیں نے دل میں غور کیا کہ ایک خلیفہ ہے اور دوسرا اس کا وزیر اعظم ہے میں کیوں انکے درمیان میں دخل دوں لیکن میں نے یہ خیال کر لیا کہ اب برامکہ کا استیصال اور زوال قریب ہے۔

اسمٰعیل کہتا ہے کہ جعفر کی ماں کے ایک نوکر نے مجھے بعد ازاں مطلع کیا کہ اس غلام نے ہماری گفتگو کے ایک ایک لفظ سے خلیفہ کو اطلاع دی ہارون الرشید نے غلام کی یہ عرضی پڑھکر جسمیں میری اور جعفر کی گفتگو تحریر تھی اپنے تئیں تین دن کوٹھڑی میں بند رکھا اور تین دن

تک کسی شخص سے ملاقات بھی نہیں کی لیکن خلیفہ نے یہ تین دن جعفر سے بدلہ لینے کی تدابیر کے سوچنے میں گذارے خلیفہ کی خفگی کا دیگر ذرایع سے بھی اظہار ہوتا تھا۔

یحیٰی برمکی سے خلیفہ کی ناراضگی

یحیٰی کی خدمات دیرینہ اور محبت کی وجہ سے ہارون الرشید نے اس کو اس قدر معزز کر لیا تھا کہ اسکو یہ اجازت تھی کہ جس وقت چاہے خلیفہ کے پاس حاضر ہو جائے لیکن جب خلیفہ کو برامکہ کیجانب سے شبہات ہو گئے تو یحیٰی کی اس بلا روک ٹوک آمد و رفت کو خلیفہ نے غصہ اور رنج کی وجہ سے مداخلت بیجا سمجھا اور یحیٰی کے باغیانہ ارادوں کی ایک شہادت خیال کیا۔ ایک دن ہارون الرشید کے حضور میں بختیشوع[1] طبیب حاضر تھا اتنے میں یحیٰی خلیفہ کے پاس چلا آیا اور سلام کیا خلیفہ نے بہ تامل سلام کا جواب دیکر فوراً بختیشوع کیجانب مڑ کے اس سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص بغیر اجازت کے تمھارے مکان میں بھی آجاتا ہے؟ حکیم نے جواب دیا کہ کوئی نہیں آتا خلیفہ نے کہا تب یہ برامکہ میرے مکان میں بلا اجازت کیوں آجاتے ہیں؟

بختیشوع طبیب کا بیان

یحیٰی نے رنجیدگی سے جواب دیا کہ امیر المومنین! آپ ہی نے خاص حکم دے رکھا ہے کہ میں جسوقت چاہا کروں آپ کے پاس حاضر ہو جایا کروں۔ چاہے آپ نے کپڑے ہی اتار رکھے ہوں یا بستر پر آرام کرنے تشریف لے گئے ہوں مجکو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ امیر المومنین کو اب تک جو بات پسند تھی وہ اب ناپسند ہو گئی ہے لیکن چونکہ اب مجھکو یہ بات معلوم ہو گئی اسلئے امیر المومنین میرے لئے جو جگہ تجویز فرمائیں گے میں وہیں تک حاضر ہوا کرونگا۔

اس بات پر ہارون الرشید کچھ شرمندہ ہوا اور یحیٰی کو جواب دیا کہ اس بات سے میرا مطلب تمکو رنج دینے کا نہ تھا یحیٰی وہاں سے نکلا ہی تھا کہ ہارون الرشید نے اپنے تمام غلاموں کو حکم دیا کہ یحیٰی آیا کرے تو تم اب اسکی تعظیم کو کھڑے نہ ہوا کرو جیسے کہ تمہارا اب تک قاعدہ تھا اسکے بعد جب یحیٰی آیا اور غلام اسکی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے تو یحیٰی اسکا سبب سمجھ گیا اور پھر آنا کم کر دیا اسکے بعد جب کبھی یحیٰی آتا تو غلام ٹلجاتے اور اسکا کچھ خیال نہیں کرتے۔

---

[1] طبقات الاطباء میں مرقوم ہے کہ حکیم بختیشوع بن جبرئیل یونانی اطباء میں نہایت ہی جلیل القدر اور فاضل طبیب تھا خلفاء عباسیہ سے جسقدر دولت کے خزانے اسکو حاصل ہوے وہ دوسرے کو نہیں ملے خلیفہ متوکل کے عہد میں اس سے اعلیٰ رتبہ کا کوئی شخص نہ تھا بلکہ لباس اور دیگر سامان آرایش میں خلیفہ اور اسمیں کچھ فرق نہ تھا ۲۵۶ھ میں فوت ہوا۔ ۱۲ مصلح

قصر الخلد

بختیشوع طبیب بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں خلیفہ کے حضور میں قصر الخلد[1] میں بیٹھا ہوا تھا اور خلیفہ دریا کے پار یحیٰی کے محل کی جانب اور جو لوگ وہاں آتے جاتے تھے اُن کو بغور دیکھ رہا تھا خلیفہ نے کہا کہ خدا یحیٰی کا بھلا کرے کہ اس نے مجھے کاروبار سلطنت سے بچا رکھا ہی اور میرے عیش و عشرت کے لئے مجھے خوب فرصت دے رکھی ہے لیکن بختیشوع کہتا ہے کہ جب دوسری دفعہ میں اسی محل میں خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا اور خلیفہ کچھ خفا سا معلوم ہوتا تھا اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یحیٰی نے کل کاروبار سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں لاتا خلیفہ تو درحقیقت وہی ہی میں نہیں ہوں"

خلیفہ کا زبیدہ سے مشورہ

آخر کار جعفر کا راز طشت از بام ہوگیا ہارون الرشید تین دن تک کوٹھری میں بند رہا چوتھے دن اپنی عزیز بیوی زبیدہ کو بلوایا اور اس سے جعفر کی شکایت کی اور وہی عرضی دکھلائی جو اس غلام نے ارسال کی تھی جعفر اور زبیدہ میں بہت عرصے سے آپس میں دشمنی تھی۔ زبیدہ جعفر کا راز معلوم ہوتے ہی اس کے قتل کے درپے ہوگئی خلیفہ نے زبیدہ سے جعفر کے بارہ میں مشورہ کیا اور کہا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر خراسان پر برامکہ کا ایک دفعہ بھی قبضہ ہو جائے گا تو میرے ہاتھ سے حکومت نکل جاوے گی۔

زبیدہ نے کہا کہ امیر المومنین! آپکی اور برامکہ کی ایسی تمثیل ہے جیسے کوئی نشہ میں مدہوش ہوں اور دریا میں ڈوب رہے ہوں اگر آپ کا نشہ اب اتر گیا ہے اور آپ ڈوبنے سے بچنا چاہتے ہیں تو آپ نے جو کچھ سنا ہے اس سے بھی زیادہ ایک اہم امر کا آپ سے تذکرہ کرتی ہوں جس کے سننے کی آپ کو مشکل سے برداشت ہو سکے گی لیکن اگر برامکہ کے بارے میں آپ کی قوت فیصلہ اب بھی مثل سابق کے ناقص ہے تو میں آپ سے اندریں بارہ کچھ کہنا نہیں چاہتی آپ کو اختیار ہے جو چاہو سو کرو خلیفہ نے کہا کہ میں یہ بات سمجھا نہیں ذرا اسکی تشریح اور زیادہ کر دو یہ سنکر زبیدہ نے ایک غلام کو جسکا نام آرزو تھا بلوایا اور خلیفہ سے عرض کیا کہ یہ غلام وہ سب حال جانتا ہی

[1] شہر مدینۃ السلام (بغداد) میں قصر الخلد ایک اعلےٰ درجہ کی شاندار عمارت اور ہارون الرشید کا محل تھا یہ قصر بھی منجملہ دیگر مشہور عمارات بغداد یعنی قصر الذہب ایوان خلافت اور گنبد الخضراء وغیرہ کے ایک بڑا خوبصورت محل تھا۔ ۱۲ مصباح۔

ہارون الرشید نے آرزو سے کہا کہ اگر تو وہ حال نہ بتلائے گا تو تجھے قتل کر دوں گا۔ اور اگر صحیح صحیح بتلا دیگا تو تجھکو معاف کر دونگا۔ آرزو نے جعفر اور عباسہ کی تمام حقیقت کہہ سنائی اور کہا کہ امیر المومنین! آپنے تو اُن دونوں کا برائے نام نکاح کر دیا تھا اور جعفر نے درحقیقت عباسہ سے نکاح کر لیا ہے اور انکے اولاد بھی ہو گئی ہے!

اس بدلہ لینے والی عورت (زبیدہ) نے خلیفہ سے کہا کہ امیر المومنین! جعفر کو عباسہ کے پاس بیٹھنے کی اجازت دینا جو ظل اللہ کی بیٹی ہے اور ہر طرح سے جعفر سے افضل اور بہتر ہے ایسی تمثیل رکھتا ہے جیسے آگ اور پھوس باہم رکھے جائیں اسکا نتیجہ یہی ہوا جو عرض کیا گیا۔

یہ حال سنکر ہارون الرشید کو نہایت سخت صدمہ ہوا چونکہ جس طرح ہم اول ہی بیان کر چکے ہیں ہارون الرشید کو خاندان ہاشمی پر ناز بہت تھا اور وہ اپنے اس خالص النسل شہنشاہ ہونے پر فخر کیا کرتا تھا یہ تمام قصہ سنکر اور اپنی زبان کا پاس نہ کر کے خلیفہ نے آرزو کو مروا ڈالا اور زبیدہ کے پاس سے جا کر خلیفہ نے اپنے خاص جلاد مسرور کو بلایا اور ایک نہایت سخت اور کرخت آواز میں اس سے کہا کہ مسرور آج رات کو جب اندھیرا ہو جائے تو دس مزدور اور دو نوکر میرے پاس لیکر حاضر ہو جانا۔

ذیل میں جو خوفناک حال درج کیا جاتا ہے اُس سے ہارون الرشید کی ایک غیر معمولی کارروائی کا اظہار ہوتا ہے۔

مسرور نے حکم کی تعمیل کی اور مقررہ وقت پر اندھیرا ہو گیا تو مسرور نے ان بدقسمت مزدوروں کو خلیفہ کے حضور میں حاضر کیا ہارون الرشید مع ان سب مزدوروں کے اپنی بہن عباسہ کے سونے کے کمرہ میں گیا جہاں وہ سو رہی تھی۔

عباسہ سے ایک لفظ بولے بغیر اس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ عباسہ کو قتل کر ڈالو اور پھر ایک بڑے صندوق میں بند کر کے اسی جگہ دفن کر دو جب عباسہ کو قتل کر کے نعش صندوق میں بند کر دی گئی۔ تو صندوق میں قفل لگوا کر خلیفہ نے کنجی اپنے پاس رکھ لی اور مزدوروں سے کہا کہ زمین کو اتنا کھود دو کہ اس میں سے پانی نکل آئے جب پانی زمین میں سے ظاہر ہو گیا تو خلیفہ نے مزدوروں سے کہا کہ صندوق اس میں ڈالدو اور اسکو مٹی سے بھر دو مزدوروں نے اس حکم کی

تعمیل کردی اور پھر زمین کو ہموار کر دیا اور فرش جیسا کہ اول تھا ویسا ہی بنا دیا خلیفہ کرسی پر بیٹھا ہوا
اس تمام کارروائی کو خود دیکھتا رہا جب مزدور یہ سب کام کر چکے تو خلیفہ نے مسرور سے مخاطب
ہو کر کہا کہ ان مزدوروں کو لیجاؤ اِن کی اجرت ان کو دیدو۔ مسرور اس حکم کا مطلب سمجھ گیا
اُن سب مزدوروں کو بھاری بوجھ کے ساتھ تھیلوں میں بند کر کے سی دیا اور اُن تھیلیوں کو
دریائے دجلہ میں پھینکدیا پھر خلیفہ نے اس مکان کی کنجی مسرور کو دیدی اور کہا کہ جب
میں اس کو تجھ سے نہ مانگوں اس وقت تک یہ کنجی اپنے پاس رکھہ اور مسرور کو یہ بھی حکم دیا کہ محل
کے صحن میں ایک ترکی خیمہ نصب کرداے مسرور نے خیمہ نصب کرادیا۔

خلیفہ آفتاب نکلنے سے پہلے اُس خیمہ میں آبیٹھا کسی کو خلیفہ کی نیت اور ارادہ کی خبر بھی
اُس دن جمعرات کا روز تھا اور صبح کا وقت تھا خلیفہ نے دربار منعقد کیا جمعرات کے روز
جعفر مع اپنے سواروں وغیرہ کے خلیفہ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا خلیفہ نے مسرور کو حکم دیا کہ
آج تم کہیں نہ جانا میرے قریب ہی حاضر رہنا درباری آتے جاتے تھے اور خلیفہ کو سلام
کر کے اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھتے جاتے تھے اسی اثنا میں جعفر بھی آیا خلیفہ نے نہایت ہی
خاطر داری سے اُس کا استقبال کیا اور اسکو خوش آمدید کہا ہنسا اور اس کے ساتھ ہنسی اور
دل لگی کی باتیں کریں اور اُسکو اپنے پاس بٹھالیا جعفر نے تمام عرائض اور درخواستیں وغیرہ جو ہر
چہار اطراف سلطنت سے آئی تھیں خلیفہ کو سنائیں خلیفہ نے عرضیوں اور شکایتوں اور دعووں پر
مناسب احکام صادر کردئے تب جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! اگر اجازت ہو تو میں آج خراسان
چلا جاؤں خلیفہ نے یہ سُنکر نجومی کو بُلایا جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اور اس سے دریافت کیا کہ اب
کیا بجا ہے؟ نجومی نے آفتاب کی بلندی دیکھکر عرض کیا کہ ساڑھے نو بجے ہیں ہارون الرشید بھی
علم نجوم سے آگاہ تھا اس نے خود زائچہ کھینچا اور جعفر سے کہا کہ برادر من! یہ روز تمہارے لئے
نامبارک ہے اور یہ وقت بھی نحس ہے مجھے خوف ہے کہ تم کو کچھ آفت نہ پہنچے لہذا یہ بات مناسب
ہوگی کہ تم کل جمعہ کی نماز کیوقت تک اُدھر کا قصد نہ کرو اور سفر پر اس وقت جانا جبکہ مبارک اور
سعید ستارے سامنے آجائیں اور پھر رات شہر نہرداں میں بسر کر کے علی الصباح وہاں سے
روانہ ہو جانا اور یہ نسبت اس وقت کے جانے کے کل تمہارا جانا بہت بہتر ہوگا جعفر کا دل

خلیفہ کے کہنے کے بموجب ٹھیرنے کو نہیں چاہتا تھا اس لئے جعفر نے منجم سے اصطرلاب لیکر خود اپنا زائچہ بنا کر دیکھا اور دیکھ کر عرض کیا کہ امیر المومنین! خدا کی قسم! آپ کا فرمانا سچ ہے جیسا زائچہ میں اسوقت ستارہ تیزی سے چل رہا ہے میں نے ایسا کبھی بھی نہیں دیکھا تھا نہ کبھی اشکال برج میں ایسا تنگ تر رستہ دیکھا تھا جیسا کہ آج نظر آرہا ہے"۔ بعد ازاں جعفر رخصت ہو کر اپنے گھر گیا راستہ میں ادنیٰ و اعلیٰ سب اسکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

آخر کار جعفر اپنے محل پر پہنچا جسکے گرداگرد فوج پڑی ہوئی تھی جو لوگ اسکے محل پر عرض و معروض کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے ان کو جواب دیکر رخصت کر دیا لوگوں کو رخصت کر کے جعفر بمشکل اپنے مکان میں گیا ہی تھا کہ ہارون الرشید نے مسرور سے کہا، "جلد جاؤ اور جعفر کو بلا لاؤ اس سے کہنا کہ خراسان سے ایک عرضی آئی ہے اُسکے پڑھنے کے لئے آپ کو بلایا ہے اور جب جعفر حرم سلطانی کے اول دروازے پر آجائے تو پھر وہاں سپاہیوں کو تعینات کر دینا اور اسی طرح دوسرے دروازے پر غلاموں کو مقرر کر دینا اور اسکے ہمراہ کسی آدمی کو نہ آنے دینا بلکہ اسکو یہاں تک تنہا لانا اور پھر اُسکو اُس ترکی خیمے میں لیجانا جو کہ کل تم سے نصب کرایا تھا اور جب وہ خیمے کے اندر پہنچ جائے تب جعفر کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آنا اور جو کچھ میں نے تمکو حکم دیا ہے اس سے خدا کی مخلوق میں سے کسیکو آگاہ نکرنا اور گھڑی گھڑی دریافت کرنے سے مجھکو تکلیف نہ دینا اگر تم نے میری ہدایتوں کے بموجب عمل نہ کیا تو پھر میں تمہارا سر بھی جعفر کے سر کے ساتھ کٹواوں گا بس اب جلد جاؤ دیکھو ابھی جعفر کو اس حال سے آگاہی ہو جائے جلد جاؤ"۔ مسرور جعفر کے مکان پر گیا اور اسکو اپنی اطلاع کرائی جعفر اس وقت اپنے کپڑے اتار کر لیٹا ہی تھا کہ مسرور کی اطلاع ہوئی جعفر اُٹھ بیٹھا اور مسرور کو اپنے پاس اندر بلا لیا مسرور نے کہا کہ خلیفہ نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔

جعفر نے کہا کہ مسرور! میں تو ابھی خلیفہ کے حضور میں سے آیا ہوں اب اس وقت جو بلایا ہے ایسا کیا ضروری کام ہے؟

مسرور نے جواب دیا کہ خراسان سے کچھ عرضیاں آئی ہیں اور آپ کو اُن کے پڑھنے کے لئے بلایا ہے اس پر جعفر کو تسلی ہو گئی اور وہ اپنے کپڑے پہن اور تلوار لگا مسرور کے ہمراہ روانہ

ہوا لیکن جونہی کہ وہ اوّل دروازہ میں داخل ہوا تو وہاں سپاہیوں کو مقیم پایا اور دوسرے دروازہ میں داخل ہوا تو وہاں غلاموں کو متعین پایا اور تیسرے دروازہ میں داخل ہو کر اور پیچھے پھر کر دیکھا تو اپنے ساتھ اپنے کسی غلام یا خادم کو نہیں پایا اور یہ دیکھکر کہ میں دربار میں تنہا ہوں اُسکو اپنے اس طرح آنے پر افسوس ہوا لیکن اب تو وقت گذر چکا تھا اب پچھتانے سے کیا ہوتا تھا مسرور جعفر کو اسی رومی خیمہ میں لے گیا اور کہا کہ یہاں بیٹھ جائیے اور جب جعفر نے وہاں کسی اور شخص کو نہیں دیکھا تو وہ سمجھا کہ اب میری خیر نہیں ہے اور مسرور سے مخاطب ہو کر کہا کہ برادر من! یہ کیا بات ہے؟

مسرور نے جواب دیا کہ تم اس معاملہ کو خود خوب جانتے ہو اب تمھارا وقت اخیر پہنچا۔ امیر المومنین نے مجھکو یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھارا سر کاٹ کر انکے حضور میں فوراً پیش کروں جعفر یہ سنکر رونے لگا اور مسرور کے ہاتھ اور پاؤں چوم کر اُس سے کہا کہ اے برادر! اے مسرور! تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ شاہی غلاموں میں اور خاندان شاہی میں مجھے تمھاری خاطر سب سے زیادہ منظور تھی اور تم مجھ سے جو کہا کرتے تھے میں ہمیشہ تمھارے سب کام جاے دن ہو یا رات ہو کر دیا... کرتا تھا تم جانتے ہو کہ میرا کیا رتبہ ہے اور امیر المومنین پر میرا کس قدر اقتدار ہے امیر المومنین اپنے راز کی تمام باتیں مجھ سے فرمایا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امیر المومنین سے میری چغلی کھائی ہے اگر تم مجھکو یہاں سے صرف چلے جانے کی اجازت دیدو تو میں تمکو دو لاکھ دینار (ایک لاکھ پونڈ) ابھی لاکے دیدونگا مسرور نے کہا کہ نہیں میں اجازت نہیں دے سکتا تب جعفر نے کہا کہ اچھا مجھے خلیفہ کے سامنے ہی لے چل شاید مجھے دیکھکر اس کو رحم آجائے اور معاف کردے مسرور نے کہا نہیں میں یہ بھی نہیں کر سکتا میں خلیفہ کے پاس جانے کی جرأت نہیں رکھتا میں خوب واقف ہوں کہ اب تم کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے جعفر نے دوبارہ کہا کہ اچھا تم اتنا ہی کرو کہ خلیفہ کے پاس جاکر اتنا کہدو کہ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اسکی تعمیل ہوگئی پھر دیکھو خلیفہ کیا کہتا ہے پھر اگر جو تمھارا جی چاہے وہ کرنا اگر تم میرا یہ کہنا مانو گے اور میری جان بچ جائے گی تو میں خدا اور فرشتوں کو گواہ کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ میرے پاس ہے اس میں سے آدھے کا تمکو مالک کردوں گا اور تمکو فوج کا سپہ سالار (کمانڈر انچیف) مقرر کرادوں گا جعفر روتا ہوا مسرور سے یہ التجا کر رہا تھا مسرور کو بھی رحم آگیا اُس نے کہا اچھا میں

جاتاہوں پس وہ چالیس حبشی غلاموں کو خیمہ کے گرداگرد پہرہ پر کھڑا کر کے اور اپنی پیٹی اور تلوار لگا کے خلیفہ کے حضور میں گیا خلیفہ بیٹھا ہوا تھا اور غصہ کی وجہ سے اس کے چہرہ پر پسینا آرہا تھا ایک لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اسکی نوک آہستہ آہستہ زمین پر مار رہا تھا مسرور کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا کہ خدا کرے تیری ماں تیرا ماتم کرے۔ تو نے جعفر کے معاملہ میں کیا کیا؟ مسرور نے کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اس کی تعمیل کر آیا ہوں خلیفہ نے کہا کہ جعفر کا سر کہاں ہے؟ مسرور نے عرض کیا کہ خیمہ میں ہے خلیفہ نے کہا کہ سر فوراً یہاں لے آ مسرور خیمہ میں واپس گیا جعفر کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اسوقت رکوع میں تھا مسرور نے جعفر کو [illegible] کرنے نہیں دی اور تلوار نکال کر اس کا سر کاٹ ڈالا اور پھر داڑھی سے پکڑ کر سر کو خلیفہ کے روبرو لیجا کر زمین پر ڈالدیا تمام راستے خون سر میں سے بہتا گیا۔ اور اب تک خون بہ رہا تھا خلیفہ نے سر دیکھکر ایک بڑا سانس بھرا اور زار و قطار رویا خلیفہ بولتا جاتا تھا اور ایک ایک لفظ پر اپنی لکڑی سے زمین کھودتا جاتا تھا اور بعض وقت لکڑی کو اپنے دانتوں سے کاٹتا تھا پھر سر کیطرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے جعفر! کیا تجھے میں نے اپنے برابر نہیں کر لیا تھا؟ اے جعفر تو نے میرا حق نمک بھلا دیا تو نے میرے حقوق کو اور اپنے معاہدے کو فراموش کر دیا تو نے میری عنایتوں اور مہربانیوں کو بھلا دیا اور تو نے ان سب باتوں کے نتیجہ پر خیال نہیں کیا اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ زمانہ ایک دم میں بدل جاتا ہے اور انسان کیحالت دگرگوں ہو جاتی ہے اور قسمت ذرا کی ذرا میں پلٹ جاتی ہے اے جعفر تو نے مجھکو دہوکہ دیا اور تمام آدمیوں کے سامنے مجھے کلمات ناسزا کہے اے جعفر تو نے اپنے تئیں اور مجھکو بھی دونوں کو برباد کر دیا۔[1]

عباسہ اور جعفر کی اولاد کا قتل۔

اس کے بعد جعفر اور عباسہ کے دونوں لڑکوں کو لانیکے لئے ہارون الرشید نے کسی شخص کو مدینہ منورہ روانہ کیا اور اس نے ان دونوں کو لا کر خلیفہ کے حضور میں حاضر کیا خلیفہ نے ان کو دیکھکر ان کی بہت تعریف کی یہ لڑکے بہت ہی حسین تھے پھر ہارون الرشید نے ان سے کچھ گفتگو کی گفتگو میں اسکو معلوم ہوا کہ ان لڑکوں میں اہالیان مدینہ کی سی طلاقت لسان اور بنی ہاشم کی فصاحت اور بلاغت موجود ہے خلیفہ نے بڑے لڑکے سے مخاطب ہو کر

[1] یہ سب خیالی افسانہ ہے اس میں اصلیت بالکل نہیں ہے ۱۲ مصباح

پوچھا کہ نور چشم من! تمہارا کیا نام ہے اُس نے جواب دیا کہ میرا نام الحسن ہے پھر دوسرے سے پوچھا کہ برخوردار من! تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا کہ مجھے الحسین کہتے ہیں خلیفہ ان دونوں کو دیر تک دیکھتا رہا اور پھر رونے لگا اور اُن سے کہا لڑکو! تمہاری خوبصورتی اور بیگناہی کا میرے دل پر اثر ہوتا ہے خدا اُسپر رحم نہ کرے جو تم سے برائی کرے اُن بیچاروں کو کیا معلوم کہ خلیفہ کا ہماری بابت کیا ارادہ ہے۔ اتنے میں خلیفہ نے مسرور سے پوچھا کہ وہ کنجی کیا ہوئی جو میں نے تجھکو احتیاط سے رکھنے کیلئے دی تھی۔ مسرور نے کہا کہ امیر المومنین! یہ رہی میرے پاس موجود ہے خلیفہ نے کہا کہ لا مجھے دے۔ پھر خلیفہ نے چند غلاموں اور خادموں کو بلوایا اور حکم دیا کہ جعفر کے مکان میں ایک گڑھا کھودو اسکے بعد خلیفہ نے مسرور کو حکم دیا کہ ان دونوں لڑکوں کو مار ڈال اور انکی ماں کے ساتھ انکو بھی اسی گڑھے میں دفن کردے یہ کہکر خلیفہ رویا مسرور کہتا ہے کہ خلیفہ کو روتا دیکھکر مجھے خیال ہوا کہ شاید رحم کر کے لڑکوں کو چھوڑ دیگا مگر خلیفہ نے انکو مروا ہی ڈالا اور اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھکر تمام حاضرین کو حکم دیا کہ خبردار آج سے کوئی برامکہ کا نام تک نہ لیوے جعفر کے قتل کے بعد الفضل کو بھی اسی رات بلا کر اپنے محل میں قید کر دیا۔ یحییٰ کو اسی کے گھر میں نظر بند کر دیا برامکہ کی تمام جائداد ضبط کرلی اور خاندان برامکہ کے ایکہزار[1] سے زیادہ آدمیوں کو قتل کروایا۔

العمرانی مورخ

العمرانی۔ ایک مورخ۔ خاندان برامکہ کے یک لخت زوال و استیصال کی بابت ایک عجیب حکایت بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے ایکدفعہ یہ بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ دفتر خزانہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میری نظر ایک بہی کے اندراج پر پڑ گئی جس میں تحریر تھا کہ "جعفر پسر یحییٰ کی خلعت اور پوشاک کے لئے چار لاکھ دینار طلائی (دو لاکھ پونڈ) دیے گئے"۔

چند دنوں کے بعد جب پھر خزانہ میں گیا تو اسی بہی پر یہ تحریر تھا کہ پسر یحییٰ کی نعش کے جلانے کے لئے روغن نفط اور چٹائی کے لئے دس قیراط دیئے گئے"۔ اور قیراط $\frac{1}{24}$ حصہ دینار کے مساوی ہوتا ہے۔

[1] جن عربی کتابوں سے مسٹر پامر نے یہ ترجمہ کیا ہے اُن میں تو صرف یہ تحریر ہے کہ ہارون الرشید نے صرف اکیلے جعفر ہی کو قتل کرایا۔ مسٹر پامر نے ایکہزار آدمی بے نام و نشان خدا جانے کہاں سے لکھدیئے ۱۲ مصلح

متذکرہ بالا واقعہ ۱۸۷ھ ۸۰۳ء میں ہارون الرشید کے مکہ شریف سے واپس لوٹتے ہوئے وقوع پذیر ہوا اور اغلب یہ بات خیال کیجاتی ہے کہ حج کو جانے سے پہلے ہی خلیفہ کو برامکہ پر شبہات ہو گئے تھے بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان مقدس شہروں (مکہ شریف اور مدینہ منورہ) کی زیارت کے لئے خلیفہ اس لئے آیا تھا تاکہ وہ عباسہ کے لڑکوں کو خود جا کے دیکھے اور لڑکوں کو دیکھکر پہچانے کہ جیسی افواہ مشہور ہے آیا یہ صحیح ہے یا نہیں اور عباسہ یا جعفر دونوں میں کسی سے انکی شکل ملتی ہے یا نہیں! صحیح اور ٹھیک یہی بات ہے کہ جعفر کے قتل کا حکم حجاز سے لوٹتے ہوئے خلیفہ نے مقام انبار میں دیا تھا۔

برامکہ سے خلیفہ کی ناراضگی کے اور دیگر اسباب

جعفر نے عبدالملک بن صالح کے ساتھ جو فیاضی کی تھی (جیسا کہ ہم اول تحریر کر چکے ہیں) کہ اس نے اُن کو خزانہ شاہی سے ایک رقم کثیر دلادی تھی اور اسکے بیٹے کے ساتھ خلیفہ کی دختر کی شادی کرنے پر خلیفہ کو راضی کر لیا تھا اگرچہ اس وقت تو یہ امور بادی النظر میں بے حقیقت معلوم ہوتے تھے مگر ایسے ہی امور سے ہارون الرشید کے دل میں حسد پیدا ہوتا گیا اس کے علاوہ خلیفہ ہارون الرشید جعفر سے اسلئے بھی ناراض تھا کہ اس کا رجحان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور انکی اولاد کیجانب زیادہ تھا یہی وجہ ہے کہ ہارون الرشید کے دلمیں جب جعفر کیجانب سے ایک دفعہ رنج پڑ گیا تو وہ بڑھتا ہی چلا گیا اسکے بعد جو شخص جعفر کی شکایت کرتا تھا ہارون الرشید اس کی بات بہت مستعدی اور دل سے سنتا تھا۔

مفصلہ ذیل بیان سے جو ایک عرب مورخ نے لکھا ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جعفر کو پولٹیکل وجوہات سے نہیں بلکہ ایک مفروضہ بدسلوکی کا بدلہ لینے کی خاطر یا اپنے خاندان کے دامن پر سے دھبہ مٹانے کے لئے ہارون الرشید نے قتل کرا دیا تھا۔

ہارون الرشید کی ایک بہن نے اس سے دریافت کیا کہ آپ نے خاندان برامکہ کے ساتھ ایسا ظالمانہ برتاؤ کس لئے کیا؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ اگر میرے پیراہن کو بھی اس کا سبب معلوم ہو جائے تو میں اُسکے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔

---

[1] ناظرین! عباسہ کا قتل ہونا اور اس کا جعفر کیساتھ شادی کا افسانہ بالکل لغو اور نادرست بات ہے اس قصہ کو الف لیلہ کے دیگر فرضی قصوں سے زیادہ وقعت نہیں ہے عرب مورخین کے اکثر درایت اور روایت دونوں طور سے (بقیہ صفحہ آیندہ)

یحیٰی کی بیوی نے جو ہارون الرشید کی رضاعی ماں تھی جب یہ سنا کہ یحیےٰ قید ہو گیا۔ تو ہارون الرشید کے پاس آئی اور بڑی دقتوں سے خلیفہ کے حضور میں پہنچی اس نے خلیفہ کو اسکے بچپن کے دانت اور بالوں کی لٹ جو نہایت احتیاط سے ابتک محفوظ رکھی تھی دکھائیں اور خلیفہ سے التجا کی کہ مجھکو تجھ سے اس قدر محبت ہے کہ تیرے بچپن کی یہ چیزیں با احتیاط رکھ چھوڑی ہیں اب تو اُن کا یہی عوض کر کہ یحیٰی کو قید سے چھوڑ دے خلیفہ نے اپنے بالوں اور دانتوں کو اس سے مول لینا چاہا لیکن یحیٰی کو چھوڑنے کا اقرار نہیں کیا اس بات پر اس عورت نے غصہ میں آکر ان چیزوں کو اپنے پاؤں کے نیچے مل ڈالا اور کہا کیا یہ اشیا میں تجھے بطور ہدیہ کے پیش کروں۔ جب اس کا مطلب حاصل نہوا تو وہ چلی آئی۔

خلیفہ کے بچپن کے دانت اور بال۔

جعفر کا باپ یحیٰی اور اس کا بھائی فضل بھی قید ہو گئے تھے جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں لیکن قید میں اُنپر سختی نہیں تھی اُن کو ذاتی ملازم اور عورتیں رکھنے کی قید خانہ میں بھی اجازت تھی وہ بہت دنوں تک قید خانہ میں اسی آرام سے رہے مگر جب عبدالملک ابن صالح قید ہو گئے جنکا ذکر ہم آیندہ کریں گے تب خلیفہ نے ان سب پر قید خانہ میں بڑی سختی کی۔

یحیٰی و فضل کا قید ہوا

جب کسی شخص نے یحیےٰ کو قتل جعفر کی خبر دی کہ ہارون الرشید نے جعفر کو مار ڈالا تو یہ خبر سنکر یحیٰی نے کہا کہ اسی طرح خدا بھی اسکے بیٹے کو مار ڈالے گا اس شخص نے کہا کہ اس نے تمہاری مکانات بھی ویران کر دیے یحیےٰ نے کہا کہ خدا اسی طرح اس کا گھر بھی ویران کر دیگا ہارون الرشید کو جب اس گفتگو کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور پریشان ہوا اور کہا کہ میں نے یحیٰی کے منہ سے آج تک ایسی کوئی بات کبھی نہیں سُنی تھی کہ جو سچ نہ ہوئی ہو۔

یحیٰی کو قتل جعفر کی اطلاع ہونا

یحیےٰ کے خاندان کے لوگوں کو بڑے بڑے عہدے حاصل ہو گئے تھے اور جس عیش و عشرت میں ان سب نے اسقدر عرصہ مدید تک بسر کی اس بات سے یحیےٰ اکثر خوف کھایا کرتا تھا چونکہ وہ اپنے آقا کی تلون مزاجی سے واقف تھا یحیےٰ ڈرا کرتا تھا کہ خلیفہ کہیں برہم ہو کر ہم سب کو موقوف نہ کر دے مورخین کا بیان ہے کہ لوگوں نے ایک روز یحیٰی کو مکہ شریف میں کعبہ کا طواف کرتے

یحیٰی برمکی کی دعا کعبہ شریف میں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۶) بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ یہ واقعہ اور اس کے متعلقات از سر تا پا بالکل سب غلط ہیں درحقیقت جعفر کا قتل ہونا پولیٹیکل وجوہات سے تہا اور وہ سب وجوہات اسی کتاب میں درج ہیں۔ ۱۲ مصلح۔

ہوئے (اور یہ طواف بھی مناسک حج میں سے ہی) یہ دعا خدا سے مانگتے ہوئے سنا کہ "اے خدا۔ اگر تیری مرضی اس میں ہو کہ تو نے جو کچھ مجھکو دنیاوی جاہ و حشم دیا ہے اس سے تو مجھکو محروم کردے اور مجھ سے میری دولت، بیوی اور سب بچے لیلے تو یا اللہ میں تیری رضا پر راضی ہوں تو ان سب سے مجھکو محروم کردے۔ مگر یا اللہ تو میرے بیٹے فضل کو زندہ اور سلامت رکھ" پھر یحیےٰ کعبہ سے چلا آیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر کعبہ میں آیا اور یہ دعا مانگی کہ مالک میرے۔ مجھ سے بڑی خطا ہوئی اور میں بڑا نالایق ہوں جو تجھ سے بھی دعا میں استثنا چاہتا ہوں اے خدا تو مالک ہے تو چاہے تو فضل کو بھی لیلے" مسلمان مورخین اس دعا کو مقبول مثل کلام پیغمبراں سمجھتے ہیں چونکہ اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہارون الرشید نے خاندان برامکہ کو نیست و نابود کر ڈالا۔

ایک اور موقع پر لوگوں نے یحیےٰ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ "اے خدا تو میرے گناہونکی سزا مجھکو اسی دنیا میں دے لینا اور عقبیٰ میں مجھکو سزا نہ دینا" اور یحیےٰ کے خاندان کا برباد ہونا گویا اُسی کی دعا کے قبول ہونے کا اثر ہے۔

فضل برمکی کے تازیانے مارنا

ایک دفعہ ہارون الرشید نے مسرور کو فضل کے پاس قید خانہ میں بھیجا اور حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے فضل سے اسکی دولت کا صحیح صحیح پتہ لگانا کہ اگر فضل نے کچھ دولت چھپا دی ہو تو وہ بتلا دے اور اگر وہ انکار کرے تو اُس کے دو سو درے (تازیانہ) لگانا مسرور نے فضل سے جا کر یہ پیغام کہا اور اس کو صلاحاً یہی ترغیب دی کہ اپنی سلامتی اور صحت جسمانی پر لحاظ کرکے اپنی دولت کو اُنپر ترجیح نہ دے فضل نے جواب دیا کہ اے مسرور! واللہ میں جھوٹ نہیں بولتا اور امیر المومنین بھی اس بات سے واقف ہیں کہ ایک تازیانہ لگنے کی نسبت میں مرجانیکو زیادہ پسند کرتا ہوں اور اے مسرور اس بات کو تو تم لوگ سب جانتے ہو کہ ہم نے ہمیشہ دولت کو صرف کرکے اپنی عزت قایم رکھی ہے تو اب یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم دولت کو چھپا کر اپنے جسموں کو تکلیف دلواتے۔ اور اگر تم نہیں مانتے تو خلیفہ نے جو کچھ حکم دیا ہے اسکی تعمیل کرو۔ یہ سُنکر مسرور نے رومال میں سے ایک کوڑا نکالکر اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ فضل کے دو سو کوڑے مارو غلاموں نے بیقدر بیرحمی سے فضل کو کوڑے لگائے کہ اس سزا کے ختم ہونے پر

بالکل مُردہ کے مانند ہوگیا خوش قسمتی سے قید خانہ میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا کہ جو عمل جراحی جانتا تھا اس کو فوراً فضل کے علاج کے لئے بلایا گیا۔

جراح نے فضل کی کمر دیکھ کر کہا کہ ان کے تو صرف پچاس کوڑے لگے ہیں اور انکو یہ زیادہ کی تعداد جو یاد رہی یہ ان کی غلطی ہے جراح نے یہ بات صرف فضل کے اطمینان اور تسلی کے لئے کہی تھی چونکہ بعد علاج کے اس نے کہا تھا کہ انکو دو سو کوڑونکا اسقدر صدمہ ہوا تھا کہ وہ ہزار کا بھی اتنا ہی ہوتا جراح نے فضل کو کمر کے بل ایک چٹائی پر لٹایا اور سینے پر کھڑے ہو کر اس کو خوب پیروں سے ملا پھر اس کو زمین پر کھینچنا شروع کیا کوڑوں کے لگنے سے جس قدر فضل کی کھال پھٹ گئی تھی وہ سب اتر کے کھینچنے کی وجہ سے گوشت نکل آیا علاج کے اس واہیات طریق سے درحقیقت فضل کی جان بچ گئی کیونکہ اس طرح گھسیٹنے سے خون کا دورہ پھر شروع ہوگیا اور زخم ایسے ہوگئے جن کے عرصہ قلیل میں مندمل ہو جانے کی امید ہوگئی غسل صحت کے بعد فضل نے اپنے ایک دوست سے ہزار درہم قرض لئے اور اپنے کامیاب جراح کو پیش کئے لیکن جراح نے ان کے لینے سے انکار کیا فضل نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ خفیف رقم تھی اور اسی واسطے جراح نے قبول نہیں کی اپنے دوست سے ایک ہزار درہم اور قرض لئے اور یہ دو ہزار درہم جراح کو نذر کئے لیکن جراح نے انکے لینے سے بھی انکار کردیا اور کہا کہ میں نے ایسے سخی کا علاج کیا ہے کہ جو دنیا میں سب سخیوں سے زیادہ سخی اور فیاض ہے میں اس کے علاج کرنیکے لئے کوئی اجرت چاہے وہ کسی قدر رقم کثیر کیوں نہو ہرگز ہرگز نہ لوں گا چونکہ یہ ڈاکٹر درحقیقت ایک غریب آدمی تھا اُس کی اس سخاوت نے فضل کو بہت ہی تعجب میں ڈالا فضل نے اقرار کیا کہ اس جراح کی یہ فیاضی میری بڑی سے بڑی سخاوت سے بھی بہت ہی زیادہ ہے۔

یحیٰی برمکی کی موت

یحییٰ نے ستر برس کی عمر میں ماہ نومبر ۸۰۵ء میں یکایک جیلخانہ میں قضا کی یحیٰے کے مرنے کے بعد بستر پر سے ایک کاغذ کا پرچہ ملا جس میں مفصلہ ذیل الفاظ تحریر تھے مستغیث عدالت کے روبرو جاتا ہے اور مستغاث علیہ بھی اسکے پیچھے بہت جلد آنے والا ہے اس عدالت کا مجسٹریٹ ایسا شخص منصف (خدائے تعالیٰ) ہے جو کبھی غلطی نہیں کرتا اور نہ اس کو گواہ اور

شاہدوں کی ضرورت ہے" یہ پرچہ ہارون الرشید کے حضور میں پیش کیا گیا اور اس پرچے نے ہارون الرشید پر وہی اثر کیا جو اس کے لکھنے والے کا منشا تھا یعنی خلیفہ کو نہایت ہی رنج اور خوف ہوا"

فضل برمکی کی موت

یحییٰ کے انتقال کے تین برس کے بعد فضل بھی قیدخانہ میں پھوڑے (ثقل باللسان) کے نکل آنے سے مر گیا یہ بات تو یاد ہی ہوگی کہ فضل خلیفہ ہارون الرشید کا رضاعی بھائی تھا جس وقت ہارون الرشید نے فضل کی موت کا حال سنا تو کہا کہ اب میری بھی موت قریب ہے خلیفہ کے فضل سے تھوڑے عرصے کے بعد فوت ہو جانے پر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ہارون الرشید سچ کہا کرتا تھا۔

عبدالرحمن عباسی کا عبرت انگیز بیان

عبدالرحمن عباسی خلیفہ کے رشتہ دار ایک بڑے عالم باوقار تھے کوفہ میں رہا کرتے تھے وہ اس شریف لیکن بدقسمت خاندان برامکہ کی گردش کا ایک عجیب رقت انگیز واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "ایک دن عید اضحیٰ کے دن میں سلام کیلئے اپنی والدہ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ اور معمر عورت کے ساتھ وہ باتیں کر رہی ہیں لیکن اس بزرگ عورت کی پوشاک بہت ہی ادنیٰ درجے کے کپڑے کی تھی میری ماں نے مجھ سے پوچھا کہ تو جانتا ہے یہ کون عورت ہیں؟ جو میری ملاقات کو آئی ہیں میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا میری ماں نے مجھ سے کہا کہ یہ جعفر برمکی کی ماں ہیں میں نے پھر ان کو سلام کیا اور نہایت ہی ادب سے ان سے گفتگو کی میں نے ان سے کہا کہ اے محترمہ! کسی ایسی سب سے زیادہ عجیب بات کا ذکر کریئے جو کبھی آپ کی نظر سے گذری ہو انہوں نے جواب دیا کہ اے برخوردار! ایک زمانہ ایسا تھا کہ جب اس تہوار (عید اضحیٰ) کا دن آتا تھا تو میری خدمت میں چار سو لونڈیاں ہوا کرتی تھیں اور پھر بھی میں یہی خیال کرتی تھی کہ جیسی کہ چاہیئے ویسی خدمت میرا بیٹا جعفر نہیں کرتا لیکن اب یہ تہوار آیا ہے اور اب مجھکو دو بھیڑوں کی کھالوں کی ضرورت ہے تاکہ ایک کو میں اپنا بستر بناؤں اور ایک کو چادر بناؤں میں نے یہ سنکر ان کو پانسو درہم نذر کیے وہ نہایت خوش ہوئیں پھر وہ اکثر ہمارے مکان پر آیا کرتی تھیں یہاں تک کہ موت نے ہمکو ان سے جدا کیا"

برامکہ کے زوال اور استیصال کے بعد بہت سے آدمی انکی بدقسمتی پر دلی افسوس

کیا کرتے تھے لیکن چونکہ برامکہ خلیفہ موجودہ وقت کی ناراضگی کیوجہ سے مارے گئے اسلئے ان
پر ماتم کرنے یا اُن کے غم میں رونے والوں کی اکثر سلامتی اور حفاظت جان متصور نہ تھی
ایک شخص جسکا نام ابراہیم تھا وہ جعفر کا دوست تھا جعفر اُس پر بہت ہی مہربانی کیا کرتا تھا۔
جعفر کے قتل کا اس کو ایسا رنج تھا کہ وہ جب شراب پیا کرتا تو جعفر کو یاد کر کے بہت رویا
اور کہا کرتا تھا کہ خدا کی قسم! جعفر کے قاتل سے میں اُس کا قصاص ضرور لوں گا ابراہیم کی یہ
باتیں خود ابراہیم کے بیٹے اور غلام نے ہارون الرشید سے کہدیں خلیفہ نے ابراہیم کو بلایا اس
سے اپنی دوستی کا اظہار کیا اور اس کو خوب شراب پلائی جب اس کو نشہ بہت ہو گیا تب
خلیفہ نے جعفر کو یاد کر کے رونا شروع کیا اور کہا کہ "اب جعفر کا سا دوست کہاں مل سکتا
ہے ہائے! میں نے جعفر کو کیوں قتل کیا۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میری سلطنت ہی چلی جاتی
اور جس دن سے جعفر قتل ہوا ہے اس دن سے اب تک مجھکو نیند نہیں آئی یہ سنکر ابراہیم
خوب رویا اور کہا کہ امیر المومنین! آپنے درحقیقت یہ کام اچھا نہیں کیا جعفر کا سا آدمی ملنا اب
مشکل ہے جب اس طرح ہارون الرشید نے فریب سے ابراہیم کا راز معلوم کر لیا تو پھر وہاں
سے ابراہیم پر لعنت کرتا ہوا کھڑا ہو گیا اس کے کھڑے ہونیکے چند لمحہ کے بعد یہ بے وقوف
ہمدرد خاندان برامکہ بھی قتل کر دیا گیا۔

ابراہیم کا قتل

ہارون الرشید کی خلافت کا آخری زمانہ اور اسکی وفات

شہر رقہ کا دار الخلافہ مقرر ہونا

خاندان برامکہ کے زوال اور استیصال کے بعد اور انکے تمام آدمیوں اور ماتحتوں کی بربادی سے باشندگان بغداد خلیفہ سے بدظن رہنے لگے اسلیئے ہارون الرشید نے بغداد کو چھوڑ کر شہر رقہ اپنا دار الخلافہ مقرر کر لیا اس سے پہلے بھی ہارون الرشید نے بغداد سے اپنی نفرت ظاہر کی تھی اور کوفہ کو دار الخلافہ مقرر کرنا چاہا تھا لیکن کوفیوں کی اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طرفداری کیوجہ سے اس نے کوفہ کو پسند نہیں کیا ہارون الرشید نے دار الخلافہ کی تبدیلی کے وجوہات جو غالباً صحیح معلوم ہوتے ہیں یہ بتلائے کہ چونکہ ملک الجزیرہ میں ہمیشہ بغاوتیں ہوتی رہتی ہیں اور شمالی صوبجات میں بنی امیہ کی طرفداری میں ابتک بہت جوش باقی ہے اس لئے یہی بات مناسب ہے کہ ہارون الرشید کم سے کم الجزیرہ جاکر اپنی موجودگی سے وہاں کی غیر مطیع رعایا کے دلوں میں اپنی ہیبت اور خوف دل نشین کرے۔

ایران کی بد انتظامی

صوبہ خراسان ایران کے قومی فرقوں کا ہیڈ کوارٹر تھا یہ ملک مذہب شیعہ کے نشو و نما کے لئے بہت مناسب ثابت ہوا یہ صوبہ خلیفہ کی تمام سلطنت کے صوبجات میں ایک بھی پر فتنہ و فساد اور بغاوتی صوبہ مشہور تھا ہم قبل ازیں اسی کتاب میں یہ لکھ چکے ہیں کہ خاندان امیہ کی خلافت کے زمانہ میں ابو مسلم کی ماتحتی میں یہیں سے شور و فساد شروع ہوا اور بالآخر اسی بغاوت کے باعث بنی امیہ سے سلطنت اور تاج و تخت جاتا رہا اور بظاہر اب معلوم ہوتا تھا کہ خاندان عباسیہ کو بھی یہ صوبہ اسی طرح مضر ثابت ہوگا۔

۷۹۶ء میں وہاں ایک بغاوت پھوٹی جس کا بانی اور سرغنہ ایک شخص مسمی حمزہ بن اترک تھا اس شخص نے صوبہ کوہستان میں لوٹ مار مچادی اور وہاں کے باشندوں کو قتل کر کے آخر کار شہر بشنج کو فتح کر کے اس پر قابض ہو گیا گورنر ہرات اس کے مقابلہ کے لئے چھ سو فوج لیکر گیا لیکن اول ہی معرکہ میں گورنر نے شکست کھائی اور مارا گیا۔

حمزہ بن اترک کی بغاوت

یہ سنکر علی ابن عیسیٰ گورنر خراسان نے اپنے بیٹے الحسین کو دس ہزار لشکر کا افسر مقرر کر کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا لیکن الحسین نے حمزہ پر حملہ کرنا نہیں چاہا۔ اس لئے الحسین موقوف کر دیا گیا اور بجائے اسکے اُس کا بھائی عیسیٰ جنرل فوج مقرر کیا گیا اول اول تو عیسیٰ ناکامیاب رہا لیکن بعد ازاں اس نے باغی فوجوں کو منتشر کر کے بہت سے باغیوں کو قتل کیا بعد شکست کے حمزہ نے صرف چالیس ہمراہیوں کے ساتھ بھاگ کر کوہستان میں پناہ لی جن جن لوگوں نے اس بغاوت میں شرکت کی تھی ...... عیسیٰ نے ان سے سخت بدلہ لیا۔ تیس ہزار سے زائد آدمیوں کو قتل کرایا اور جس قدر دیہات کہ باغیوں کے طرفدار ہو گئے تھے ان سب کو جلا ڈالا۔

عیسیٰ بن علی کی فتح

حمزہ نے خود مختار بننے کی پھر دوبارہ کوشش کی لیکن شکست پائی اس دفعہ اسکے چہرہ پر ایک زخم لگا وہ بھاگ کر شہر السقرار میں انگوروں کے باغوں میں چھپ گیا وہاں سے نکلکر اس نے قرب و جوار کے دیہات کو ویران کر ڈالا اور تمام باشندگان دیہات کو تہ تیغ بے دریغ کیا حمزہ کے اور مظلموں کے منجملہ یہ بھی ایک ظلم تھا کہ اس نے اور اس کے ہمراہیوں نے ایک مدرسہ پر حملہ کر کے استاد اور تیس طالب علموں کو مار ڈالا طاہر ابن حسین (یہ اس خانہ جنگی کا کہ جو بعد وفات ہارون الرشید کے واقع ہوئی مشہور سرغنہ ہے) جو اس وقت بشنج کا لفٹنٹ گورنر تھا حمزہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا اس نے باغیوں کا قلع اور قمع کیا طاہر کا سزا دینے کا طریقہ بڑا ہی ہیبت ناک تھا وہ درختوں کو باہم جھکوا کر اور ان میں باغی کو بندھوا کر ان درختوں کو کھلوا دیتا تھا درخت جب اپنی اصلی جگہ پر جانے لگتے تو انکی کشش کے زور سے بدقسمت مجرم کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے۔

طاہر ابن حسین

اول تو حمزہ فرار ہو گیا مگر بعد ازاں اس نے خلیفہ کی اطاعت اختیار کر لی۔

علی بن عیسیٰ نے اب جبر و ظلم سے باشندگان خراسان سے زر نقد روپیہ لیکر جمع کرنا شروع

علی بن عیسیٰ گورنر خراسان

کر دیا جس سے وہ بڑا دولتمند ہوگیا اُسنے ظلم اور ناانصافی اسقدر کثرت سے کی اور اخذ وجبر ناجائز انتہا بے انتہا کیا کہ خراسان کے باشندوں نے اسکی شکایت ہائے عظیم کی بیشمار عرضیاں۔ اور استغاثے ہارون الرشید کیخدمت میں ارسال کئے خلیفہ نے ان معاملات کی تحقیقات بذات خود کرنا چاہی اور علی ابن عیسی کو حکم بھیجدیا کہ شہر رَے میں حاضر ہو جائے جہاں خلیفہ مع اپنے دونوں بیٹوں کے موجود تھا لیکن یہ عامل خراسان خلیفہ کے حضور میں بے شمار تحائف گرانبہا لیکر حاضر ہوا ہارون الرشید نے بھی اسکو خلعت گراں بہا عطا فرمایا اور اپنا اعتماد اس پر ظاہر کر کے اسکو پھر دوبارہ خراسان کی گورنری پر مقرر کر کے بھیجدیا باشندگان خراسان کی عرضیوں اور شکایتوں پر خلیفہ نے جو یہ لاپروائی ظاہر کی اس سے ان لوگوں کا جوش حد جنون تک پہنچ گیا اہالیان خراسان اپنے آقا اور حکمران عربوں کو اول ہی ناپسند کرتے تھے اب ان کو ایسی نفرت ہوگئی کہ جو چھپ نہیں سکتی تھی۔

رفیع بن لیث کی بغاوت

خاندان برامکہ کے قتل اور استیصال سے ان میں اور بھی زیادہ جوش اور غصہ ہوگیا اس دفعہ ایک اور باغی سرغنہ نے جو وہاں خروج کیا تو اس نے اپنے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کا تمام باشندگان خراسان کو مشتاق پایا یہ باغی سرغنہ رفیع بن لیث تھا اور یہ نصر ابن سجام کا پوتا تھا اور نصر ابو مسلم کی بغاوت میں مارا گیا تھا۔

جس واقعہ کی وجہ سے کہ رفیع نے بغاوت پر کمر باندھی وہ مثل ایک قصہ کے ہے اور اس سے اُسوقت کے مسلمانوں کی طرز معاشرت کا احوال معلوم ہوتا ہے۔

رفیع بہت حسین اور بڑا شجاع شہسوار تھا خلیفہ کے ایک آزاد کردہ بردہ کی زوجہ پر وہ عاشق ہوگیا اس عورت کو اسکے خاوند نے چھوڑ رکھا تھا اور وہ بغداد میں ایک گھر علیحدہ آباد کر کے رہا کرتا تھا رفیع نے اول تو اس عورت کے خاوند کو ترغیب دی کہ تو اسکو طلاق دیدے مگر اس عورت کی ذاتی جائداد بہت تھی اسلئے اس کے خاوند نے یہ بات منظور نہ کی تو رفیع نے اس عورت کو یہ فریب سکھایا کہ تو یہ بہانہ کر کہ میں نے مذہب اسلام ترک کر دیا تبدیل مذہب کی وجہ سے اسکے خاوند نے اسکو طلاق دیدی اور طلاق سے عورت اپنے خاوند کی بی بی دوبارہ نہیں ہوسکتی تا وقتیکہ کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح نہ کرے اور وہ دوسرا شخص بھی اسکو طلاق نہ دیدے ہارون الرشید اس فریب اور مکر کا حال سنکر سخت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ رفیع کے دُرّے لگائے جائیں اور بعد ازاں

اس کو قید کردیا جائے اور اس عورت کیواسطے یہ سزا مقرر کی کہ اس کا منہ کالا کرکے اور گدھے پر سوار کرکے سمرقند کے ہر کوچہ و بازار میں اسکو تشہیر کیا جاوے اس حکم کے اول حصہ کی تعمیل ہوگئی مگر اس عورت کے رشتہ داروں نے خلیفہ سے عرض و معروض کرکے عورت کی سزا معاف کرادی اس کے تھوڑے عرصے کے بعد رفیع زندان میں سے پھر فرار ہوگیا اور علی ابن عیسیٰ کے پاس جاکر پناہ لی لیکن جب رفیع کو یہ معلوم ہوا کہ اس کی بی بی اب بھی اس سے علیحدہ رکھی گئی ہے تو اس نے بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی۔

علی ابن عیسیٰ کی شکست

چونکہ علی ابن عیسیٰ کے برخلاف تمام باشندے اول ہی سے بغاوت کرنے پر تیار بیٹھے ہوئے تھے اسلیئے رفیع کے علم بغاوت برپا کرتے ہی بڑے جوش کے ساتھ لوگ اسکے پاس جمع ہونے شروع ہوگئے علی نے اس فتنہ و فساد کے دبانے کے لئے اپنے بیٹے کو فوج دیکر روانہ کیا لیکن اسکی فوج کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا علی مقابلہ کے لیئے پھر خود میدان جنگ میں گیا لیکن وہ بھی پسپا ہوا علی کے پسپا ہوتے ہی یہ بغاوت تعجب انگیز سرعت کے ساتھ پھیل گئی بلخ کے لوگ بھی باغیوں سے مل گئے علی کیجانب سے جو حکام مقرر تھے بلخیوں نے ان سب کو تہ تیغ کیا اور علی کا محل لوٹ لیا۔

چاروں جانب سے شکست پر شکست پاکر علی مرو کو بھاگ گیا اور تمام احوال کی ایک عرضی لکھکر خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں ارسال کی اس طرف باغیوں نے شروع ہی سے اپنی تابعداری اور خلیفہ کی اطاعت کا اظہار کر رکھا تھا اور صرف یہ کہتے تھے کہ ہماری شکایت کا مدعا تو صرف یہ ہے کہ علی خراسان کا گورنر جنرل نہ رہے۔

ہارون الرشید نے اس ناخوشی اور بددلی کے سبب (علی) کو گورنری خراسان سے موقوف کرنا چاہا مگر ایسے گورنر جنرل کی معزولی جسکے اختیار میں ہنوز خزانہ۔ زرنقد اور فوج تھی بڑی ہی احتیاط سے عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

ہارون الرشید نے اس مشکل کام کی انجام دہی کے لئے ایک شخص ہرثمہ کو منتخب کیا جو اس کا نہایت معتمد جنرل فوج تھا ہرثمہ خود بھی ایرانی تھا اور اسلیئے یہ جن لوگوں پر حکومت کرنیکے لئے منتخب کیا گیا ان کی عادات و اطوار سے خوب واقف تھا۔

ہرثمہ کا گورنر خراسان مقرر ہونا

اس مشہور افسر (ہرثمہ) کو بلا کر خلیفہ ہارون الرشید نے اس سے یہ فرمایا کہ میں تمکو ایک مہم پر بھیجتا ہوں مگر یہ راز مناسب وقت تک پوشیدہ رکھنا تمہارا قمیص بھی اگر اس راز سے واقف ہو جاوے تو تم اس کو بھی جلا ڈالنا وہ یہ ہے کہ میں تمکو گورنر خراسان مقرر کرتا ہوں لیکن اگر علی بن عیسیٰ کو یہ بات معلوم ہو جائے گی تو وہ فوج سے مقابلہ کر کے تمکو روکے گا تم اپنی فوج میں یہ مشہور کردو کہ تم علی کی مدد کو جاتے ہو لیکن جب تم مرو میں پہنچ جاؤ تو تم علی کو گرفتار کر لینا اور جو کچھ مال و اسباب علی نے وہاں کے باشندوں کا بہ جبر و اخذ ناواجب لیا ہے وہ تم ان سب کو واپس دلا دینا خلیفہ نے پھر اپنا حکم باضابطہ ہرثمہ کو گورنر خراسان مقرر کرنے کا تحریر کر دیا اور ہرثمہ کو تین پروانے دیے کہ اپنے ہمراہ لیتا جاوے ایک پروانہ فوج کے نام تھا کہ وہ قیام انتظام میں اپنے نئے گورنر (ہرثمہ) کو مدد دیویں دوسرا پروانہ باشندگان خراسان کے نام تھا اس میں اقرار تحریر تھا کہ جو کچھ تمہاری شکایتیں ہیں وہ دور کر دیجائیں گی اور نیز اس میں انکو یہ نصیحت اور ہدایت لکھی ہوئی تھی کہ وہ ہر حال میں امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کے منقاد مطیع اور فرماں بردار ہیں کہ اسی میں اُن کی بہتری متصور ہے تیسرا پروانہ علی بن عیسیٰ کے نام تھا خلیفہ نے یہ پروانہ اظہار خفگی میں ناراضگی سے نہایت سخت و سست الفاظ میں تحریر کرایا تھا اور علی ابن عیسیٰ کو بہت سی لعنت و ملامت لکھ رکھی تھی کہ تو نے ایسے ایسے جبر و ظلم کئے کہ اُن کی وجہ سے لوگوں اور رعایا کے دلوں میں سے تو نے اپنے بادشاہ کی محبت کو محو کرا دیا۔

ہرثمہ بیس ہزار فوج لیکر مرو کو روانہ ہوا اور چونکہ علی کو یہ خیال تھا کہ وہ میری مدد کے لئے آیا ہے اس لئے اُس نے شہر پناہ کے دروازے تک آکر ہرثمہ کا بڑے اعزاز سے استقبال کیا ہرثمہ علی کے ہمراہ محل تک آیا اور جب وہ دونوں کھانا کھا چکے تب ہرثمہ نے علی کو خلیفہ کا پروانہ دکھایا اس معزول گورنر نے پروانہ دیکھتے ہی فوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی ہرثمہ نے اسکو گرفتار کر کے اس کے پیروں میں بھاری بیڑیاں ڈالدیں مرو کی جامع مسجد میں بیٹھکر ہرثمہ ہر روز انصاف کیا کرتا تھا جن لوگوں سے علی نے ناواجب طور سے زر نقد لے لیا تھا اور انہوں نے ہرثمہ کے حضور میں اس پر دعوے کئے تھے اُن کی جواب دہی کے لئے علی کو اسی حالت میں روزمرہ جامع مسجد میں آنا پڑتا تھا۔

علی بن عیسیٰ کی گرفتاری

ہرثمہ نے علی کو ایک بے کاٹھی کے اونٹ پر سوار کرا کر خلیفہ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے رقہ کو روانہ کیا اور علی کے تمام رشتہ دار اور دوستوں کو گرفتار کر لیا۔ علی کی جائداد جس میں تین ملین پونڈ طلا (ساڑھے پانچ کروڑ روپیہ) اور اس قدر خزانہ تھا کہ پانسو اونٹوں پر لد سکے ضبط کر لئے یہ زر نقد درحقیقت خلیفہ کے خزانے میں داخل کیا گیا اور ان بدقسمت خراسانیوں کو نہیں ملا جنسے علی نے یہ رقم کثیر لوٹی تھی مرد کے ان باشندوں کو جنسے علی نے ناواجبی طور پر روپیہ لیا تھا اور جنہوں نے عدالت میں باضابطہ درخواست اسکے واپس لینے کے لئے کی تھی اسکا معاوضہ دلایا گیا۔

اس اثنا میں رفیع کی بغاوت بڑہتی جاتی تھی جیحوں کے پار کا تمام علاقہ (ترکستان) اسکی بغاوت میں شریک ہوگیا ہرثمہ کی فوج نے جیحوں کے عبور کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تک اور کمک نہ آجائے گی ہم جیحوں کو عبور نہیں کریں گے جب یہ خبر خلیفہ کو پہنچی تو ہارون رشید نے بذات خود میدان جنگ جانے کا ارادہ کیا۔

ہارون الرشید کا بذات خود میدان جنگ میں جانا۔

سنہ ۱۹۲ ہجری میں ہارون الرشید خراسان جانے کے لئے رقہ سے بغداد کو روانہ ہوا اس نے اپنے بیٹے القاسم کو رقہ کی حکومت اور حفاظت سپرد کی ماہ شعبان کی ۵ تاریخ کو ہارون الرشید بغداد سے نہروان روانہ ہوا اور اپنے دوسرے بیٹے المامون کو دار الخلافہ سابق یعنی بغداد کا گورنر مقرر فرمایا خلیفہ کی روانگی کے وقت الفضل[1] ابن سہل نے جو ایرانی النسل تھا ماموں اپنے آقا سے عرض کیا کہ خدا جانے خلیفہ ہارون الرشید کو کیا اتفاق پیش آئے اس حال آیندہ سے کوئی بھی واقف نہیں از روئے تقسیم صوبہ خراسان تو آپ ہی کے حصہ میں آیا ہے اور آپ کے بھائی الامین نے

[1] فضل بن سہل نسباً و مذہباً مجوسی تہا ماموں کے ہاتھ پر سنہ ۱۹۰ ہجری میں اسلام لایا جعفر برمکی نے اسکو ہارون الرشید بخدمت معین شہزادہ ماموں کی مصاحبت کیلئے پیش کیا۔ اس کے ہارون الرشید کے دربار میں حاضر ہونے اور رعب کیوجہ سے سلام نہ کرنے کی حکایت مشہور ہے یہ شاہزادگی کے زمانہ میں ماموں کا ندیم رہا ماموں پر نہایت محیط ہوگیا تھا سوائے خود پرستی کے اس میں سب خوبیاں موجود تھیں ماموں کی خلافت میں وزیر اعظم مقرر ہوا تیس لاکھ درہم ماہوار کی اسکی تنخواہ تھی اس کے بعد کسی وزیر اعظم کی اتنی بڑی تنخواہ مقرر نہیں ہوئی اس کا لقب ذوالریاستین تھا سنہ ۲۰۳ھ میں ماموں کے ایما سے ایک حمام میں قتل کیا گیا اسکے بعد اس کا بھائی حسن بن سہل وزیر اعظم ہوا جسکی بیٹی بوران سے ماموں نے شادی کی ۱۲ مصلح۔

آپ پر یہ فوقیت پا ہی لی ہے کہ وہ آپ سے پہلے تخت نشین ہووے آپ امین سے کچھ بھلائی کی امید نہ رکھیں وہ آپ کو ہر طور سے حقوق تخت نشینی سے محروم کریگا کیونکہ وہ زبیدہ خاتون کا بیٹا ہے اور اس کے تمام رشتہ دار بنی ہاشم ہیں۔ اس لئے یہ بات بہتر ہے کہ آپ جس طرح سے ہو سکے خلیفہ کو رضامند کر کے اس کے ہمراہی چلیئے۔ یہ نصیحت المامون نے قبول کر لی اور کچھ پس وپیش کے بعد خلیفہ نے ماموں کی یہ درخواست منظور کر لی۔

فضل بن سہل

یہ فضل بن سہل ایرانی النسل اور خاندان برامکہ کا آوردہ تھا اصلاً تو وہ مذہب کا مجوسی تھا لیکن تھوڑے عرصے سے وہ اسلام لے آیا تھا ہارون الرشید نے اسکو المامون کا اتالیق مقرر کر دیا اس نوجوان شہزادہ (ماموں) پر اُس کا پورا پورا قابو ہو گیا۔

ہارون الرشید کے دونوں بیٹوں امین اور ماموں کی وجہ سے وہی جنگ وجدل دونوں برادروں میں ہونے والا تھا کہ جس نے ابتدائے زمانہ ہی سے سلطنت اسلام کو ہلا رکھا تھا ماموں کی ماں ایک ایرانی عورت تھی اور امین ہارون الرشید کی عزیز بیوی زبیدہ کے بطن سے تھا زبیدہ ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی تھی اس وجہ سے امین خالص عربی نسل تھا۔

خلیفہ کو ولیعہد کرنیمیں سخت دقت پڑی

ہارون الرشید کو بھی مثل اپنے پیشتر و خلفاؤں کے اپنا ولیعہد یا جانشین مقرر کرنے میں بڑی دقت ہوئی اس مشکل کے رفع کرنے کے لیے ہارون الرشید نے جو کچھ کوششیں کیں اُن کا الٹا نتیجہ ہوا اور آخر کار سلطنت کئی حصوں پر منقسم ہو گئی بلکہ اخیر میں اسی وجہ سے سلطنت کو زوال ہوا۔

امین اور ماموں

ہارون الرشید کے دو بڑے بیٹے تھے ایک کا نام محمدؐ (الامین) اور دوسرے کا نام عبداللہ (المامون) تھا امین صرف خالص عربی نسل ہی نہ تھا بلکہ محمد صاحب صلعم پیغمبر خدا کے خاندان میں یعنے بنی ہاشم تھا اسی وجہ سے عربوں کا گروہ فطرتاً امین ہی کا ولیعہد ہونا پسند کرتا تھا امین میں عربوں کی مانند تمام خوبیاں تھیں وہ بڑا حسین اور خوبصورت شجاع اور بہادر تھا لیکن اس میں لیاقت انتظامی بالکل نہ تھی عیش وعشرت میں پڑا رہتا تھا برعکس اسکے عبداللہ المامون ایک ایرانی عورت کے بطن سے تھا اسلیئے ایرانی گروہ کی فطرتاً سب سے زیادہ خواہش یہ تھی کہ المامون ہی ولیعہد مقرر ہو جائے علاوہ ازیں ماموں میں عقل وتمیز بہت تھی اور وہ اولوالعزم بھی تھا۔

ہارون الرشید اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ میرے مرنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں

لڑائی ہوکے رہیگی گو یہ دونوں از خود لڑائی نہ کرینگے مگر لوگ ان کو آپسمیں ضرور لڑوا دیں گے
چونکہ عربوں کے گروہ کو بعد زوال خاندان برامکہ جو عروج حاصل ہوگیا ہے اسلیئے وہ خلقی طور سے
اپنے فریق کو اور زیادہ طاقتور اور اپنے تیئں مقتدر بنانے کے لئے ایسے شہزادہ کا تخت پر بیٹھنا چاہیں
گے جو مانند انکے خالص عربی النسل ہو برخلاف اسکے ایرانی گروہ اپنی زائل شدہ قوت پھر حاصل کرنے
کے لئے اور مقتدر بننے کے لئے یہ خواہش کریں گے کہ ایسا خلیفہ مقرر ہوئے جو ایرانیوں کا بالکل
طرفدار ہو یہ بات اب صاف طور سے معلوم ہونے لگی کہ عرب اور ایرانیوں میں جو دشمنی ہمیشہ
سے چلی آرہی ہے وہ ان دونوں شہزادوں کے نام سے بدیر یا جلد جنگ وجدل کی صورت میں
ظاہر ہونے والی ہے

ہارون الرشید کا سلطنت کو بیٹوں پر منقسم کرنا

اس خوفناک خطرہ کے دفعیہ کے لئے ہارون الرشید نے یہ تدبیر کی کہ اپنی سلطنت کو
دو حصوں میں منقسم کردیا جسکی رو سے مامون کے حصہ میں مشرقی صوبجات جہاں ایرانی عنصر کا زیادہ
زور تھا آئے اور یہ بات بھی قرارداد ہوگئی کہ مامون اپنا دارالسلطنت مرو کو مقرر کرے امین کے
حصہ میں عرب اور عراق شام ومصر اور شمالی افریقہ کے ملک آئے جہاں کہ عربوں ہی کا اقتدار تھا
ماسوا اس کے امین کے حصہ میں بغداد کی سلطنت اور مقدس شہروں (حرمین شریفین) کی تولیت
بھی آئی اور ہارون الرشید کے وفات پانے کے بعد امین کا مذہب اسلام کا دینی پیشوا از خلیفہ
مقرر ہونا بھی قرار دیا گیا۔

یہ بھی معاہدہ ہوگیا کہ اگر دونوں بھائیوں میں سے کوئی مرجاوے تو اس کے بعد جو زندہ رہے
اُسی کو تمام سلطنت کی حکومت اور خلافت بطریق حق بازگشت کے ملے گی اگرچہ اس معاہدہ
اور قرارداد کی یہ تمام کارروائی پیشبندی اور مآل اندیشی سے خالی نہ تھی تو بھی آخری شرط اس
معاہدہ کی جس قدر خوفناک تھی اس کا بیان فضول ہے ہارون الرشید نے جب اس طرح تقسیم
کا ارادہ کرلیا توجہ کرنے کے لئے مکہ شریف گیا اور دونوں بیٹوں کو اپنے ہمراہ لیگیا تاکہ تقسیم کا جو انتظام
کہ اس نے کیا ہے اُسپر پابند رہنے کا دونوں برادروں سے اُس مقدس جگہ میں حلف لے چنانچہ
خاص کعبہ کے اندر ان دونوں نے قسم کھائی اور معاہدہ کیا کہ ہمارے والد مکرم نے جو کچھ انتظام ہمارے
لئے مقرر فرمایا ہے اُسپر ہم پابند رہیں گے اور مذہبی طور سے بھی ہمیشہ ایک دوسرے کے حقوق

کے لئے پابند رہیں گے جس وثیقہ پر یہ شرائط تحریر تھیں اُس پر سلطنت کے بڑے بڑے ارکان اور اعلیٰ افسروں اور خاندان شاہی کے دستخط بطور شاہدوں کے ثبت کرائے گئے پھر یہ وثیقہ کعبہ شریف کے دروازہ پر آویزاں کیا گیا جو شخص کہ در کعبہ پر یہ کاغذ آویزاں کرنے گیا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر یہ وثیقہ زمین پر گر پڑا تمام حاضرین نے اسکو بدفالی خیال کیا گو در حقیقت اس کے نتائج کی پیش بینی کے لئے کسی فال وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔

کسائی نحوی

یہ مسئلہ جانشینی ہارون الرشید کو بہت پریشان اور بے چین رکھا کرتا تھا ذیل کی حکایت سے اس بات کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

الکسائی (کسائی نحوی) جو اُس زمانہ کا ایک بہت بڑا مشہور عالم وفاضل تھا ذکر کرتا ہے کہ میں ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں حاضر ہوا بعد معمولی سلام وآداب کے میں اپنے گھر جانا ہی تھا کہ ہارون الرشید نے مجکو حکم دیا کہ ذرا بیٹھے رہو پھر جب تمام درباری رخصت ہوگئے صرف میں اور خلیفہ کے دو چار عزیز اور ندیم رہ گئے تو خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ اے علی کیا تم محمد وعبداللہ (امین ومامون) سے ملاقات کرنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھے تو انکے دیکھنے کا بہت شوق ہے اور مجھے یہ دیکھکر بڑی خوشی حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے امیر المومنین کے گھر میں ان کو پیدا کیا یہ سنکر ہارون الرشید نے دونوں بیٹوں کو بلوایا تھوڑی دیر میں وہ مثل دو چمکتے ہوئے ستاروں کے سامنے آئے نہایت ادب اور رعب وداب سے وہ دونوں نیچی نظریں کئے ہوئے کمرہ کے وسط میں آ گئے ہارون رشید نے امین کو اپنے دست راست اور مامون کو اپنے دست چپ کیجانب بیٹھنے کا حکم دیا اور مجھ سے فرمایا کہ قرآن شریف اور دیگر علوم میں اُن کا امتحان لو اُن دونوں نے میرے تمام سوالات کا ایسے جلدی جلدی تہذیب کیساتھ جواب دیا کہ ہارون الرشید کی طبیعت نہایت خوش اور محظوظ ہوئی پھر خلیفہ نے ان دونوں کو سینہ سے لگا کے خوب پیار کرکے رخصت کر دیا جب وہ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید کے رخساروں پر آنسو بہ رہے ہیں میرے دریافت کرنے پر خلیفہ نے فرمایا کہ مجھے اس خیال نے رولا دیا کہ ان دونوں بھائیوں میں آیندہ بڑے بڑے جھگڑے اور لڑائیاں ہونگی خلیفہ کو اس وقت بھی ان کا آیندہ حال معلوم تھا اگر وہ غرباے ابتداہی سے ہارون الرشید پر یہ زور ڈال رکھا تھا کہ وہ امین ہی کو اپنا

جانشین مقرر فرمائے۔

عمانی شاعر

ایک شاعر العمانی نے اس مضمون پر خلیفہ کے حضور میں ایک ایسی موثر تقریر کی کہ ہارون الرشید نے اس سے فرمایا کہ اے عمانی خوش ہو کہ تیری خواہش کے مطابق میرا جانشین امین ہی ہوگا اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں اب ایسا خوش ہوا ہوں کہ جیسے بارش سے سبزی اور فرزند کے ہونے سے زن عقیمہ۔ اور بیمار از سر نو صحت پانے سے خوش ہوتا ہے امین ایک بے نظیر اور لاثانی شہزادہ ہے اور وہ اپنی بقائے شہرت اور عزت کے لئے سرگرم رہے گا اور اپنے عملوں سے اپنا نام روشن کرے گا ہارون الرشید نے پھر اس سے پوچھا کہ تمہارا خیال اس کے بھائی مامون کی نسبت کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ وہ مثل اچھی گھاس کے ہے لیکن سعدان[1] کی مانند نہیں ہے[2] ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس ریگستانی عرب کو ضائع کرے کہ یہ مجھے کس طرح بیخ دیتا ہے اگر مجھ سے پوچھا جاوے تو خدا کی قسم میں مامون کے اندر خلیفہ منصور کا عزم خلیفہ مہدی کا رحم اور خلیفہ ہادی کی شان و شوکت پاتا ہوں اگر میں اسکو چوتھے[3] خلیفہ سے بھی تشبیہ دوں تو مامون اس بات کا بھی مستحق ہے۔

اصمعی کی روایت

الاصمعی[4] بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کو ایک غیر معمولی حالت اضطراب میں پایا گاہ بیٹھ جاتا اور کبھی پلنگ پر لیٹ جاتا تھا میں جب خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ آبدیدہ تھا اور آہستہ آہستہ اشعار پڑھ رہا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ تمام اقوام پر اسی شخص کو حکومت کرنے دو جو مستقل مزاج اور خالص دل رکھتا ہو اور متلون المزاج بے وقوف شخص کو بادشاہ نہ کرو چونکہ اس کے خیالات اور اقوال پر کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔

---

[1] سعدان ایک کانٹوں دار پودا ہوتا ہے مویشی کیلئے نہایت مفید پودا ہے اسکے کھانے سے مویشی موٹے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں یہ تمام فقرہ عرب میں ضرب المثل ہے ۱۲ [3] ان ناموں کی ترتیب سے ہارون الرشید چوتھا خلیفہ ہوتا ہے اس نے اپنے سے تشبیہ دینے کے لئے اشارہ کیا ہے جس طرح کہ دیگر عربی تاریخوں میں موجود ہے ۱۲ مصباح۔

[4] اصمعی ایک بڑا عالم بصرہ کا رہنے والا تھا عربی علم لغت قریباً ایک خمس اسی کی روایت سے مدون ہوا ہے بڑا شاعر تھا اور قسم قسم کے اشعار کہتا تھا ایک بحر صرف رجز کے بارہ ہزار شعر یاد تھے صاحب تصنیف بھی ہے ذہین بہت تھا سنہ ۱۲۳ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۲۱۶ھ میں مر گیا ۱۲ مصباح۔

یہ اشعار سنکر میں نے خیال کیا کہ خلیفہ آج کسی ضروری تجویز کے سوچنے میں مشغول ہی تھوڑی دیر میں خلیفہ نے مسرور کو بلاکر حکم دیا کہ یحیی کو بلالا چنانچہ اس امر سے میرے خیال کی تصدیق ہوگئی جب یہ بوڑھا وزیر اعظم آگیا تو ہارون الرشید نے اُس سے کہا کہ اے ابوالفضل[1] !حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر وصیت کئے ایسے وقت میں وفات پائی جبکہ اسلام کا گویا زمانہ طفولیت ہی تھا اور مذہب اسلام تازہ تازہ تھا آنحضرت کیوجہ سے کل عرب کی اقوام متحد اور متفق ہوگئیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذلت اور جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان عربوں پر رحمت فرماکر انکو عزت عطا فرمائی یا اس کے بعد خلافت کے جھگڑے اُٹھے جنکے وہ وہ صدمہ وہ نتیجے ہوئے کہ جن سے تم بھی خوب واقف ہو لہذا میرا یہ ارادہ ہے کہ اپنے جانشینوں کے لئے میں کچھ انتظام کرجاؤں اور خلافت اسکو سونپوں کہ جسکا چال وچلن اور عادات واطوار مجھے پسند ہوں اور جسکی ملکداری (پولیٹکل) کی لیاقتوں پر مجھے پورا پورا اطمینان ہو۔

میں عبداللہ (المامون) کو اس قابل سمجھتا ہوں لیکن بنی ہاشم یہ چاہتے ہیں کہ میں (محمد امین) کو اپنا جانشین مقرر کردوں اور اس میں عرب اپنے لئے بہتری سمجھتے ہیں گو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ امین متلون المزاج فضول خرچ ہے اور عیش وعشرت میں ڈوبا ہوا ہے عورتوں کے کہنے میں بہت ہے اب اگر میں عبداللہ کو امین پر ترجیح دیتا ہوں تو بنی ہاشم مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے اور اگر میں امین کو اپنا ولیعہد مقرر کرتا ہوں تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ سلطنت میں بڑی خرابیاں نمودار ہوجاوینگی آخرکار بعد طول طویل مشورہ کے اُن دونوں کی یہی رائے قرار پائی کہ منقسم کردیجاسے جس کا حال اس سے پہلے تحریر ہوچکا ہے۔

زبیدہ خاتون کی شکایت

زبیدہ نے بھی اپنے بیٹے کیطرفداری میں اپنے خاوند پر زور بہت ڈالا اور اس بات کی سخت شکایت کی کہ آپنے ماموں کو تو فوجی مصارف کے لئے زرِ نقد عطا فرمایا اور امین کو کچھ نہ دیا۔ ہارون الرشید نے غصہ سے جواب دیا کہ تم میرے کاموں کی چھان بین کرنے والی کون ہو تمہارے

---

[1] عموماً مسلمانوں کا نام اپنے بڑے بیٹے کے نام پر لفظ ابو (باپ) زیادہ کرنے سے مشہور ہوجاتا ہے مثلاً یحیے ابوالفضل کے نام سے (یعنی فضل کا باپ) مشہور ہے فضل اسکے بڑے بیٹے کا نام تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے قاسم کی وجہ سے ابوالقاسم مشہور تھے قاسم طفولیت ہی میں فوت ہوئے ۱۲ مصباح۔

بیٹے کے حصہ میں جو ملک آیا ہے اُس میں امن و امان ہمیشہ رہتا ہے اور عبداللہ کے حصہ میں جو صوبجات آئے ہیں وہ بڑے بغاوت انگیز ہیں وہاں ہمیشہ جنگ و جدل رہتا ہے اسلیے عبداللہ کو فوج اور روپیہ کی زیادہ ضرورت ہے مجھے اس بات کا بالکل خوف نہیں ہے کہ عبداللہ سے تمہارے بیٹے کو کسی قسم کا خطرہ ہوگا بلکہ مجکو بڑا خوف یہ ہے کہ تمہارے بیٹے سے عبداللہ کو بہت خطرہ ہوگا ۔ خلیفہ ہارون الرشید جب خراسان کی جانب روانہ ہوا تو اسکی صحت اچھی نہ تھی اسلیے دونوں شہزادوں کے طرفداروں کو یہ بات ضروری ہوگئی کہ وہ ہوشیار رہیں اور ہر بات کی خبر دیتے رہیں یہ دونوں فریق اب اپنے بادشاہ کی موت کے منتظر رہنے لگے تاکہ ان کی مقصد برآری کے لئے راہ کھلے یہ انتظار ان کو زیادہ عرصہ تک کھینچنا نہ پڑا ہارون الرشید نے خراسان کی جانب ابھی دو چار ہی منزلیں طے کی ہونگی کہ اس نے اپنے ایک ندیم سے جسکا نام الصباح الطباری تھا یہ کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میں تم لوگوں میں اب زیادہ عرصہ تک نہ رہوں گا اب میری موت قریب ہے کیونکہ جو تکلیف مجھے ہے تم اس سے واقف نہیں ہو الصباح نے ہاروں الرشید کی تسلی اور طمانیت کے لئے کوشش کی اس بات پر ہارون الرشید ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے بیٹھ گیا اور جو خدمتگار اور ملازم کہ ہم رکاب تھے انکو حکم دیا کہ یہاں سے ہٹ جاؤ اور تخلیہ کردو جب سب ہٹ گئے تو خلیفہ نے اپنے کپڑے اتارے اور صباح کو ایک ریشم کی پٹی اپنے جسم پر بندھی ہوئی دکھائی اُس پٹی سے خلیفہ نے اپنا سارا بدن کس رکھا تھا پھر صباح سے مخاطب ہوکے کہا کہ میں بہت بیمار ہوں اور میرے بدن میں سخت درد رہتا ہے لیکن میں اپنی حالت سے کسی شخص کو آگاہ نہیں کرتا ہوں چونکہ میرے تمام نوکر میرے گرداگرد میرے بیٹوں میں سے ایک نہ ایک کے جاسوس ہیں ماموں کیجانب سے مسرور میر انگراں ہے اور جبرئیل[1] بن بختیشوع امین کیجانب سے جاسوس ہے ۔ اس جگہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو میرے سانس

خلیفہ کی صحت بروقت روانگی جانب خراسان

الصباح الطباری سے خلیفہ کا تخلیہ

جبرئیل بن بختیشوع طبیب

[1] جبرئیل بن بختیشوع بن جارجس یونانی ۔ دربار ہارون الرشید کا مشہور فاضل طبیب تہا اسکے علاج بڑے بڑے معرکہ کے مشہور ہیں ۱۷۵ھ ہجری میں جب جعفر برمکی بیمار ہوا تو خلیفہ نے اسی طبیب کو علاج کیلئے مقرر کیا تھا دربار رشید میں اسکا رتبہ وزارت سے کم نہ تھا جب امین تخت نشین ہوا تو وہ اسکی بڑی عزت کرتا تھا اور بغیر اجازت اسکے پانی تک نہ پیتا تھا تیرہ برس ہاروں الرشید کی اس نے خدمت کی عہد ماموں میں بمقام مدائن ۲۱۳ھ میں فوت ہوا اور (بقیہ صفحہ آیندہ)

نہ گنتا ہو اور اُسوقت کا کہ جب میری زندگی ختم ہو شمار نہ کرتا ہو اس بات کی تصدیق کے لئے دیکھو میں ایک گھوڑا لانے کے لئے حکم کرتا ہوں اور اب تم دیکھہ لینا کہ ایک نہایت تھکا ماندہ اور اڑیل گھوڑا حاضر کردینگے تاکہ مجھے اور زیادہ سخت تکلیف ہو لیکن اس بات کا تم کسی سے ذکر نہ کرنا صباح نے یہ سنکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ احکم الحاکمین خلیفہ کی عمر دراز کرے۔ پھر جب خلیفہ نے گھوڑا منگایا تو در حقیقت وہ گھوڑا ایسا ہی نکلا جیسے کہ خلیفہ نے اول ہی پیشین گوئی کردی تھی خلیفہ نے صباح کیجانب ایک نظر اٹھاکر دیکھا گویا اشارہ تھا کہ میں جیسا کہتا تھا وہی بات ہے یا نہیں؟ اور پھر کسی سے ایک لفظ بولے بغیر سوار ہوگیا۔

عبرت

اس حکایت سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس عظیم القدر شہنشاہ ہارون الرشید اعظم کی سلطنت کا آخری زمانہ کس قدر رنج اور مصیبت میں گذرا خود بینی اور حد اعتدال سے متجاوز فخر و تکبر سے اسنے اپنے سب عمدہ دوستوں کو مستاصل اور اپنے رشتہ داروں کے دلوں سے اپنی محبت زائل کردی اور اپنی رعایا کے دلوں میں بجائے الفت اور محبت کے خوف اور ہیبت دل نشین کردی وہ جانتا تھا کہ میرے بیٹے میری موت کا بڑی آرزو کے ساتھ انتظار کررہے ہیں اور اُن کیلئے جو ورثہ چھوڑ جاؤں گا اُس پر وہ مثل دو کتوں کے لڑنے جھگڑنیکے لئے تیار بیٹھے ہوئے ہیں جائے عبرت ہے کہ ایسا طاقتور اور عظیم الشان خلیفہ کہ جسکے سر کے ایک اشارے سے ایک سلطنت کی سلطنت متزلزل اور ویران ہوسکتی تھی اپنے خاص طبیب سے اپنی اس تکلیف و بیماری کا حال کہ جس میں وہ مبتلا تھا ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرتا نہ اپنے ملازموں کو ایک اور عمدہ گھوڑے کے حاضر کرنے کے لئے حکم دیتا ہے۔

اس مہم کے دوران میں ہارون الرشید اپنے وزرا پر ہمیشہ ناراضگی ظاہر کرتا رہا اور باوجودیکہ خود ہی اس امر کا بانی تھا مگر خاندان برامکہ کی برموقع کارروائیاں اور عمدہ مشوروں کو یاد کرکے وہ ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ میں نے اُن کی قدر نہ کی۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۳) دیر یاسر جسمیں دفن ہوا علاوہ طب کے دیگر فن میں بھی اسکی تصنیفات ہیں ہارون کی بے تعصبی کی اس حکیم کی نظیر سے اور کیا دلیل ہوسکتی ہے باوجودیکہ ایسا عظیم القدر شہنشاہ تہا تکلف و تعصب مزاج میں برائے نام بھی نہ تھا جبرائیل و بختیشوع وغیرہ عیسائی اطبا کا جو اعزاز دربار میں تہا آج اسکی نظیر سے یورپ اور ایشیا خالی ہے جو عزت عیسائیوں کو دربار میں تھی ویسا ہی مرتبہ یہودی پارسی ہندو علما اور حکما کا بھی تھا ۱۲ مصباح احمد۔

خلیفہ نے کرمان شاہ میں فوج سے گفتگو کی

حلوان کی پہاڑیوں کو عبور کرکے ہارون الرشید نے شہر کرمان شاہ میں قیام کیا اور اپنی فوج سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ مشرق اور مغرب دونوں اطراف میں ہمیشہ فوجی کارروائی کی ضرورت رہی مغرب میں تو اب امن و امان ہے اور اب میں مشرق میں بھی بغاوتیں وغیرہ فرو کر کے امن و امان قایم کرنا چاہتا ہوں گو کہ یحیٰے اور اسکے بیٹے اب مجھے اپنے مشوروں سے مدد دینے کے لیے موجود نہیں ہیں،،

فضل بن ربیع وزیر اعظم۔

اس مہم میں نیا وزیر اعظم فضل بن ربیع بھی خلیفہ کے ہمرکاب تھا اس فضل کا باپ بھی خلیفہ المہدی والد ہارون الرشید کے عہد میں وزیر تھا اور خلیفہ الہادی کے مختصر حکومت میں یہ فضل خود بھی وزیر رہ چکا تھا مگر ہارون الرشید نے تخت پر جلوس فرماتے ہی اسکو موقوف کر کے یحیٰی برمکی کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر لیا بعد ازاں یحیٰے اور اسکے بیٹوں نے فضل سے اچھا سلوک نہیں کیا بلکہ اس سے بہ تکبر پیش آتے تھے اسلئے فضل کو برامکہ سے کچھ اُنس نہ تھا برامکہ کے زوال و استیصال کے بعد یہ فضل وزیر اعظم مقرر رہا اور عربوں کا سرگروہ تسلیم کیا گیا۔

خلیفہ کا طوس میں پہنچنا

طوس کے نواح میں پہنچکر ہارون الرشید نے اپنی ناطاقتی اور کمزوری کے چھپانے کی کوشش کی مگر اب وہ ایسا صاحب فراش ہو گیا کہ خدام و ملازم اسکو پکڑ کر اٹھاتے بٹھاتے تھے اسکی بیماری کی اس حالت سے تمام فوج میں بڑی گھبراہٹ پڑ گئی جب اسکو یہ بات معلوم ہوئی تو ہارون الرشید نے گھوڑے پر سوار ہونے کی بڑی کوشش کی تاکہ فوج اسکو بچشم خود دیکھکر تسلی اور قرار پکڑے خلیفہ نے اول تو ایک بڑے عربی اسپ پر اور پھر ایک یابو پر اور بعد سب کے ایک خچر پر چڑھنے کی بار بار کوشش کی مگر وہ چڑھ نہ سکا اس لئے اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ مجھکو واپس لیچلو واللہ لوگ سچے ہیں۔

ہارون الرشید کو طہم غیبی کا طوس میں دفن ہونے کی اطلاع دینا

جبرئیل بن بختیشوع معالج شاہی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن شہر رقہ میں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور میں نے دیکھا کہ خلیفہ بالکل چپ چاپ لیٹا ہوا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے نہ کچھ حرکت کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین کیسی طبیعت ہے؟ ہارون الرشید نے فرمایا کہ آج رات مجھے ایک الہام ہوا ہے جسکی وجہ سے میری روح پر صدمہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آج شب ایک ہاتھ اور ایک بازو جسکو میں پہچانتا ہوں مگر میں اس کے مالک کا نام بھول گیا ہوں

میرے بستر کے نیچے سے برآمد ہوا اور مجھے کچھ سرخ مٹی دکھائی پھر اسی وقت ہاتف غیب نے یہ آواز دی کہ یہ اس زمین کی مٹی ہے جہاں تم دفن کئے جاؤ گے میں نے دریافت کیا کہ اس ملک کا نام کیا ہے پھر ہاتف غیب نے یہ جواب دیا کہ اس ملک کا نام طوس ہے جبرئیل کہتا ہے کہ یہ سنکر میں نے ہارون الرشید کی تشفی و تسکین کی اور کہا کہ امیرالمومنین معدہ کی برائی کی وجہ سے یا سلطنت کے اس حصہ میں جو بغاوت ہو رہی ہے اس کا خیال خواب میں بندھ گیا ہوگا اس وجہ سے آپ نے یہ خواب پریشان دیکھا ہے آپ کچھ فکر ہرگز نہ کریں خدانخواستہ یہ بات سچ کیوں ہونے لگی اب آپ آرام فرمائیں اور دلکو اور باتوں سے بہلائیں میری اس طرح کی گفتگو سے خلیفہ کی خیالات پریشان بہت جلد تبدیل ہو گئے لیکن طوس کی لال مٹی ہی میں خلیفہ کا دفن ہونا مقدر ہو چکا تھا رفیع ابن لیث کی بغاوت فرو کرنیکے دوران میں ہارون الرشید نے طوس کے قریب ایک گاؤں میں قیام کیا یکایک بڑے جوش کیساتھ اسکے پیر کانپنے لگے اور خلیفہ سے کھڑا نہ رہا جاسکا غلام اور خدام اور اسکے حرم کی مستورات اسکے گرداگرد جمع ہو گئیں اس وقت خلیفہ نے جبرئیل بن بختیشوع سے کہا کہ طوس کی بابت رقہ میں جو مجھے الہام ہوا تھا اور میں نے تم سے اسکی بابت ذکر کیا تھا وہ بات تمہیں یاد ہے کہ نہیں؟ پھر خلیفہ نے سر اٹھا کر مسرور کی جانب دیکھکر اسکو حکم دیا کہ اس باغ کی مٹی جہاں ہم مقیم ہوں ذرا سی اٹھا لا مسرور فوراً اس باغ کی مٹی اپنی کھلی ہتیلی پر لیکر حاضر ہوا اور ہارون رشید کو دکھلائی خلیفہ نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہی سرخ مٹی ہے اور یہ وہی ہاتھ اور بازو ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا خلیفہ سے پھر ضبط نہ ہوسکا مثل بچوں کے رونے اور سسکیاں لینے لگا

بشیر بن لیث کی گرفتاری

ہارون الرشید کی اس قابل رحم حالت کے وقت بشیر برادر رفیع سرغنہ باغیاں قید ہوکر کیمپ شاہی میں لایا گیا ہارون الرشید نے اپنے حضور میں بلانیکا حکم دیا فرمایا کہ اگر میری زندگی میں صرف اتنا ہی وقفہ ہوتا کہ میں اپنے ہونٹ بھی ہلا سکتا تو اس وقت بھی میں یہ کہتا کہ اسکو مار ڈالو پھر ایک قصاب کو بلا کر خلیفہ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اس زندہ قیدی کا ایک ایک عضو کٹوا کر ٹکڑے ٹکڑے کرادیا جب اس خوفناک سزا کی تعمیل ہو چکی تو خلیفہ کو غش آگیا ہارون الرشید اعظم کا بطور شاہنشاہ کے یہی آخری کام تھا۔

پھر جب خلیفہ کو ہوش آیا تو اسکو معلوم ہو گیا کہ اب میرا وقت قریب آگیا بقول مسکہ

آن پہنچی سر گرداب فنا کشتی عمر ہر نفس باد مخالف کا ہی جھونکا ہم کو

ہارون رشید کا موت کیلئے تیار رہنا

ہارون الرشید نے اپنے خادموں اور غلاموں کو حکم دیا کہ میں جس مکان میں بیٹھا ہوا ہوں یہیں میرے لئے ایک قبر کھود و بعد اس کے بہت سے حافظوں کو بلوایا جنہوں نے دو دو تین تین پارے پڑھ کے تمام قرآن شریف اسکو سنایا خلیفہ اس اثنار میں اپنی قبر کے کنارے ایک پلنگ پر لیٹا رہا انتقال سے پیشتر خلیفہ کو ایک اور غش آیا اور جب ہوش آیا تو اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے وزیر کی طرف دیکھکر تین شعر پڑھے جنکا مطلب یہ تھا کہ اے فضل کیا وہ وقت قریب آپہنچا جس کا مجکو خوف تھا دیکھو حاضرین کی آنکھیں میری جانب نگراں ہیں جو لوگ گذشتہ زمانہ میں ہم پر حسد کرتے تھے وہ اب ہم کو بنظر ترحم دیکھ رہے ہیں ہم سب کو صبر کرنا چاہئے جو قسمت میں ہے وہ ہو کر رہیگا میں اب ان دوستوں کے لئے روتا ہوں جنسے میں محبت کیا کرتا تھا درحقیقت میرا یہ سب عیش و عشرت فانی تھا جو اب پھر نہیں آئیگا اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں خلیفہ نے ایک موٹا کمبل لانیکے لئے حکم دیا کمبل کو اوڑھ کر خلیفہ اپنے ایک ملازم سہل ابن سعد کی کمر پر تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اس کے بعد فوراً خلیفہ کو بیماری کا دورا شروع ہوا سہل خلیفہ کے سنبھالنے کے لئے کودا خلیفہ نے اسکو حکم دیا کہ نہیں

سہل بن سعد سے خلیفہ کی گفتگو

کچھ نہیں تو پھر اُسی طرح آکر بیٹھجا۔ سہل نے جواب دیا کہ امیر المومنین میں غمیں حاضر ہوں گو میں آرام سے بیٹھا ہوا ہوں لیکن امیر المومنین کی تکلیف دیکھکر مجھ کو سخت رنج ہے یہ سنکر ہارون الرشید نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ اے سہل! یاد رکھ ایک شاعر نے جو ذیل کے مضمون کا شعر کہا ہے اُس کا مصداق میں اسوقت ہو رہا ہوں اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک بہادر قوم کی نسل سے ہوں اس وجہ سے میں اس وقت سخت ترین تکلیف کو بڑے استقلال اور رضا سے برداشت کر رہا ہوں"

ہارون رشید کی وفات

ہارون الرشید کی یہ آخری کوشش تھی اور اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد وزیر اعظم فضل اور مسرور اور ایک یا دو دیگر درباریوں کے سامنے خلیفہ ہارون رشید نے اپنا آخری سانس لیا اور وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون •

ہارون الرشید کی وصیت

ہارون رشید نے اپنے وزیر کو آخری ہدایت اور احکام دیئے تھے کہ میرے مرنیکے بعد تمام فوج اور خزانہ جو میرے ساتھ ہے وہ مامون کو دیدینا تاکہ وہ خراسان کی بغاوت بآسانی فرو کر سکے

اور سلطنت میں سے اُس کا جو حصہ مقرر کیا گیا ہے اُس پر امن و امان کی حالت میں قبضہ کر سکے مگر اس وزیر کو اپنے فریق کے فوائد زیادہ مدنظر تھے ہارون الرشید کو دفناتے ہی وہ امین سے ملنے کے لئے بغداد کو روانہ ہو گیا مامون نے ایک سفیر بھیجکر اس سے ٹھیرنے کے لئے کہلا بھیجا مگر اس نے مامون کے حکم کی کچھ پرواہ نہ کی اور بغداد چلا آیا۔

مامون کا غصہ فضل بن ربیع پر اور اس کے وزیر کی نصیحت

فضل ابن ربیع کی اس بغاوت پر مامون کو نہایت طیش آیا مامون کی جانب اس کا وزیر فضل ابن سہل تھا یہ ایرانیوں کا نہایت طرفدار تھا اور اپنے ہمنام یعنی امین کے وزیر فضل ابن ربیع سے اسکی بہت دشمنی تھی اس نے اپنے آقا (مامون) سے کہا کہ اب آپ کو ایک قطعی فیصلہ کرنے والی لڑائی کے لئے ضرور تیار رہنا چاہئے کیونکہ آپ کے بھائی کے وزیر نے جو آپ کو فوج اور خزانہ نہیں دیا اس سے اس کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حصہ میں بطور وراثت جو سلطنت آئی ہے اُس کے حصول سے آپ کو محروم کر دے اس نے مامون کے دل میں یہ بات بھی ذہن نشین کر دی کہ ابو مسلم کے زمانہ میں ایرانیوں کے زور بازو ہی کیوجہ سے عباسیوں کو سلطنت اور عروج حاصل ہوا تھا اور اگر آپ بھی ایرانیوں کی دلجمعی اور تسخیر قلوب کریں گے تو آپ بہت قوت پکڑ سکتے ہیں اور پھر آپ تنہا تمام سلطنت کے شہنشاہ ہو سکتے ہیں۔

مامون نے اس مشورہ کو پسند کیا اس نے خراسانی باغیوں کے ساتھ صلح کر لی اور حتی الامکان ہر ایک طور سے اپنی نئی رعایا پر احسانات اور مراعات شروع کر دیں مامون بڑا عقلمند اور ہوشیار تھا اس نے اپنے بھائی سے علانیہ تو بگاڑ نہ کیا لیکن اس بات کا منتظر رہا کہ امین ہی علی روس الاشہاد کوئی ایسی کارروائی کرے جو میری جانب منتج بہ دشمنی ہو تاکہ پھر میں جو کارروائی کروں عوام اسکو بے انصافی نہ کہیں اور خود حفاظتی کی کارروائی ہی سمجھیں۔

امین کا معاہدہ کو منسوخ کرنا

مامون کو اسباب کا بہت انتظار کرنا پڑا فضل ابن ربیع کی ترغیب سے امین نے اول تو اپنے بعد مامون کا حق خلافت منسوخ کر دیا اور اپنے صغیر السن بیٹے موسےٰ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا پھر یہ حکم دیا کہ جمعہ کی نماز کے خطبوں میں سے مامون کا نام نکالدیا جائے اور سب سے آخر میں مامون کے پاس ایک سفارت بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ اپنے صوبجات میں سے تین صوبے ہم کو دے دو مامون نے اس آخری درخواست کو منظور کرنے سے بالکل انکار کر دیا اب جنگ کا ہونا اٹل ہو گیا۔

امین نے اپنے وزیر کی ناعاقبت اندیشانہ ترغیب سے علی ابن عیسیٰ کو رہا کردیا اور اس کو ایک لشکر کا افسر مقرر کرکے گورنر خراسان مقرر کیا اور کہا کہ جب تو مامون پر فتح پائے تو خراسان پر قبضہ کرلینا۔ علی کی اس تقرری سے مامون کی طاقت اور قوت اور بھی زیادہ مضبوط ہوگئی کیونکہ ایرانی جو اس کے طرفدار تھے وہ عربوں سے اول ہی رنجیدہ رہتے تھے اور بدلہ لینا چاہتے تھے اس پر جب انہوں نے یہ سُنا کہ ہم پر وہی ظالم شخص پھر حکمران مقرر کیا جائیگا جسکے جبر اور اخذ ناجائز سے رہائی پانیکے لئے ہمنے اپنا خون اول ہی ضایع کیا تھا اس لئے وہ مامون کے اور بھی زیادہ طرفدار ہوگئے اُدھر امین نے علی کے زیر حکم ایک بہت بڑا لشکر متعین کیا اور امین کی ماں زبیدہ نے اس جنرل فوج کو نقرئی زنجیریں بنا کردیں کہ ان میں باندھکر مامون کو قید کرکے لانا جب یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی تو امین اس فوج کے ہمراہ آٹھ میل بغداد سے چلکر آیا اور پھر فوج کو جانب خراسان رخصت کردیا۔ ہمارا ارادہ اس کتاب میں اس خانہ جنگی کو مفصلاً تحریر کرنے کا نہیں ہے کہ جس کے لئے یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی ہم صرف اسی قدر بیان کردینا کافی سمجھتے ہیں کہ ایک مختصر معرکہ کے بعد مامون فتحیاب ہوگیا اور پھر اُس نے بغداد کا محاصرہ کرکے اُس کو بھی فتح کرلیا امین گرفتار ہوکر مارا گیا اور مامون خلیفہ ہوگیا۔

امین کا مامون پر فوج کشی کرنا اور قتل ہونا۔

ہارون الرشید نے اپنے پیچھے ایک بیشمار خزانہ چھوڑا بعض مورخین کے نزدیک وہ نو سو ملین دینار یا چار سو ملین پونڈ یا آٹھ ارب روپیہ سے کم نہ تھا علاوہ ازیں جائداد اور زمین اور لونڈی اور غلام علیحدہ تھے۔ حالانکہ ہاروں الرشید نہایت ہی سخی اور فیاض تھا اور کثرت سے روپیہ صرف کیا کرتا تھا اس دولت کثیر کا مقابلہ اگر ہم صرف بعض رومی (یونانی) شہنشاہوں کی جمع کی ہوئی دولت سے کرتے ہیں تو شہنشاہی خزانہ میں نسبتاً جو اس قدر زیادہ کثیر التعداد روپیہ آتا تھا اسکی بابت کئی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید کے خزانہ کی تعداد

وہ یہ ہیں کہ یہ روپیہ خزانہ میں اکثر واجبی طور یا دیانتداری سے نہیں آتا تھا اس نا رضامندی کی وجہ سے صوبجات ہی پر وہ اثر نہیں پڑتا تھا جہاں کہ کسی نہ کسی صوبہ میں ہمیشہ بغاوت رہا کرتی تھی بلکہ اعلیٰ افسران فوج اور گورنران صوبجات بھی اکثر اس بات پر مجبور کئے جاتے تھے

اور سلطنت میں سے اُس کا جو حصہ مقرر کیا گیا ہے اُس پر امن و امان کیحالت میں قبضہ کر سکے مگر اس وزیر کو اپنے فریق کے فوائد زیادہ مدنظر تھے ہارون الرشید کو دفناتے ہی وہ امین سے ملنے کے لئے بغداد کو روانہ ہو گیا مامون نے ایک سفیر بھیجکر اس سے ٹھیرنے کے لئے کہلا بھیجا مگر اس نے مامون کے حکم کی کچھ پرواہ نہ کی اور بغداد چلا آیا۔

مامون کا غصہ فضل بن ربیع پر اور اس کے وزیر کی نصیحت

فضل ابن ربیع کی اس بغاوت پر مامون کو نہایت طیش آیا مامون کی جانب اس کا وزیر فضل ابن سہل تھا یہ ایرانیوں کا نہایت طرفدار تھا اور اپنے ہمنام یعنی امین کے وزیر فضل ابن ربیع سے اسکی بہت دشمنی تھی اس نے اپنے آقا (مامون) سے کہا کہ اب آپ کو ایک قطعی فیصلہ کرنے والی لڑائی کے لئے ضرور تیار رہنا چاہئے کیونکہ آپ کے بھائی کے وزیر نے جو آپ کو فوج اور خزانہ نہیں دیا اس سے اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حصہ میں بطور وراثت جو سلطنت آئی ہے اُس کے حصول سے آپ کو محروم کر دے اُس نے مامون کے دل میں یہ بات بھی ذہن نشین کر دی کہ ابو مسلم کے زمانہ میں ایرانیوں کے زور بازو ہی کیوجہ سے عباسیوں کو سلطنت اور عروج حاصل ہوا تھا اور اگر آپ بھی ایرانیوں کی دلجمعی اور تسخیر قلوب کر لیں گے تو آپ بہت قوت پکڑ سکتے ہیں اور پھر آپ تنہا تمام سلطنت کے شہنشاہ ہو سکتے ہیں۔

مامون نے اس مشورہ کو پسند کیا اس نے خراسانی باغیوں کے ساتھ صلح کر لی اور حتی الامکان ہر ایک طور سے اپنی نئی رعایا پر احسانات اور مراعات شروع کر دیں مامون بڑا عقلمند اور ہوشیار تھا اس نے اپنے بھائی سے علانیہ تو بگاڑ نہ کیا لیکن اس بات کا منتظر رہا کہ امین ہی علی روس الاشہاد کوئی ایسی کارروائی کرے جو میری جانب منتج بہ دشمنی ہو تا کہ پھر میں جو کارروائی کروں عوام اسکو بے انصافی نہ کہیں اور خود حفاظتی کی کارروائی ہی سمجھیں۔

امین کا معاہدہ کو منسوخ کرنا۔

مامون کو اس بات کا بہت انتظار کرنا پڑا فضل ابن ربیع کی ترغیب سے امین نے اول تو اپنے بعد مامون کا حق خلافت منسوخ کر دیا اور اپنے صغیر السن بیٹے موسےٰ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا پھر یہ حکم دیا کہ جمعہ کی نماز کے خطبوں میں سے مامون کا نام نکالدیا جائے اور سب سے آخر میں مامون کے پاس ایک سفارت بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ اپنے صوبجات میں سے تین صوبے ہم کو دے دو مامون نے اس آخری درخوست کو منظور کرنے سے بالکل انکار کر دیا اب جنگ کا ہونا اٹل ہو گیا۔

امین کا مامون پر فوج کشی کرنا اور قتل ہونا۔

امین نے اپنے وزیر کی ناعاقبت اندیشانہ ترغیب سے علی ابن عیسیٰ کو رہا کر دیا اور اس کو ایک لشکر کا افسر مقرر کر کے گورنر خراسان مقرر کیا اور کہا کہ جب تو مامون پر فتح پائے تو خراسان پر قبضہ کر لینا۔ علی کی اس تقرری سے مامون کی طاقت اور قوت اور بھی زیادہ مضبوط ہو گئی کیونکہ ایرانی جو اس کے طرفدار تھے وہ عربوں سے اول ہی رنجیدہ رہتے تھے اور بدلہ لینا چاہتے تھے اس پر جب انہوں نے یہ سنا کہ ہم پر وہی ظالم شخص پھر حکمران مقرر کیا جائیگا جسکے جبر اور اخذ ناجائز سے رہائی پانیکے لئے ہمنے اپنا خون اول ہی ضایع کیا تھا اس لئے وہ مامون کے اور بھی زیادہ طرفدار ہو گئے اُدھر امین نے علی کے زیر حکم ایک بہت بڑا لشکر متعین کیا اور امین کی ماں زبیدہ نے اس جنرل فوج کو نقرئی زنجیریں بنا کر دیں کہ ان میں باندھکر مامون کو قید کر کے لانا جب یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی تو امین اس فوج کے ہمراہ آٹھ میل بغداد سے چلکر آیا اور پھر فوج کو جانب خراسان رخصت کر دیا۔ ہمارا ارادہ اس کتاب میں اس خانہ جنگی کو مفصلاً تحریر کرنے کا نہیں ہے کہ جس کے لئے یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی ہم صرف اسی قدر بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ایک مختصر معرکہ کے بعد مامون فتحیاب ہو گیا اور پھر اُس نے بغداد کا محاصرہ کر کے اُس کو بھی فتح کر لیا امین گرفتار ہو کر مارا گیا اور مامون خلیفہ ہو گیا۔

خلیفہ ہارون رشید کے خزانہ کی تعداد

۹۰۰

ہارون الرشید نے اپنے پیچھے ایک بیشمار خزانہ چھوڑا بعض مورخین کے نزدیک وہ نوسو ملین دینار یا چارسو ملین پونڈ یا آٹھ ارب روپیہ سے کم نہ تھا علاوہ ازیں جائداد اور زمین اور لونڈی اور غلام علیحدہ تھے۔ حالانکہ ہارون الرشید نہایت ہی سخی اور فیاض تھا اور کثرت سے روپیہ صرف کیا کرتا تھا اس دولت کثیر کا مقابلہ اگر ہم صرف بعض رومی اور یونانی شہنشاہوں کی جمع کی ہوئی دولت سے کرتے ہیں تو شہنشاہی خزانہ میں نسبتاً جو اس قدر زیادہ کثیر التعداد روپیہ آتا تھا اسکی بابت کئی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

وہ یہ ہیں کہ یہ روپیہ خزانہ میں اکثر واجبی طور یا دیانتداری سے نہیں آتا تھا اس نا واجب وصول کی وجہ سے صوبجات ہی پر وہ اثر نہیں پڑتا تھا جہاں کہ کسی نہ کسی صوبہ میں ہمیشہ بغاوت رہا کرتی تھی بلکہ اعلیٰ افسران فوج اور گورنران صوبجات بھی اکثر اس بات پر مجبور کئے جاتے تھے

محمد بن سلیمان عباسی کی بغاوت

کہ وہ اپنا تمام جمع کیا ہوا خزانہ خلیفہ کو دیدیں اور عوام کی جائداد بھی اکثر ضبط کرلی جاتی تھی اس معاملہ میں ہم خلیفہ کی خود سرانہ کارروائی کی ایک تمثیل بیان کرتے ہیں اور یہ محمد بن سلیمان خلیفہ منصور کے چچازاد بھائی کا واقعہ ہے جس نے ۱۷۳ھ ۷۸۹ء میں بصرہ میں انتقال کیا محمد کے انتقال پر جو اسکی بیشمار جائداد باقی رہی اسکی ضبطی کیلئے خلیفہ نے حکم بھیجدیا عمّال نے جو چیز خلیفہ کے قابل سمجھی وہ ضبط کرلی اور اُس کا ساٹھ ملین زرنقد بھی ضبط کرلیا ہارون الرشید نے اس کثیر التعداد روپیہ کو چھین کر اپنے ندیموں اور مغنیوں کو خوب انعام دئے اور باقی ماندہ خزانہ میں داخل کیا خلیفہ نے جس سبب سے محمد کی یہ جائداد ضبط کی وہ راز محمد کے بھائی جعفر ابن سلیمان ہی نے خلیفہ سے ظاہر کیا تھا جعفر نے از راہ حسد اپنے بھائی کی یہ چغلی کھائی اور خلیفہ کو اس بات کا یقین دلایا کہ محمد نے اپنی تمام جائداد واملاک اصلی قیمت سے زیادہ پر رہن رکھدی ہے تاکہ اس طرح سے جو روپیہ وصول ہو تو اس روپے کو خوب خلافت لینے کے لئے صرف کرے کیونکہ اس کا ارادہ آپ کی بجائے خلیفہ بننے کا ہے ایسی حالت میں اگر آپ اُس کی جائداد ضبط کرلیں گے تو آپ کا یہ فعل

لہ مسٹر پامر نے ہارون کے کثیر التعداد خزانہ پر بڑا تعجب کیا ہی کہ اس قدر خزانہ واجبی طور اور دیانتداری سے نہیں آتا ہوگا اور پھر اس خزانہ کا یونان (بزنطائن) کے بادشاہوں کے خزانہ سے مقابلہ کیا ہی پھر تعجب کیا ہی کہ کسی بادشاہ یونانی ہقدر خزانہ جمع نہ کرسکے جتنا ہارون الرشید نے مرنیکے بعد چھوڑا اس کا صاف جواب یہ ہی کہ یہ کوئی تعجب اور خیال دوڑانے کی بات نہیں ہی سلطنت (بزنطائن) کی نسبت ہارون الرشید کی سلطنت آٹھ گنی زیادہ تھی اس نسبت سے آٹھ یونانی بادشاہ جتنا خزانہ جمع کرسکتے تھے اتنا ہارون الرشید اکیلا ہی کرسکتا تھا۔ علاوہ ازیں ہارون الرشید کی سلطنت میں نہایت درجہ کا امن وامان اور فارغ البالی تھی جیساکہ خود پامر صاحب نے اس کتاب میں درج کیا ہی اور (بزنطائن) کی سلطنت میں بڑی ابتری دفتنہ وفساد رہے جیساکہ مسٹر سینڈرسن صاحب مورخ روم (یونانی سلطنت بزنطائن) کا حال لکھتے ہیں کہ اس سلطنت کی وسعت تو یہ تھی کہ بحر روم کے کنارے کے ممالک اس سلطنت میں شامل تھے مثلاً یونان اٹلی کچھ حصہ اسپین اور کچھ افریقہ کا ملک اور انتظام کا یہ حال تھا کہ یہ سلطنت اندرونی بیرونی حملوں نے مقابلے کیلئے بالکل کمزور تھی لوٹ مار خواہشات نفسانی اور کوئی ایسی برائی نہ تھی جو وہاں کے امرا اور رعایا میں موجود نہو جنرلان فوج باغی ہوجاتے تھے بادشاہ اکثر معزول کردیے جاتے تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کی بیٹی اور بیبی خود ہی بادشاہوں کو زہر دیتی تھیں یا دیگر طور سے مار ڈالتی تھیں علم واخلاق کچھ بھی نہ تھا جس سلطنت کا یہ حال ہو پھر وہاں خاک خزانہ (بقیہ صفحہ آیندہ)

ناجائز اور خلاف انصاف نہو گا ہارون الرشید نے جعفر ابن سلیمان کے تمام عرائض اور خطوط
جمع کر رکھے جب محمد مر گیا تو یہ جعفر جو اس کا بھائی علاتی تھا صرف تنہا اس کا وارث تھا اس کی
تمام جائداد جعفر ہی کو پہنچی لیکن ہارون الرشید نے اس کے دعوے کے برخلاف اسی کے خطوط
وغیرہ استعمال کئے اور محمد کی جائداد کو ضبط کر لیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت

ہارون الرشید کے حسد کے ایک اور مقتول امام موسیٰ ابن جعفر تھے یہ فاطمہؑ کی اولاد میں سے
تھے اور فاطمہؓ محمد صاحب صلعم پیغمبر خدا کی صاحبزادی تھیں۔ موسیٰؑ کے ایک رشتہ دار نے جو
اُن سے دشمنی رکھتا تھا ہارون الرشید کو یہ اطلاع دی کہ تمام لوگ موسیٰ کو جائز امام سمجھ کے اپنی پیدا
وار کا ایک خمس ان کو ادا کرتے ہیں اور امام موسیٰ آپ کے برخلاف بغاوت کرنے پر آمادہ ہیں ان
باتوں کی اطلاع ہارون الرشید کو متواتر اور بار بار کی گئی۔ آخر کار اس بات سے اسکے دل پر
بہت اثر ہوا اور خلیفہ کو بڑا فکر ہو گیا۔ اس مخبر کو کثیر التعداد رقم بطریق انعام عطا کی گئی۔ مگر یہ
دغا باز آدمی اپنی غداری کا پھل نہ پا سکا کیونکہ اس کو ایک مہلک بیماری فوراً لاحق ہو گئی جس کی وجہ سے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۰) جمع ہو سکتا ہی جو شخص قوت پکڑ جاتا ہو گا وہی خزانہ خوب صرف کرتا ہو گا تاکہ اپنے قیام کیلئے مضبوطی
کرے ہارون الرشید کی سلطنت ایک تو خود ہی بڑی وسیع تھی اور دوسرے اسی بزنطائن سلطنت کا بادشاہ اسکو
شاہی خراج دیا کرتا تھا جیسا کہ اسی کتاب میں پامر صاحب تحریر کر چکے ہیں۔ اول سلطنت عباسیہ میں خلیفہ منصور کے
زمانہ سے خزانہ جمع ہوتا چلا آتا تھا اور جب سے اس سلطنت کا کوئی بادشاہ مقتول یا معزول بھی نہیں ہوا پھر خلیفہ
ہارون الرشید کے پاس خزانہ اس قدر رہا تو کوئی تعجب نہیں ہے مسٹر پامر کی عبارت میں نقص بہت پائی جاتی ہی ایک
جگہ اس کتاب میں پھر لکھدیا ہے کہ وہ بڑا طامع تھا اور دو چار جگہ یہ لکھدیا ہی کہ ہارون الرشید بڑا سخی تھا اگرکثر بیان مسٹر
پامر پر خیال کیا جائے تو معلوم ہوتا ہی کہ وہ بڑا سخی تھا طامع اور لالچی ہرگز نہ تھا مگر طامع کے لفظ سے اتنا اور خیال ہوتا
ہے کہ وہ مسرف اور متلذذ نہو گا غرضکہ قرائن سے پایا جاتا ہی کہ خیر الامور اوسطہا پر اس کا عمل تھا گورنروں وغیرہ سے
بعض مرتبہ روپیہ وہ بطور جرمانہ کے لیا کرتا تھا جبکہ اسکو پوری شہادت اس بات کی ملجاتی تھی کہ انہوں نے رعایا
سے جبر و ظلم سے روپیہ لیا ہی بلکہ اکثر ایسے گورنر کو موقوف اور مقید کر دیتا تھا جیسا کہ علی بن عیسیٰ کا حال اسی کتاب میں
تحریر ہوا ہی بلکہ یہ بات ثابت ہونے پر کہ رعایا سے جبریہ روپیہ لیا گیا اس کا معاوضہ خزانہ سے دلایا جاتا تھا اگر ایسا
نہ کرتا تو رعایا میں فارغ البالی اور امن کیسے ہو سکتا تھا اور یہ بات اسکے کمال انصاف پر دلالت کرتی ہی (بقیہ صفحہ آئندہ)

وہ مرگیا جن لوگوں کے حاضر ہونے سے خلیفہ کو کسی قسم کا رنج یا فکر ہوتا تھا ایسے لوگ یکایک بیمار ہو کر مہلک امراض میں ہمیشہ گرفتار ہو جایا کرتے تھے۔ امام موسیٰ سے ہارون الرشید کی ناراضگی کا پہلا سبب تو ظاہرا یہ تھا کہ خلیفہ ایک دفعہ حج کے لئے مقدس شہروں کی زیارت کو گیا تھا جب وہ مدینہ میں گیا اور آنحضرت صلعم کے روضہ شریف میں داخل ہوا تو کہا کہ "آپ پر درود اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ نازل ہوئے رسول خدا اے میرے چچازاد بھائی"، یہ آخری الفاظ اس نے فخر یہ طور سے اپنے کلام میں زائد کر دیئے تھے تاکہ تمام حاضرین پر اپنی عظمت ثابت کرے۔

یہ سنکر امام موسیٰ جو وہاں موجود تھے آگے بڑھے اور کہا کہ "رحمت کاملہ اور درود خدا کی آپ پر نازل ہوئے میرے باپ"۔ کیونکہ امام موسیٰ آنحضرت صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں تھے اس لئے اس طرح خطاب کیا۔

یہ بات سُنکر ہارون الرشید کا منہ غصہ سے لال ہو گیا اور کہا کہ اے موسیٰ یہ تو بڑے فخر کی بات ہے۔ بعد ازیں وہ اپنے ساتھ امام موسیٰ کو عراق لیگیا اور ایک شخص مسمیٰ السندی کے گھر میں ان کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۱) جیسا کہ مرو کے تمام باشندوں کو جنہوں نے حسب ضابطہ اپنا ثبوت ملکیت بہم پہنچایا تمام روپیہ انکا دلایا گیا رعایا کی فارغ البالی اور خوشحالی اور امن دامان کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے ۱۲ مصباح ۲؎ مسٹر پامر بھی عجیب خیالات کے آدمی تھے جو بات کہ عین مصلحت ملکی اور اغراض حکمرانی کے بالکل مطابق ہوتی ہے آپ نے اسکو خودسری اور ظلم سے نسبت دی ہے علاوہ تو زمانہ مڈل ایجز کا تھا یعنی اس زمانہ میں تہذیب کو ترقی اسقدر نہیں ہوئی تھی مگر آج کل علی العموم زمانہ میں تہذیب خیال کیجاتی ہے آجکل بھی ایسا کوئی مہذب ملک ہے کہ جہاں کامل شہادت بغاوت پر ضبطی جائداد اور قتل وغیرہ کی سزا مقرر نہو شہادتوں پر تمام مہذب ممالک کا آج کل دارومدار ہے جب ہارون کو ایسی شہادت کامل بغاوت کی گذری یعنی محمد کے بھائی کی۔ تب اس نے یہ کام کیا مگر قرائن سے پایا جاتا ہے کہ جعفر کی تنہا شہادت پر محمد کی جائداد ضبط نہیں کی گئی بلکہ اور ثبوت بہم پہنچ گیا ہوگا تب حکم ضبطی کا دیا ہوگا ورنہ اگر ہارون الرشید کو انصاف کرنا منظور نہوتا اور ظلم پر اتر آتا تو اسی وقت محمد جائداد ضبط کرکے محمد کو قتل کرا دیتا یا یہ کہ اگر درحقیقت محمدؐ نے بغاوت نہیں کی تھی تو جعفر نے خلیفہ وقت کے روبرو حلف داغی کرکے ایک شخص پر جھوٹ تہمت لگائی اور اس کے قتل کے درپے ہوا اور محمدؐ کے بعد جعفر ہی وارث تھا اور جعفر کو مال نہ دینا یہ اسکے جھوٹ اور حلف دروغی اور تہمت کی سزا دیگر لوگوں کیلئے ہر طرح سے عین انصاف و مصلحت کیوجہ سے دی گئی اور معاملات سلطنت اور حکمت عملی کے لحاظ سے یہ امر ظلم نہیں ہو سکتا ۱۲ مصباح ۳؎ ان امام موسیٰ کاظم (بقیہ صفحہ ۱۶۱)

قید کر دیا۔ پھر اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد خلیفہ نے اُن کو مروا ڈالا۔ یہ امر نہایت خفیہ طور سے عمل میں لایا گیا کیونکہ امام موسیٰ کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے اور نیز اس لئے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے عوام الناس اُن سے نہایت محبت کرتے تھے۔ انکو علانیہ قتل کرانے میں یہ خوف تھا کہ کہیں عوام الناس منحرف نہ ہو جائیں۔ خلیفہ نے علماء اور معززین کی ایک جماعت مقرر کی تاکہ امام موسیٰ کی موت کا سبب دریافت کرے اور خلیفہ مار ڈالنے کی تہمت سے پاک اور بری ہو جائے ان لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ امام موسیٰ اپنی موت سے مرے ہیں۔

عبد الملک بن صالح عباسی کی گرفتاری

عبد الملک بن صالح خاندان عباسیہ میں سے خلیفہ کا قریبی رشتہ دار تھا ہارون الرشید اس سے بھی ناراض ہو گیا۔ عبد الملک کا ایک بیٹا عبد الرحمٰن نام تھا اسی وجہ سے مسلمانوں کے دستور کے بموجب وہ ابو عبد الرحمٰن (عبد الرحمٰن کا باپ) کہلاتا تھا۔ اس ناخلف بیٹے نے اپنے باپ کے ایک منشی قمامہ نام سے سازش کر کے ہارون الرشید سے یہ مخبری کی کہ میرا باپ خلافت کا دعویدار ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے۔ اس لئے ہارون الرشید نے عبد الملک کو گرفتار کرالیا اور ربیع بن فضیل اپنے وزیر کے گھر میں قید کر دیا ایک روز ہارون الرشید نے اپنے روبرو عبد الملک کو بلایا اور کہا کہ "تم بڑے احسان فراموش ہو میں نے تمہارے ساتھ جو ہمیشہ بخشش اور احسانات کئے ہیں کیا ان کا یہی بدلہ ہے! کہ اب تم میری نسبت دغا اور فریب کی کارروائی کا ارادہ کرتے ہو"

عبد الملک نے جواب دیا کہ امیر المومنین! یہ بات درست نہیں میرا ایسا ارادہ ہرگز نہیں ہے بیشک اگر ایسا ارادہ ہوتا تو اس حالت میں آپ کو مجھ سے بدلہ لینا جائز ہوتا امیر المومنین آپ تو رسول اللہ کے خلیفہ ہیں۔ ہم پر آپ کی اطاعت اور آپ کو نیک مشورہ دینا فرض ہے اور آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ رعایا پر انصاف سے حکمرانی کریں اور اُن کی خطائیں معاف کریں ہارون الرشید نے کہا کہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۳) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا باعث خاندان برامکہ ہوا ہے اور یہ شیعہ مورخوں کا بیان ہے کہ انہیں (برامکہ) لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلوایا۔ علاوہ ازیں رئیس المحدثین سید نعمت اللہ الموسوی الحسنی الجزائری نے اپنی کتاب زہر الربیع میں قتل برامکہ کا سبب حسب ذیل لکھا ہے "سبب استیصال برامکہ ظاہر ادجوہات مختلف بود۔ اما سبب حقیقی آں لیس نفرین حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کہ در موقف عرفات برایشاں نفرین کرد۔ بہ سبب آں کہ ایشاں حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام راسعایت کردند و سبب شہادت آنجناب ایشان بودند الخ"

تم زبان کے تو بہت منکسر ہو مگر دل کے بہت طامع ہو۔ دیکھو تمہارا انشی قمامہ بھی تمہاری غداری کی تصدیق کرتا ہے۔" قمامہ کو بلوایا گیا ہارون الرشید نے اس سے کہا کہ جو کچھ تم جانتے ہو بلا خوف و تامل بیان کرو۔ قمامہ نے کہا کہ عبدالملک امیرالمومنین کے برخلاف بغاوت اور غداری کی تیاریاں کر رہا ہے۔

عبدالملک نے کہا کہ امیرالمومنین! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ قمامہ نے میری غیبت میں آپ سے جھوٹ بولدیا چونکہ یہ نمک حرام اب میرے سامنے ہی مجھ پر تہمت لگا رہا ہے۔

ہارون الرشید نے کہا کہ تمہارا بیٹا عبدالرحمٰن بھی تمہاری طامعانہ کوششوں کی تصدیق کرتا ہے اور تمہارا جرم ثابت کرنے میں ان دونوں شخصوں کی شہادت سے زیادہ اور کس کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے؟ قیدی (عبدالملک) نے جواب دیا کہ امیرالمومنین! میرا بیٹا یا تو بموجب حکم کے ایسا کہتا ہے یا وہ باغی اولاد ہو گیا ہے۔ اگر وہ بموجب حکم کے یہ بات کہتا ہے تب تو وہ معذور ہے اور اگر وہ باغی ہو گیا ہے تو وہ نافرمان اور ناشکر گزار اولاد ہے۔ ایسے شخصوں سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ خود متنبہ کرتا ہے کہ "تمہاری بیویوں اور اولاد میں تمہارے دشمن موجود ہیں" پس ان سے احتیاط رکھو اور حذر کرتے رہو (ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم)۔ یہ سنکر ہارون رشید اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ تمہارا معاملہ تو مجھ پر مثل روز روشن کے ظاہر ہو گیا ہے لیکن مجھکو جلدی منظور نہیں ہے۔ میں تمہارے اور اپنے درمیان میں خدا کو حکم قرار دیتا ہوں۔"

عبدالملک نے کہا کہ میں بھی خدا کو حکم قرار دیکے اُسکے فیصلہ پر رضامند ہوں اور امیرالمومنین اُس کے فیصلہ کی تعمیل کرنے والے ہیں۔ مجھے اس بات پر اطمینان ہے کہ آپ اپنے نفسانی غصہ کو اللہ تعالیٰ کے احکاموں پر ترجیح نہ دینگے۔

خلیفہ نے دوبارہ اس قیدی (عبدالملک) کو اپنے حضور میں پھر بلایا۔ اسکو مخاطب کر کے ایک شعر پڑھا جسکا مطلب یہ تھا کہ "میں تو چاہتا ہوں کہ وہ زندہ رہے مگر وہ چاہتا ہے کہ میں مرجاؤں بعض لوگ جو تجھکو تیرے دوست معلوم ہوتے ہیں ان سے پرحذر اور ہوشیار رہ کہ انہیں لوگوں کی تیری نسبت بری نیتیں اور خراب ارادے ہوتے ہیں" اور واللہ! میں بادلوں میں سے خون کی بارش برستے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور اس سے پہلے خوفناک بجلی میری آنکھوں کے

ناخلف

سامنے چمک چکی ہے اور اس طوفان کے ختم ہوتے ہی مجھ کو یہ نظر آرہا ہے کہ بے سر بہت سے تن اور ہاتھ بغیر کلائی کے زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اے بنی ہاشم! تحمل اور حلم اختیار کرو۔ میں نے تمہاری تکلیفوں کو رفع کرکے تمہارا گدلا چشمہ صاف اور شفاف کر دیا ہے اور تمام واقعات کی زمام تمہارے اختیار میں دیدی ہے لیکن اس حادثہ کے وقوع سے قبل ہی ہوشیار رہو کہ جس کی وجہ سے ہاتھ اور پیر کٹ کر زمین پر گرنے لگیں"۔

عبدالملک نے کہا کہ امیر المومنین خدا سے خوف کریئے اور ایسا خیال نہ کریئے۔ خدا نے اپنی مخلوق کو بطور ودیعت اور امانت آپ کو سپرد کیا ہے اسکی امانت کے ساتھ احتیاط سے عمل کیجیے اور شکر گزاری کی جگہ ناسپاسی نہ کیجیے۔ جو انعام کا مستحق ہو اسکو سزا نہ دیجیے۔ میں نے آپ کو ہمیشہ اصلاح کے مشورے دیئے ہیں اور ہمیشہ آپ کی اطاعت میں سرگرم اور مدام مطیع رہا ہوں اور جہاں کہیں آپکی سلطنت میں کمزوری اور بدنظمی نمودار ہوئی تو میں نے مثل کوہ یلملم کے آپ کی بڑے استقلال کے ساتھ مدد کی اور آپ کے دشمنوں کو ہمیشہ شکست اور ہزیمت دی ہے اللہ تعالیٰ میری مدد فرمادے اور میری جانب سے آپکے دل میں رحم ڈالے اور آپ کی جو رحم کی عادت ہے وہ عادت خدا کرے کہ میرے واسطے بھی قایم رہے۔ میرے پر یہ سب آپ کا شبہ ہی شبہ ہے اور قرآن شریف میں شبہ کرنے کا گناہ لکھ رکھا ہے کہ "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"۔ واللہ یہ سب چغلی کھائی کسی میرے دشمن کی ہے جو میرے گوشت کا بھوکا اور خون کا پیاسا ہے۔ خدا کی قسم آپ کی تخت نشینی میں جو جو دقتیں نمودار ہوئی تھیں میں نے ان کو رفع کرکے آپ کی خلافت کے لئے راستہ صاف کر دیا اور میں نے تمام آدمیوں کے دلوں میں آپ کی اطاعت ڈال دی آپ بھی واقف ہیں کہ کس طرح تمام تمام رات میں نے آپ کے کاموں میں صرف کر دی۔ اور کیسی کیسی مشکلات میں میں نے آپ کا ساتھ دیا!

عبدالملک کی اس فصیح و بلیغ گفتگو کا ہارون الرشید نے صرف یہ جواب دیا کہ واللہ اگر مجھکو بنی ہاشم کا لحاظ مدنظر نہ ہوتا تو میں تمہارا سر کٹوا دیتا۔ یہ کہکر پھر عبدالملک کو قید خانہ میں بھیجدیا تھوڑے عرصہ کے بعد بنی عباس میں سے ایک شخص کی سفارش پر اس مطلق العنان خود مختار شہنشاہ نے وہ تشدد اور سختی موقوف کر دی جو عبدالملک پر قید خانہ میں ہوتی تھی۔ عبدالملک ہارون الرشید کی وفات تک نظر بند رہا۔

عبدالملک کا گورنر شام مقرر ہونا

خلیفہ امین الرشید نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عبدالملک کو نظر بندی سے رہا کر کے اس کو شام کا گورنر مقرر کر دیا۔

اپنے محسن اور آقا (امین) کی عنایت کے عوض اور شکر گزاری میں عبدالملک نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ اگر خلیفہ امین میری زندگی میں قتل ہو جائے گا تو ماموں کی اطاعت میں ہرگز ہرگز نہ کروں گا لیکن عبدالملک کا امین سے پہلے ہی انتقال ہو گیا۔

ایک موقع پر ہارون الرشید نے عبدالملک سے کہا کہ تم صالح کی نسل سے ہرگز نہیں ہو عبدالملک نے کہا تو پھر میں کس کی نسل سے ہوں؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ مروان کی نسل سے عبدالملک نے کہا ہاں شاید ایسا ہی ہو مگر مجھے اس بات کی اس وقت کوئی پرواہ نہیں کہ میری رگوں میں ان دونوں بزرگوں میں سے کس کا خون جاری ہے۔"

عبدالملک کی بابت یحیٰی برمکی سے استفسار

برامکہ کے زوال کے بعد ہارون الرشید نے ایک دن یحیٰی کے پاس ایک آدمی بھیجکر اس سے کہا کہ اگر تم عبدالملک کے بغاوت انگیز خیالات کے کل حالات سے مجھکو مطلع کر دو تو میں تمکو تمہارے سابقہ منصب پر بحال کر دوں۔

یحیٰی نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں نے عبدالملک کے اس قسم کے خیالات کبھی نہیں پائے اور اگر اس کے ایسے خیالات ہوتے تو میں اس سے امیر المومنین کی ہر طرح حفاظت کرتا کیونکہ امیر المومنین کی تمام سلطنت اور حکومت گویا میری ہی سلطنت اور حکومت تھی اور میرا اقبال یا ادبار امیر المومنین ہی کے اقبال اور ادبار پر منحصر تھا۔ پھر یہ امر کس طرح ممکن تھا کہ عبدالملک اس قسم کے خیالات میں مجھ سے امداد چاہتا۔ آپ نے میرے ساتھ جیسا عمدہ سلوک کیا کیا مجھے عبدالملک سے اس کے سلوک کی امید ہو سکتی تھی۔ (ہرگز نہیں)، بلکہ اس حالت میں تو مجھے اپنی ابتری اور ادبار کی امید ہوتی نہ کہ بہتری کی۔ ہائے خدا اس قسم کی سازشوں کا ظن اور شبہ نہ کیجئے عبدالملک ایک بڑا لایق اور قابل شخص ہے اور ایسے شخص کو آپ کے خاندان میں دیکھنے سے مجھکو خوشی حاصل ہوتی تھی اسی وجہ سے میں نے اس کو اسکے عہدے پر مقرر کر دیا تھا اس کے اطوار و عادات سے میں بہت ہی خوش تھا رہا یہ امر کہ میں اس پر بہت مہربان تھا اور عنایت فرماتا رہا یہ امر صرف اس کے علم و فضل اور قابلیت کی وجہ سے تھا۔

فضل اور یحییٰ کی عارضی جدائی۔

جب ہارون الرشید نے یہ جواب سُنا تو اُس نے یحییٰ سے پھر یہ دھمکی کہلا بھیجی کہ اگر اس معاملہ میں سچ سچ حال نہ بتلاؤ گے تو میں تمہارے بیٹے فضل کو مروا ڈالوں گا یحییٰ نے معمولی متانت سے صرف یہ جواب دیا کہ امیر المومنین سے کہدینا کہ ہم آپ کے اختیار میں ہیں آپ کا جو جی چاہے سو کر دیجئے اور بات تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سُنکر اس آدمی نے فضل سے کہا کہ چلو امیر المومنین نے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے۔ یہ سُنکر باپ بیٹے نہایت دلی درد اور رقت کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ فضل نے کہا اے باپ مجھ سے راضی ہو۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ ہاں میں تجھ سے بہت راضی رہا۔ اور دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے اسی طرح راضی رہے پھر فضل کو گویا قتل کرنے کے لئے یحییٰ کے پاس سے لیگئے لیکن خلیفہ کو یحییٰ کے برخلاف اس معاملہ میں کچھ معلوم نہیں ہوا اس لئے بعد تین دن کے فضل کو یحییٰ کے پاس پھر بھیجدیا

زبیدہ خاتون

زبیدہ خاتون ہارون الرشید کے چچا کی دختر اور اس کی نہایت پیاری اور عزیز بی بی تھی یہ بھی مثل ہارون الرشید کے نہایت پاکدامن صاحب عفت و عصمت اور بڑی عابدہ اور زاہدہ اور اعلیٰ درجہ کی سخی اور فیاض تھی۔ زبیدہ کی ایک سو کنیزوں کو قرآن شریف حفظ یاد تھا اور زبیدہ کو اگر کچھ کام تھا تو وہ قرآن خوانی کا تھا ان سو کنیزوں میں سے ہر ایک تین سپارے روز پڑھا کرتی تھی گویا زبیدہ خاتون کا محل مثل شہد کے چھتہ کے تھا جس میں ہر وقت قرآن پڑھنے کی صدا سے گونج رہتی تھی۔

زبیدہ خاتون کا فیض ابتک جاری ہے

یہ بات زبیدہ خاتون ہی کی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے ہے کہ پاک شہر مکہ میں اول ہی اوّل مرتبہ پانی بہت کثرت اور بڑی اچھی طرح سے بہم پہنچایا گیا۔ اس سے پہلے پانی کی وہاں بہت کمی تھی اور خصوصاً حج کے ایام میں جو ایک عظیم الشان سالانہ مجمع ہوتا تھا تو پانی کی ایک مشک ایک ایک دینار میں آیا کرتی تھی۔ علاوہ ازیں اس سڑک پر جو بغداد سے مکہ شریف کو جاتی ہے زبیدہ خاتون نے بہت سے کنویں (چاہ) بنوادیئے تھے اور حجاج کے آرام کے لئے متعدد کاروان سرائے بنوادی تھیں۔

زبیدہ خاتون کا انتظام خانہ داری

زبیدہ خاتون خانہ داری کا انتظام بڑی فیاضی اور صرف کثیر سے کرتی تھیں۔ زبیدہ کیلئے سونے اور چاندی کی رکابیوں اور طباقوں میں کھانا چنا جاتا تھا۔ اس سے پہلے عرب کے دستور کے

موافق صرف سفرہ بچھایا جاتا تھا یا چمڑہ کا دسترخوان ہوتا تھا۔ امیر اور بادشاہ سب کا یہی دستور تھا جس محل یا ہودہ یا تخت پر زبیدہ سوار ہوتی وہ آبنوس یا صندل کی لکڑی کا چاندی سے مرصع اور نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

زبیدہ خاتون کا باڈی گارڈ

زبیدہ نے اپنی کنیزوں کا اپنے لئے ایک باڈی گارڈ بنایا تھا اور ان کو زرق برق زرتار وردیاں بنوادی تھیں۔ جہاں زبیدہ جاتی یہ باڈی گارڈ اس کے ہمراہ رہتا تھا۔ زبیدہ خاتون کی یہ رسم پھر بغداد کے تمام دولتمندوں۔ امرا اور اشرافوں نے اختیار کرلی۔

ہارون الرشید کی سوانح عمری کی تحریر کیوقت اس زمانہ کی پولیٹکل مصلحتوں پر خیال کرنا لازمی و ضروری ہے

ہارون الرشید کے چال وچلن۔ عادات و اطوار پر بحث کرتے ہوئے یا اس کے حالات لکھتے ہوتے ہمکو زمانہ حال کی خوبیوں اور خوش انتظامی کو سند گردانکر اس کے کام کا ہرگز موازنہ کرنا نہیں چاہئے۔ بلکہ یہ بات لازمی اور ضروری ہے کہ ہم اس خلیفہ عالیشان کے زمانہ کی پولیٹکل مصلحتوں پر پورا پورا خیال دوڑالیا کریں

ہارون الرشید کو دینی احکام اور اپنے مذہبی عقائد پر نہایت یقین تھا اور یہ بات کیونکر نہ ہوتی کیا وہ خدا کے رسول کا جانشین اور خلیفہ اور روئے زمین پر ظل اللہ تھا؟ اس کا یہ خیال تھا اور اس خیال میں تمام لوگ اس سے متفق تھے کہ خلیفہ کو اس بات کا پورا اور جائز اختیار حاصل ہوتا ہے کہ جس کسی پر اس کو شبہ ہو اس کو قتل کردے کیونکہ اسکے احکام میں بحث کرنا گویا اسلام کے احکام کے برخلاف عمل اور بغاوت کرنا تھا اور فتویٰ لگنے کفر کا خوف ہوجاتا تھا

جعفر برمکی نے خود اپنے قتل کے حکم میں خلیفہ کے اختیار حکم قتل پر غالباً کوئی بحث نہیں کی اور درحقیقت ایسا کوئی شخص کر بھی نہیں سکتا تھا۔ گو حکم سزا پر لوگوں نے اکثر واویلا اور ماتم برپا کیا یا اپنے دلوں میں سزا کے واجبی ہونے پر شک کیا۔

مستند اور معتبر ترجمہ

میں نے اس کتاب میں خلیفہ ہارون الرشید کے تمام شہنشاہانہ اور پولیٹکل واقعات جو معتبر اور مستند کتابوں میں سے مل سکے لکھدیئے ہیں۔ اب تک تو ہم نے خلیفہ ہارون الرشید کو ویسا خوش مزاج نہیں پایا جیساکہ ہم الف لیلہ میں پڑھا کرتے ہیں لیکن یہ بات خوب ذہن نشین کر کے یاد رکھنی چاہئے کہ الف لیلہ میں جو ہارون الرشید کا ذکر ہے وہ صرف ان واقعات کا بیان ہے کہ جن میں اس کے خوش مزاج دوست برامکیوں کا اس پر اثر تھا۔ یا جس وقت کہ وہ سلطنت کی ذمہ داریوں

اور احتیاطوں سے آزاد ہو کر سیر کو نکلا کرتا تھا اس وقت وہ نہایت خوش مزاج ہوتا تھا۔
اب ہم اس کے متعلق چند افسانے لکھتے ہیں جن سے مشرقی کتابیں بھری پڑی ہیں ان سے خلیفہ ہارون الرشید کے رنج کے حالات بہت اچھی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

باب پنجم

خلیفہ ہارون الرشید کے رنج کے حالات

الف لیلیٰ پر محققانہ رائے

الف لیلہ کے قصوں میں ہارون الرشید کا نام اسقدر کثرت سے موجود ہے کہ اسکے عہد کے چھوٹے چھوٹے واقعات کی آگاہی کے لئے ہم کو اسی کتاب کیجانب طبعاً رجوع ہونا پڑتا ہے۔ مگر اس بارے میں یہ کتاب ایک محقق کے لئے مکتفی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ الف لیلہ کے بہت سے افسانوں میں خلیفہ نے جو حصہ لیا ہے وہ بالکل ماتحت حصہ ہے یعنی ہارون الرشید کے بھیس بدلکر بغداد کے کوچوں میں پھرنے سے صرف دوسرے لوگوں کے قصوں کا پتہ لگتا ہے۔ اسکا سب سے بڑا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہارون الرشید کے متعلق جسقدر قصے ہیں انکا یا تو وحشی الفاظ ہونے کی وجہ سے ٹھیک ترجمہ عربی سے انگریزی میں نہیں ہوسکا اور رہا یہ کہ ہنسی اور مذاق کے الفاظ کے مشتبہ اور مرادف ہونے سے ان الفاظ کا اصلی مطلب اور معانی کا لطف حاصل نہ ہوسکا۔

انگریزی زبان میں سب سے قدیم ترجمہ الف لیلہ کا وہ ہے جو مسٹر گیلنڈ نے فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا ہے اور اُسی کو لوگ عموماً کثرت سے پڑھتے ہیں لیکن اس ترجمہ سے مثل اصل عربی کتاب کے پورا پورا لطف حاصل نہیں ہوتا اور نہ اس سے مشرقی ممالک کی طرز زندگانی اور معاشرت کا پورا پورا احوال معلوم ہوتا ہے۔ اس ترجمہ کی نسبت اس ترجمہ سے زیادہ حالات معلوم ہوتے ہیں جو مسٹر لین نے حال میں کیا ہے۔

اوّل الذکر ترجمہ کے بعض قصہ جات میں تو نفس مطلب بھی خبط کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اس امر کے معلوم ہونے سے بہت سے ناظرین حیران رہ جائیں گے کہ الف لیلہ کے دو سب سے عمدہ قصے ہیں یعنی (الہ دین اور اُسکا عجیب و غریب چراغ) اور (علی بابا اور چالیس ٹھگ) یہ دونوں قصے عربی کی اصل کتاب الف لیلہ میں موجود نہیں ہیں۔ علی بابا کا قصہ تو میں نے خود عربی کی کتاب میں دیکھا ہے لیکن یہ بات مشتبہ ہے ابھی تک متحقق نہیں ہوئی کہ آیا الہ دین کا قصہ مشرقی ممالک کا افسانہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ الف لیلہ میں جو اسکی طرز معاشرت کا حال لکھا ہوا ہے وہ تو بالکل عربوں کے شہر کے طرز کی مانند ہے۔ الف لیلہ کے بہت سے قصے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ دیگر زبانوں کی کتابوں سے اور اغلبا ایرانی قصجات سے لئے گئے ہیں۔

ہارون الرشید سے ایک جنیہ کی ملاقات

ہمکو اسجگہ الف لیلہ کے قصوں کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اُن سے ہر شخص واقف ہے الف لیلہ کا بڑا حصہ تو بالکل خاص افسانوں ہی سے پُر ہے یا یہ کہو کہ خلیفہ ہاروں الرشید جو راتوں کو بغداد میں پھرا کرتا تھا ہو جب سے پرانے زمانے کے قصے شہرت پا گئے۔ حمال اور خاتونانِ بغداد اور تینوں قلندروں کے قصے میں خلیفہ کا تو صرف اثنا ذکر ہے کہ وہ ان سب کا قصہ سنتا رہا اور ختم قصہ پر ایک خاص خاتون سے شادی کرلی۔ یہ قصہ یا قصوں کا یہ سلسلہ بطور ایک سحر کے قصہ کے دلچسپ ہے اسکے آخر میں ایک جنیہ جو مسلمان ہے خلیفہ کو مذہب اسلام کا پیشوا سمجھ کر سلام کر کے خلیفہ سے ملاقات کرتی ہے۔

جن۔ حدیث اور غول کی تشریح

ممالک مشرقی میں بھی پریوں کی بابت اُسی طرح سے فسانجات مشہور اور مروّج ہیں جیسے کہ یورپ میں ہیں لیکن ان دونوں ممالک کے قصہ میں پریوں کی طاقت اور قوت میں کچھ اختلاف ہے۔ ایرانی لفظ پری اور انگریزی لفظ فیری بلحاظ مخرج ایک ہی لفظ معلوم ہوتا ہے۔ عرب کے قصوں میں یہ نظر سے پوشیدہ وجود یا تو جن ہوتا ہے یعنی بہت بڑی قوت اور طاقت والا دیو جو بجائے خاک کے آگ سے پیدا ہوا ہے لیکن اور دیگر باتوں میں انسان سے مشابہ ہوتا ہے یا عفریت ہوتا ہے۔ جو بہت ہیبت ناک اور عجیب الخلقت دیو ہوتا ہے لیکن یہ بہت شریر اور نقصان رساں ہوتا ہے۔ عربوں کے قصوں میں عجیب الخلقت مخلوقات اور بھی ہوتی ہیں مثلاً ہامہ یا صدی اور یہ ایک قسم کا بھوت ہوتا ہے جو مقتول آدمی کے سر میں سے نکلتا اور قصاص لینے کے لئے چلا یا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں ایک غول ہوتا ہے جو آدم خور بھی ہوتا ہے اور آدمی کا خون بھی چوستا ہے۔ الف لیلہ کے ناظرین غول کے نام سے

خوب واقف ہونگے مثل پرانے زمانے کے قصوں کے ایک اور عجیب الخلقت جانور کا ذکر عربی قصجات میں ہوتا ہے جسکے اوپر کا نصف جسم انسان کے جسم کے مانند ہوتا ہے اور اسکے وجود کی بابت اس درجہ یقین کیا جاتا ہے کہ بہت سے عرب مصنفین نے تو یہ بھی تحریر کر دیا ہے کہ ملک یمن کے لوگ اس جانور کا شکار کر کے اسکو بطور خوراک کے کھاتے ہیں۔ عربوں کے قصجات میں ساحروں اور جادوگرنیوں کا بھی بیان ہوتا ہے جنکو بھی انسانی معمولی قوت کے علاوہ مثل جنات کے زور و قوت حاصل ہو جاتا ہے۔ تمام جادو اور سحر کا منبع شہر بابل کے ایک کنوئیں (چاہ) میں ہے جہاں آسمان سے پھینکے ہوئے دو فرشتے ہاروت اور ماروت نام ایڑیوں کے بل اوندھے لٹکے ہوئے ہیں اور قیامت تک اسی طرح لٹکتے رہیں گے جو شخص ان سے سحر سیکھنے جاتا ہے تو وہ دونوں اس کو خوشی سے جادو سکھا دیتے ہیں۔

تین سیب یا نعش مقتولہ

الف لیلہ میں تین سیبوں کا قصہ ہے جسمیں ذکر ہے کہ ایک ماہی گیر نے خلیفہ کی قسمت بدکر دریا میں جال پھینکا اور جب جال دریا میں سے کھینچا گیا تو اس میں ایک جوان عورت کی نعش نکلی نعش کو دیکھکر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ یا تو اس مقتولہ کے قاتل کا پتہ لگا ورنہ میں تجکو قتل کردونگا اس قصہ میں ایک ایسے حادثہ کا ذکر ہے جو درحقیقت واقع ہوا ہوگا لیکن ہماری اس تاریخ سے اس قصہ کا کوئی خاص تعلق نہیں ہے

نورالدین اور انیس الجلیس۔

نورالدین اور انیس الجلیس یا جس طرح کہ پرانے ترجموں میں ہے نورالدین اور خوبصورت کنیز ایرانی کے قصہ میں بھی خلیفہ ہاروں الرشید کا ذکر ہے اور وہ اس طرح ہے کہ خلیفہ ایک رات دریائے دجلہ میں اپنی شاہی کشتی میں بیٹھا ہوا سیر کر رہا تھا یکایک وہ یہ دیکھ کر نہایت متعجب ہوا کہ دریاے دجلہ کے کنارے پر خلیفہ کی سیر اور خوش طبعی کے لیے جو محل بنے ہوئے تھے اُن میں سے ایک محل میں اسقدر روشنی ہی کہ وہ محل روشنی کی وجہ سے بقعہ نور بن رہا ہے خلیفہ اس روشنی کا سبب دریافت کرنے کے لئے کشتی سے اترا اور پوشیدہ طور سے وہاں گیا۔ وہاں جاکر ہارون الرشید نے یہ دیکھا کہ اس محل کے داروغہ کے پاس جو ایک شیخ تھا اور علم و فضل عباوت اور تقوی اور زہد کیلئے مشہور تھا ایک نوجوان آدمی اور ایک کنیز بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ تینوں شراب کے پینے میں مشغول ہیں یہ جوان آدمی اور یہ کنیز کسی مقامی گورنر کے خوف سے بغداد بھاگ کر آئے تھے خلیفہ اور جعفر ایک درخت پر چڑھ گئے اور انکو دیکھنے لگے درخت سے خلیفہ نے دیکھا کہ شیخ ابراہیم ایک بانسری نکالکر لایا

جسکو ہارون الرشید اپنے دربار کے مغنی سے سنا کرتا تھا۔ شیخ نے وہ بانسری اس کنیز کو بجانے کے لئے دی۔ یہ دیکھکر خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ اگر یہ کنیز اچھا نہیں گائے گی تو خدا کی قسم میں تجھکو اور ان سب کو قتل کر دونگا۔ لیکن اگر اس نے اچھا گایا تو میں ان سب کی خطائیں معاف کر کے عدم نگرانی کی وجہ سے تجھکو پھانسی دیدونگا جعفر نے کہا کہ یا اللہ یہ کنیز اچھا نہ گائے خلیفہ نے دریافت کیا کہ یہ کیوں؟ جعفر نے جواب دیا تاکہ پھر آپ ہم سب کو قتل کر ڈالو اس لئے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد۔

لیکن اس کنیز نے اس خوش الحانی سے گایا کہ ہارون الرشید کا تمام غصہ جاتا رہا خلیفہ نے چاہا کہ میں بھی بھیس بدلکر انکی محفل میں شریک ہوجاؤں۔ ایک ماہی گیر خلیفہ کی ممانعت کی ہوئی جگہ میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا خلیفہ نے عاریتاً اس سے اسکے کپڑے لیکے پہنے اور کچھ مچھلیاں لیکر شیخ اور اسکے دوستوں کے پاس پہنچا اور انکے ہاتھ کچھ مچھلیاں فروخت کیں۔ ان مچھلیوں کو خلیفہ نے اپنے ہی ہاتھ سے پکایا اور کھانا کھانے میں ان لوگوں نے اس ماہیگیر (خلیفہ) کو بھی شریک طعام کر لیا۔ پھر اُسکے آگے کا یہ قصہ کہ کس طرح یہ جوان آدمی بصرہ کے بادشاہ کے وزیر متوفی کا بیٹا نکلا اور بہت سی مسافت اور سیاست کے بعد کہ جس کے دوران میں وہ اپنے حریف کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بال بال بچگیا بغداد پہنچا اور بعد ازاں خلیفہ کی ملازمت میں مع اپنی کنیز کے جس فارغ البالی سے زندگی بسر کی ناظرین یہ سب قصہ الف لیلہ میں معلوم کر سکتے ہیں۔

ہارون الرشید کی معدلت اور نصفت

الف لیلہ کے دیگر مشہور قصوں میں ایک تو جھوٹے خلیفہ کا قصہ ہے۔ ایک شخص جعلی ہارون الرشید بنکر شاہی بجرہ میں رات کو دریائے دجلہ کی سیر کیا کرتا تھا۔ ہارون الرشید ایک رات بھیس بدلے دریا پر جا نکلا۔ وہاں اس وضعی خلیفہ سے ہارون الرشید کی مڈبھیڑ ہوئی۔ پھر اس وضعی خلیفہ کی سیر موقوف ہوگئی ایک سوتے جاگتے کا قصہ ہے جو کہ اب ہر مشہور زبان میں ترجمہ ہوگیا ہے۔ دو قصے الف لیلہ میں ایسے لکھے ہوئے ہیں جن میں ہارون الرشید کی معدلت اور انصاف و فراست کا ذکر ہے لیکن یہ دونوں قصے ایک عیسائی آدمی کے کان کو عجیب معلوم ہونگے اور وہ یہ ہیں کہ ایک باورچی اس جرم میں ماخوذ ہوا کہ وہ جن روٹیوں میں گوشت بھر کر (سموسہ) بیچتا تھا وہ انسانی خوراک کے قابل نہیں ہوتی تھی وہ نانبائی خلیفہ کے حضور میں سزا کے لئے پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس باورچی کا کان کاٹ کر اسکی دکان کے دروازہ کے اوپر ایک کیل میں ٹانگدو اور اسکے تمام سنبوسے شہر کے دروازہ کے

باہر پھنکوادو۔ اسی طرح ایک اور نانبائی ناخود ہوا وہ اپنے آٹے میں خراب آٹا ملاتا تھا اور وزن میں بھی روٹی کم تولتا تھا خلیفہ نے حکم دیا کہ اسکو اسکے تنور میں زندہ جلادو اور اسکی دوکان گرا کر زمین کے برابر کردو مگر تھوڑے عرصے کے بعد وزیر اعظم جعفر نے جرأت کر کے خلیفہ سے عرض کیا کہ امیر المومنین! یہ سزا تو بہت ہی سخت ہے۔ ہارون الرشید نے کہا ہاں شاید میں نے جلدی میں اس کو یہ سزا دیدی ہے پھر جعفر کو حکم دیا کہ شہر کے سوداگروں کی نگرانی کے لئے تم پولیس کے واسطے نئے قوانین مرتب کرو۔

ممالک مشرق میں بادشاہوں کو اپنی رعایا کی جان لینے کا غیر محدود اختیار رہے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید سے ایک یہودی نجومی نے یہ پیشین گوئی کی کہ تم ایک سال کے اندر اندر مر جاؤ گے یہ سنکر ہارون الرشید کو بڑا فکر ہوا اور کھانا پینا اور سب عیش و آرام چھوڑ دیئے۔ آخر کار یحیٰی وزیر اعظم نے جو جعفر کا باپ تھا یہ ارادہ کیا کہ میں خلیفہ کا فکر دور کر کے اسکے دل کو مطمئن کر دونگا اس نے اس نجومی کو خلیفہ کے حضور میں بلوا کر اس سے یہ دریافت کیا کہ تم خود کب تک زندہ رہوگے۔ یہودی نے جواب دیا کہ میرا نجوم تو یہ کہتا ہے کہ میری بہت بڑی عمر ہوگی یحیٰی نے ہارون الرشید سے دریافت کیا کہ امیر المومنین! اگر آپ ارشاد کریں تو اس نجومی کو فوراً مار ڈالوں۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں اجازت ہے یحیٰے نے اس بدقسمت کا سر اسی وقت اور وہیں تلوار سے اڑا دیا۔ یحیٰے نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ نے اس شخص کی پیشین گوئی کا جھوٹ اور سچ ملاحظہ فرمایا۔ خلیفہ کا رنج و فکر جاتا رہا اور اسکو اطمینان حاصل ہوگیا۔ جن جن مورخوں نے یہ واقعہ لکھا ہے انہوں نے یحیٰی کے اس کام کو ہوشیاری اور عقلمندی ہی نہیں لکھا بلکہ انسانی ہمدردی کا قابل تعریف کام کیا ہے۔ اسی وجہ سے مشرقی علماء اور فضلاء نے اپنے بادشاہوں کے دلوں میں آداب اور اخلاق کے قاعدوں کو ذہن نشین کرنے کیلئے اپنے فرائض کا ایک جزو ضروری یہ بات سمجھ لی تھی کہ وہ اپنے شہنشاہ کو جس قسم کی نصیحت کرنا یا مشورہ دینا چاہتے تھے تو اسکے مناسب حال ایک قصہ بنا کر بالواسطہ مشورہ دیا کرتے تھے۔ اگر کوئی نصیحت یا مشورہ بلا واسطہ دیا جاتا تو اس مشورہ کے عوض اس مشیر کا سر کٹوا دیا جاتا تھا۔

یہودی نجومی

ہارون الرشید کو نیند بہت کم آتی تھی۔ اسلیئے دل بہلانے کیواسطے وہ یا تو بہ تبدیل لباس شہر بغداد کے کوچہ و بازار میں پھرا کرتا تھا اور اسوقت اسکے ہمراہ اسکے معتمد ہمراہی جعفر اور مسرور ہوا کرتے تھے۔ یا وہ لیٹا ہوا دل بہلاؤ کے قصے اور کہانیاں یا عمدہ عمدہ نظمیں سنا کرتا تھا۔ الف لیلہ

ہارون الرشید کی نیند کا حال

کی تحریر کا باعث زیادہ تر یہی امر ہے۔ الف لیلہ میں بہت سے وہ قصے مندرج ہیں جو ہارون الرشید کی
نیند کے نہ آنیکے وقت اسکے حضور میں اسکا دل بہلنے کے لئے کہے جایا کرتے تھے ۔

ابن القربی اور مسرور کا معاہدہ

ایک بار ایسے ہی موقع پر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ آج مجھے نیند نہیں آتی اور میرا دل
پریشان ہے میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ یہ سنتے ہی مسرور جو پاس کھڑا ہوا تھا بے تحاشا کھل کھلا کر
ہنس پڑا۔ ہارون الرشید نے مسرور سے خفگی سے پوچھا کہ تو میری باتوں پر ہنستا ہے کیا تو دیوانہ ہو گیا
ہے؟ خواجہ سرا نے جواب دیا کہ خدا کی قسم امیر المومنین! آپ تمام پیغمبروں کے سرتاج رسول مقبول
کے رشتہ میں ہیں مجھے اس رشتہ کی قسم! جو آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے وہ بات اور ہے کہ جسکی
وجہ سے مجھ سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی اور وہ یہ ہے کہ میں نے کل ایک آدمی ابن القربی نام کو دجلہ کے
کنارے سب لوگوں کو ہنساتے اور محظوظ کرتے ہوئے دیکھا تھا اس وقت اس کی یاد آکر مجھے یکا
یک ہنسی آگئی اور اس بات کی میں بعاجزی آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ تو ابھی
جا کر اس کو فوراً یہاں بلا لا۔ مسرور گیا اور اس ظریف کو تلاش کر کے دربار میں لے آیا۔ لیکن خلیفہ کے
حضور میں لانے سے پیشتر مسرور نے اس ظریف سے یہ ٹھیرا لیا کہ جو کچھ انعام امیر المومنین تجھکو دیں
اس میں سے ۲/۳ دو تہائی مجھے دینا اور باقی ۱/۳ تو لینا بہت سی بحث اور تنازعہ کے بعد ابن القربی
نے یہ بات منظور کر لی اور پھر یہ دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ معمولی آداب و سلام کے بعد
خلیفہ نے اس ظریف سے کہا کہ اگر تمھاری باتوں سے مجھکو ہنسی نہیں آئے گی تو میں تمہارے یہ چمڑیکا
بیگ تین بار مارونگا۔ یہ کہکر ایک بیگ کیجانب اشارہ کیا جو خلیفہ کے پاس پڑا ہوا تھا۔ اس ظریف
نے جسکو در حقیقت ایکدفعہ اول بھی ڈنڈوں سے پٹنے کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس بیگ سے پٹنے کو بہت
ہی خفیف تصور کیا۔ مگر تاہم جسقدر اسکے امکان میں تھا نہایت ہی لطیف اور ظریف باتیں سنائیں
کہ جنکے سننے سے ایک مغموم اور دیوانہ آدمی کو بھی ہنسی آئے بغیر نہ رہ سکتی لیکن خلیفہ کے چہرہ پر
مسکراہٹ تک نہیں آئی۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ تم مار کھانے کے مستحق ہو گئے اور بیگ اٹھا کر خلیفہ
نے ایک بیگ ظریف کے مارا۔ اسکے لگنے سے ایک آواز نکلی کیونکہ بیگ میں چھوٹے چھوٹے
پتھر بھرے ہوئے تھے اس چوٹ کے لگنے سے ظریف کو بڑی تکلیف ہوئی ظریف نے خلیفہ
سے عرض کیا کہ آپ ذرا صبر فرماویں۔ کیونکہ میرا اور مسرور کا یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ امیر المومنین

عنایت فرمائیں گے اس میں ⅔ حصہ مسرور کا ہوگا پس آپ باقی کے یہ دو بینگ مسرور کے ماریئے تاکہ بموجب معاہدہ کے اسکا حصہ اسکو پہنچ جائے یہ سنکر خلیفہ نے مسرور کو بلوایا اور اسکے بینگ مارنے شروع کئے۔ ایک ہی بینگ کھاکر مسرور پکارا کہ امیرالمومنین مجھکو تو ایک تہائی ہی کافی ہے اس ظریف ہی کو ⅔ دیدیجئے۔ یہ سُنکر خلیفہ کو اسقدر ہنسی آئی کہ ضبط نہ ہو سکی۔ ہارون الرشید بہت ہی ہنسا اور ان دونوں کو انعام دیکر رخصت کیا۔

مبالغہ

الف لیلہ کے اور بہت سے دیگر چھوٹے چھوٹے قصے اور نیز دیگر عربی مورخین کی اور بہت سی تصنیفات ہیں جنمیں ہنسی اور دل لگی کی بیشمار باتیں ہیں جنکا یہاں بیان کرنا ناممکن ہے ان قصوں میں "باستثنائے چند واہیات باتیں ہارون الرشید کے دربار کے بڑے بڑے امرا کی ظاہر ہوتی ہیں اس لئے خلیفہ اور اس کے درباریوں اور ندمار کا اخلاق بہت ہی کم درجہ کا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ زمانہ حال کی برائیوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ مگر ہاں اس بات کے ساتھ ہمکو

۱ے۔ یہ باتیں بقابل اعتماد اور معتبر نہیں ہیں جیسا کہ خود اس جگہ مسٹر پام صاحب نے لکھا ہو کہ ان باتوں میں نہایت درجہ کا مبالغہ کیا گیا ہو۔ علاوہ ازیں مسٹر پام اور دیگر مورخین الف لیلہ کے قصوں کو "باستثنائے چند" خالص افسانہ ہی سمجھتے ہیں۔ پھر یہ باتیں سچ کس طرح تصور کیجاویں جب ایک بیان کا مخرج ہی جھوٹا مان لیا گیا تو پھر وہ بیان کیسے صحیح ہو سکتا ہی؟ ایسا ہی دیگر کتابوں کا حال ہوگا۔ مسٹر پام نے کسی کتاب کا یا اسکے مصنف کا نام نہیں لکھا ورنہ ان کی بابت بھی حق و راست ہونے پر بحث کیجاتی۔ یہ دلیل مسٹر پام کی سمجھ میں نہیں آتی۔ بفرض محال اگر ان درباریوں کے خراب خصائل ہونے پر یقین بھی کر لیا جائے تو انکی برائی سے خلیفہ ہارون الرشید کا اخلاق کم پایہ کا کیوں ہو جاتا ہی؟ یہ وہی مثل ہوئی کہ جرم کرے کوئی اور پکڑا جاوے کوئی یعنی جرم کسیکا اور الزام کسی پر۔ اگر بالواسطہ خلیفہ پر حملہ اس طرح کیا گیا ہو کہ ایسے نالایق درباریوں کو اس نے اپنے دربار میں کیوں جگہ دی اسکا جواب یہ ہی کہ اول تو عقل و قیاس اس بات کو نہیں مانتے کہ ایسا عابد و زاہد عالم و فاضل بادشاہ اپنی صحبت میں ایسے رذیلوں کو جگہ دے اور بر تقدیر اگر کوئی ندیم خفیہ طور سے ایسا ہو بھی تو خلیفہ کو غیب کا حال کس طرح معلوم ہو جاتا وہ بھی تو انسان تھا۔ سوائے خدائے تعالیٰ کے انسان غیب کب جان سکتا ہی۔ پام صاحب نے الف لیلہ کا صرف حوالہ دیا ہے۔ مگر افسوس ان قصوں کی تشریح نہیں کر دی کہ جن سے ہارون الرشید کے درباریوں کی برائی زمانہ حال کی برائیوں سے بھی بدتر ثابت ہوتی ہی الف لیلہ ہمارے سامنے ہی کئی بار الٹ پلٹ کر دیکھا مگر رسہ کر رکا تو کیا ذکر ہی مگر ہمکو برائیاں نہیں معلوم ہوئیں یقین ہی کہ ناظرین! آپنے الف لیلہ تو کئی بار پڑھی ہوگی یہ کتاب افسانوں کی نہایت مشہور ہی اور ہر جگہ مل سکتی ہی۔ اس امر کی بحث آپکے لئے چھوڑی جاتی ہی مگر ہم اسی طرح دیگر کتابوں پر اپنا قیاس دوڑاتے ہیں کہ ان کے الزام بھی غلط ہونگے۔

یہ بات قابل لحاظ ہی کہ کوئی زمانہ کبھی بھی برائیوں سے خالی نہیں رہا۔ دیگر ممالک کے مصنفین نے (بقیہ صفحہ آیندہ)

اس امر واقعہ کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ابو نواس جو ان تمام قصہ کہانیوں کا بیان کرنیوالا ہی وہ دربار کا مسخرہ تھا۔ اور اغلب یہ ہے کہ حرم سلطانی کے کسی واقعہ کا حال جسکو یا تو خود خلیفہ یا اس کے غلام اس سے بیان کرتے تو ابو نواس اس میں انتہا درجہ کا مبالغہ کر لیتا تھا۔

عذر گناہ بدتر از گناہ کی عملی تفصیل

ہارون الرشید اور ابو نواس کے لطائف اور ظرافت کی سینکڑوں حکائتیں موجود ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ ایک دن ابو نواس نے خلیفہ کے حضور میں یہ مقولہ بیان کیا کہ اکثر عذر گناہ بدتر از گناہ ہوتا ہے۔ خلیفہ کہتا تھا کہ نہیں۔ عذر ہمیشہ ہی بہتر ہوتا ہے۔ اس پر دونوں کا بہت مباحثہ ہوا آخر میں اس شاعر (ابو نواس) نے عرض کیا کہ امیر المومنین! رات ہونے سے پیشتر میں آپ پر اس مقولہ کی سچائی ثابت کر دوں گا۔ خلیفہ خفا ہو کر یہ کہکر کھڑا ہو گیا کہ تم اپنا یہ اقرار رات تک پورا نہ کرو گے تو میں تمہارا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۵) تو اپنے یا دیگر ملکوں کے بادشاہوں پر ایسے صاف صاف الفاظوں میں حملہ کیا ہی کہ جنکا بیان باعث شرم ہی خیران بیچارے عربی مصنفین نے (حسب بیان مسٹر پامر) تو غنیمت ہی کہ درباریوں پر ہی حملہ کیا۔ براہ راست خلیفہ پر نہ کیا۔ اگر اپنی طاقت لسانی سے خلیفہ پر خراب سے خراب برائیاں تھوپ دیتے تو ان کا کوئی کیا کر لیتا مصنفین اپنے زور قلم کے آگے بادشاہ اور امراء کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ اس بات کی دو ایک تمثیل ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔ چارلس ڈکنز صاحب نے اپنی کتاب ٹیل آف ٹو سٹیز میں فرانس کے شہنشاہ اور وہاں کے امراء کی واہیات باتوں زنا بالجبر۔ قتل اور غارت گری اور لوٹ مار کا کیا کیا حال لکھ رکھا ہی کہ جس کے پڑھنے سے دل کانپ جاتا ہی۔ انہی صاحب نے اپنی ایک دوسری کتاب (ڈو یجر آف اولیور ٹوسٹ) میں انگلستان کے غریب خانہ میں بچوں کے مار ڈالنے وغیرہ باتوں کا حال لکھتے ہوئے حکام پر غفلت کا جرم کس طرح لگایا ہی۔ اسی طرح ایک مصنفہ میری سینٹ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب (جین شور) میں انگلینڈ کے بادشاہ اڈورڈ چہارم اور اس کے ندماء اور درباریوں پر کوئی واہیات یا بری بات ایسی نہیں چھوڑی جنکا الزام ان بیچاروں پر نہ تھوپا ہو یعنی اڈورڈ چہارم کا زبردستی خوبصورت عورت کو اسکے خاوند سے چھین لینا درباریوں کی سازش انکا فریب مکر و دغا اور شہدپن غرض کوئی برائی ایسی نہیں چھوڑی جو انپر نہ لگائی ہو۔ اسی طرح ایک نہایت مشہور و معروف مسٹر جے۔ ڈبلیو۔ ایم رینالڈ صاحب نے اپنی کتاب "مسٹریز آف دی کورٹ آف لنڈن" میں جسکا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور اس کا نام "دربار لندن کے اسرار" رکھا گیا ہے انگریزی قومی زندگی کا فوٹو۔ عیاشی کی برائیاں بدمعاشی کے نتیجے۔ ریاکاری کی قباحتیں۔ سیاہ کاری کی سزائیں۔ خلق اللہ کے ساتھ بدسلوکی کا بدمعاوضہ۔ جرایم کی پاداش وغیرہ وغیرہ یہ سب اس وقت کے شہزادوں معززاور رفقاء امراء۔ امیر لیڈیوں کی رفتار اور گفتار کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب کی بارہ جلدیں بڑی ضخیم ہیں۔ اسی طرح تلاش سے ہر ملک کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ ناظرین! مصنفین کونسی برائی ہے جو بادشاہوں اور امیروں اور رندیوں پر مبالغہ سے نہیں لگاتے؟

مسٹر پامر نے عربی کتابوں کا نام نہیں لکھا۔ ورنہ ہارون الرشید کے درباریوں کی برائیوں کا زمانہ حال کی برائیوں سے مقابلہ کر کے موازنہ تحریر کرتے مگر کتابوں کی گمنامی سے مجبوری ہے جس کا ہم کو بھی افسوس ہی المصباح

سر کٹوا دونگا۔ رات کو خلیفہ جب اپنے حرم سلطانی میں گیا تو رات کے اندھیرے میں یکایک ایک داڑھی والے چہرہ نے خلیفہ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس طرح کہ داڑھی کے بال خلیفہ کے منہ پر چبھے جس سے خلیفہ کو تکلیف ہوئی خلیفہ نے نہایت غصے سے حکم دیا کہ شمع لاؤ اور ایک جلاد کو بلاؤ جب شمع آئی تو خلیفہ نے دیکھا کہ جس ذات شریف نے میرے ساتھ ہنسی کی ہے وہ ابونواس ہے جو خاموش کھڑے ہوئے ہیں خلیفہ نے خفا ہو کر پوچھا کہ اے شریر اس حرکت سے تیرا کیا مطلب ہے؟ ابونواس نے عرض کیا کہ امیر المومنین! میں نے تو آپ کو زبیدہ خاتون تصور کر کے یہ حرکت کی تھی۔ افسوس کہ زبیدہ خاتون کے شبہ میں میں آپ سے یہ حرکت کر بیٹھا میں آپ سے اپنے اس جرم کا عذر کر کے معافی چاہتا ہوں۔ ہارون الرشید یہ سنکر اور زیادہ مشتعل ہوا اور پکارا کہ یہ عذر تو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ یہ سنکر ابونواس نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپ کی زبان سے یہ لفظ (عذر گناہ بدتر از گناہ) کہلانا منظور تھا اور میں نے اپنے اقرار کے بموجب یہ مقولہ ثابت کر دیا۔ یہ کہکر ابونواس رخصت ہوا اس پر خلیفہ نے ہنسکر اس کیجانب اپنا ایک جوتا پھینکا۔[۱]

مرغ اور مرغی کا لطیفہ

ایک مرتبہ ایسے دل لگی کے موقع پر ابونواس خلیفہ سے پھر بازی لیگیا۔ ایک روز شام کے وقت خلیفہ مع اپنے ندماء کے دیوان خانے میں بیٹھا ہوا ہنسی مذاق کی باتیں کر رہا تھا۔ ابونواس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس دیر میں آنے کی وجہ سے سزا دینے کے لئے خلیفہ ہارون الرشید نے ایک عمدہ تجویز سوچی۔ خلیفہ نے ایک کھیل نکالا جسمیں یہ قاعدہ رکھا کہ جس طور سے عمل کروں اسی طرح سب عمل کریں

---

[۱] ہارون الرشید کے متعلق بہت سے غلط افسانے شہرت پکڑ گئے ہیں۔ جنکی کچھ اصلیت نہیں اور طرہ یہ کہ بعض مشہور مصنفوں نے بلا تحقیق ان بے سر و پا غلط واقعات کو اپنی تالیفات میں نقل کر دیا ہے جس سے عوام کو اپنے غلط خیالات کے لئے ایک ثبوت مل گیا۔ بالخصوص بعض یورپین مصنفین نے ان کو سچ سمجھ کر ایسے مضحکات کا خوب ہی خاکہ اڑایا ہے ایک عام قاعدہ ہے کہ جو شخص بسبب اپنی ذاتی خوبیوں کے شہرت اور نیک نامی حاصل کرتا ہے اس کی نسبت اچھی اور بری سینکڑوں روائیتیں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں اور بعض حالتوں میں اسقدر شہرت ہو جاتی ہے کہ بعض لوگوں کو اس پر تواتر کا شک ہو جاتا ہے۔ یہ بات ہارون الرشید پر ہی کچھ منحصر نہیں ہے۔

یہ حکایت عذر گناہ بدتر از گناہ یا اس سے آگے کی حکایت مرغی او مرغ کا لطیفہ جس کو ہام صاحب نے ہارون کے واقعات میں ذکر کیا ہے۔ ہم اس کو تمام ہندوستان میں ناواقفوں کی زبان سے جلال الدین اکبر بادشاہ کے (بقیہ صفحہ آئندہ)

جو عمدہ طور سے عمل کریگا اس کو ایک دینار انعام دیا جاویگا۔ لیکن جو شخص عمدہ طور سے عمل نہ کریگا اسکے بارہ ڈنڈے لگائے جائیں گے۔ پھر ہارون الرشید نے کچھ انڈے منگائے۔ ان میں سے ایک انڈا لیکر اپنی مسند کے نیچے رکھ لیا۔ اسی طرح اپنے درباریوں کو عمل کرنے کا حکم دیا جنہوں نے ایک ایک انڈا اپنے نیچے رکھ لیا۔ وہ یہ سب انڈے چھپا ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابو نواس بھی آموجود ہوا۔ اب خلیفہ نے کھیل شروع کیا اور ابو نواس کو بھی اپنے کھیل میں شریک کر لیا جب ابو نواس شریک ہو گیا تو خلیفہ نے مثل مرغی کے بولنا اور چلانا کڑکنا شروع کیا۔ اور ایک انڈا اپنے نیچے سے نکالا اس طرح سے کہ گویا مرغی نے انڈا دیا ہے۔ اسی طرح سے سب درباری عمل کرتے رہے یہاں تک کہ اب ابو نواس کی باری آئی۔ اسکے پاس کوئی انڈا نہ تھا۔ وہ حیران تھا کہ میں یہ عمل کیسے کروں اگر اسی طرح عمل نہ کروں گا تو بارہ ڈنڈے کھانے پڑینگے سب درباریوں کی شرارت سے بھری ہوئی نگاہیں اس کی جانب لگی ہوئی تھیں کہ یکایک ابو نواس اپنی جگہ سے جست کر کے کودا اور کمرے کے بیچ میں جا کھڑا ہوا اور اپنے بازو اپنی پسلیوں پر پھڑ پھڑا کر مارے۔ اور بڑے زور سے پکارا کہ "ککڑوں کوں" گویا کہ وہاں اور سب مرغیاں ہیں اور صرف یہی مرغ ہے۔ اس پر خلیفہ اور سب حاضرین ہنس پڑے اور خوش ہو گئے اور ابو نواس پٹنے سے بچ گیا۔

ابو نواس کی داڑھی کا لطیفہ

ابو نواس کی ایک اور ظریفانہ حکایت مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے ابو نواس کی ڈاڑھی مول لے لی۔ اور حکم دیا کہ "اسے اب نیچے بڑھائے جاؤ تا کہ لمبی ہو جاوے جب ضرورت ہوگی میں لیلوں گا" ایک دن دربار میں ابو نواس نے کچھ ایسی حرکت کی کہ جس سے خلیفہ ناراض ہوا اور اس نے بطور تنبیہ ابو نواس کو حکم دیا کہ اپنی ڈاڑھی کا خیال رکھو۔ یہ سنتے ہی ابو نواس نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کرنے کے طور سے اٹھائے اور زور سے پکارا کہ الحمد للہ یہ ڈاڑھی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۷) دربار کی نسبت ملا دوپیازہ اور بیربل کے نام کی شہرت سے سُنتے ہیں عجیب تر یہ کہ بعض لوگوں نے ان لطائف کو اس کے دربار کے واقعی حالات سمجھ کر کتابیں شایع کر دیں۔ ہارون الرشید کے مانند اکبر کی بیدار مغزی شایستگی کی بھی تمام ایشیائی اور یورپین مورخین پوری پوری شہادت ادا کرتے ہیں۔ تواریخ میں ان بے اصل افسانوں کی کچھ بھی اصلیت نہیں پائی جاتی اب سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے ناشایستہ اور خرافات قصے اکبر اور ہارون الرشید جیسے بیدار مغز بادشاہوں کی نسبت عقل کے نزدیک کب قابل قبول ہو سکتے ہیں مصباح

اب پھر میری ہو گئی کیونکہ امیر المومنین خود فرماتے ہیں۔ یہ سنکر خلیفہ ہنس پڑا اور اس کا غصہ فرو ہو گیا۔

اس حکایت سے اسپین کے بادشاہ کے ایک درباری کی بعینہ نظیر یاد آتی ہے ایکمرتبہ شاہ اسپین نے بے توجہی سے اپنے ایک درباری سے لفظ "دوست" کہدیا۔ یہ لفظ سنتے ہی اس درباری نے فوراً ٹوپی اپنے سر پہ اوڑھ لی۔ اس پر بادشاہ اسپین نے خفگی سے اس سے دریافت کیا کہ اس آزادی اور گستاخی کی تو نے کس سے اجازت لی ہے؟ اس نے عرض کیا حضور مجھکو ضرور امرائے اسپین کے زمرہ میں داخل کرنا چاہتے ہیں ورنہ اس طرح دوست کہکر مجھ سے گفتگو نہ فرماتے اور اس لئے میں نے انہیں حقوق کی وجہ سے جو امرا کو حاصل ہیں اپنی ٹوپی حضور کے سامنے اپنے سر پر رکھلی۔ اس پر درحقیقت بادشاہ نے اسکو زمرۂ امرا میں داخل کئے جانیکا حکم دیدیا۔

ابو نواس کی حاضر جوابی

ابو نواس اپنی ظرافت اور حاضر جوابی کی وجہ سے کئی دفعہ علاوہ مار پیٹنے کے اس سے بھی زیادہ سخت سزاؤں سے بچ جاتا تھا خلیفہ ہارون الرشید کو شراب[1] پینے کی بہت عادت تھی اور علاوہ ازیں وہ قرآن شریف کے دیگر احکاموں سے بھی اکثر متجاوز ہو جاتا تھا ایکدن مذہبی احکام اور نیک خیال کیوجہ سے یہ حکم دیدیا کہ ابو نواس کو اسی وقت اور اسی جگہ قتل کر ڈالو۔ ابو نواس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ مجھکو بے جرم اور بلا دلیل صرف متلون المزاجی سے قتل کراتے ہیں۔

ہارون الرشید نے کہا، نہیں بلکہ تم قتل کئے جانیکے مستحق ہو گئے ہو" اس شاعر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ بھی گنہگاروں کو اول انکے جرایم سے مطلع فرماتا ہے اور پھر انکو معاف کر دیتا ہے فرمایئے

[1] خلیفہ ہارون الرشید کے شراب پینے یا مے نوشی سے علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے لیکن نبیذ کا پینا علامہ موصوف کو بھی تسلیم ہے۔ یہ نبیذ کھجور کی تاڑی یعنی تازہ عرق ہوتا تھا جسکو رنگین طبع بجائے شراب کے استعمال کرتے تھے اور علما عراق نے اس کی حلت کا فتویٰ بسبب اسکے کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا تھا دیدیا تھا چنانچہ ابو نواس لکھتا ہے ؎ اباح العراقی النبیذ وشربہٗ عراقی سے امام ابو حنیفہ مراد ہیں اس قسم کے جلسے اور مے نوشی خلفا میں عام طور سے تھی بلکہ اس وقت کی عام معاشرت کا یہی نمونہ تھا۔ اور مے نوشی سے ہر جگہ نبیذ کا دور مراد ہے المامون میں بھی حلت نبیذ کی بابت ایسا ہی احوال مرقوم ہے۔ مسٹر پامر کی اسی حکایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہارون الرشید شراب یا دیگر منشی عرق پینا تو درکنار ہرگز ہرگز ان کو چھوتا تک نہوگا چونکہ اگر وہ خود شراب پیتا تو ابو نواس کو صرف خیالی شراب پینے یا یہ کہو کہ نظم میں شراب کا پینا باندھنے پر کیوں نہ خود کرتا؟ بفرض محال اگر ہارون الرشید کی ایسی عادت ہوتی تو ابو نواس جواب صاف صاف گفتگو کر رہا ہے کیا یہ ممکن تھا کہ وہ خلیفہ سے اپنے بچاؤ کے لئے یہ نہ کہتا کہ میں نے تو شعروں ہی میں شراب کا پینا خیالی باندھا ہے اور آپ تو درحقیقت پیتے ہیں جو حکم مذہبی میرے اوپر صادر ہوتا ہے وہی آپ پر ہوتا ہے۔ مگر وہ کیسے کہتا خلیفہ میں درحقیقت یہ عادت تھی ہی نہیں۔ جو شخص مذہبی احکاموں کا (بقیہ صفحۂ آیندہ)

کر میں قتل کیے جانیکا کس وجہ سے مستحق ہوں؟ خلیفہ نے کہا کہ تم نے جو یہ شعر کہا ہے جسکا مطلب یہ ہے
کہ اے ساقی مجھکو شراب پینے کو دے اور مجھ سے کہہ کہ یہ شراب ہے جبکہ میرے سب افعال علی الاعلان
اور ظاہر ہیں تو تو مجھ سے شراب کا نام کیوں چھپاتا ہے"؟ اس لئے شراب کے پینے کی وجہ سے تم
قتل کئے جانے کے مستحق ہو گئے ہو۔ ابو نواس نے پوچھا کہ امیر المومنین! کیا آپ واقف ہیں کہ مجھے
شراب دے دی گئی تھی اور میں نے اس کو پی تھی؟ خلیفہ نے کہا کہ ہاں مجھے ایسا شبہ ہے۔ ابو نواس
نے کہا کہ کیا آپ مجھے شبہ پر قتل کرانا چاہتے ہیں؟ حالانکہ قرآن شریف میں حکم ہے "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ
اِثْمٌ"۔ یہ سنکر ہارون الرشید نے جواب دیا کہ تم نے اور نظمیں بھی ایسی ہی کہی ہیں جس کی وجہ سے
تم قتل کے مستحق ہو مثلاً تمہارے ایک شعر میں الحاد کا مضمون ہے اور جس کا مطلب یہ ہے "کہ کوئی
شخص اس بات کی اطلاع دینے کیلئے واپس نہیں آیا کہ آیا وہ جنت میں رہا یا دوزخ میں"۔ ابو نواس نے
پوچھا کہ اچھا امیر المومنین! آپ ہی فرمایئے کہ کیا کوئی شخص اس بات کی ہمکو اطلاع دینے واپس آیا ہے؟
خلیفہ نے جواب دیا کہ نہیں۔ یہ سنکر ابو نواس نے کہا کہ اس بات کا مجھے کامل یقین ہے کہ سچ بات
کہنے کی وجہ سے آپ مجھے قتل نہ کرینگے۔ خلیفہ نے کہا کہ ان سب باتوں کے علاوہ تم نے اپنے
ایک شعر میں اللہ تعالیٰ کی نسبت نعوذ باللہ کلمات بے ادبی کا اظہار کیا ہے اور اس شعر کا مضمون
یہ ہے "کہ اے محمد تو ہی ایسا شخص ہے کہ مصیبت کے طوفان کے پیدا ہونیکے وقت ہم سب کی
آنکھیں تیری ہی جانب لگی رہتی ہیں۔ آ تشریف لا۔ کیونکہ میں اور تو دونوں ملکے آسمانوں کے بادشاہ
کو شکست دے سکتے ہیں"۔ ابو نواس نے خلیفہ سے پوچھا کہ کیا ہم نے اس (اللہ تعالیٰ) کو شکست دیدی؟

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۹) ایسا پابند ہو کہ شراب کے پینے تک کے خیال سے اسقدر نفرت ظاہر کرے کہ شاعر کو سخت ترین سزا قتل
دینا پسند کرے تو یہ بات عقل کب مانتی ہے کہ وہ شراب خود پیتا ہوگا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تو نہایت نفرت ہوگی چنانچہ
علامہ ابن خلدون اور دیگر معتبر اور مستند مورخ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید شراب ہرگز نہ پیتا تھا بلکہ
تاڑی کھجور کی پیتا تھا کہ جس کی حلت کا فتویٰ مذہبی پیشواؤں نے دیا تھا اور نیز اسی کتاب میں مسٹر پامر یہ بات متواتر ثابت
کرتے آئے ہیں کہ ہارون الرشید مذہب کا بڑا پابند تھا اور بڑا ہی عالم و فاضل تھا۔ پھر جو شخص مذہب کا پابند ہو اور عالم
باعمل اور فاضل اجل ہو ایسی باتوں کا کرنا جو مذہبی احکام کے خلاف ہوں روا رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اور یہ جو مسٹر پامر
نے لکھا ہے کہ وہ دیگر احکام قرآن شریف کی پابندی نہیں کرتا تھا اول تو اس کے لئے بھی مفصلہ بالا جواب کافی ہے
اور دوسرے یہ ایک بے دلیل بات ہے اور مسٹر پامر نے اس بات کی کوئی نظیر بھی نہیں لکھی۔ اس لئے بے دلیل بات
کبھی بھی صحیح نہیں مانی جاسکتی۔ ۱۲ مصلح۔

خلیفہ نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ تم نے کیا کیا۔ ابونواس نے کہا کہ امیر المومنین! جس بات کو
آپ جانتے ہی نہیں ہیں تو اس کے عوض آپ مجھکو یقیناً قتل نہ کرینگے۔ ہارون الرشید جواب دیتے
دیتے تھک گیا اور اب اس سے زیادہ صبر نہ ہوسکا۔ ابونواس سے کہا کہ تم اپنی یہ بیہودہ گفتگو بند
کرو تم نے ہمیشہ اپنی نظم میں ایسی ایسی باتوں کا ذکر کیا ہے کہ جنکی وجہ سے تم قتل کے مستحق ہو گئے
ہو۔ ابونواس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ باتیں آپ کے جاننے سے بھی بہت پیشتر سے جانتا ہے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے (الشعراء یتبعھم الغاون الم تری انھم فی کل واد یھیمون
وانھم یقولون مالا تفعلون) اور شاعروں کی باتوں پر وہ لوگ چلتے ہیں جو گمراہ ہیں تو نے دیکھا
کہ وہ ہر وادی اور میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جنکو وہ نہیں کرتے
خلیفہ نے فرمایا کہ ابونواس کو جانے دو قتل نہ کرو یہ تو کسی طرح گرفت میں آتا ہی نہیں۔ اسی طرح حاضر
جوابی سے ابونواس کی جان بچی۔

حمید الطوسی کی حاضر جوابی

حاضر جوابی اور ظرافت بعض وقت بہت مفید پڑتی ہے اور اس کی تصدیق مفصلہ ذیل
واقعہ سے ہوتی ہے حمید الطوسی ایک بڑا افسر تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید اس سے ناراض
ہوگیا اور حکم دیا کہ اس کو فوراً اسی جگہ قتل کر دیا جائے یہ حکم سنکر حمید نے رونا شروع کر دیا۔ ہارون
الرشید نے پوچھا کہ تو کس لئے روتا ہے؟ حمید الطوسی نے کہا کہ میں مرنے کے ڈر سے نہیں روتا
موت تو تمامی ذی حیاتوں کیلئے عام ہے۔ لیکن مجھے اس بات پر رونا آتا ہے کہ افسوس! میں اس
دنیا سے امیر المومنین کی خفگی کے دوران میں روانہ ہوتا ہوں۔ ہارون الرشید کو ہنسی آگئی اسکے
قتل سے درگذرا اور اس کی جان بخشی کر دی۔

اسحق مغنی کی حاضر جوابی کا صلہ

اصمعی کا بیان ہے کہ ایک بار ہارون الرشید نے اسحق کے راگ گانے کی تعریف کی اور اسی وقت
بطور انعام ایک رقم زر کثیر اس کو دیئے جانے کا حکم دیا۔ اس مغنی نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپ کے
تعریفی الفاظ میرے راگ سے بہت زیادہ فصیح و بلیغ ہیں۔ پھر آپ مجھے انعام کس لئے عطا فرماتے
ہیں؟ اس شکر گزاری کے صلہ میں خلیفہ نے اس کو اور زیادہ انعام دیا۔ اس پر اصمعی لکھتا ہے اس وقت
مجھے معلوم ہوا کہ اسحق روپیہ کے پیدا کرنے میں مجھ سے زیادہ ہشیار ہے"۔

سفیان اور مفضل کی حکایت

ایک حکایت جو اس زمانہ کی خصوصیات سے ہے اور جس سے اس طریقہ کا پتہ لگتا ہے کہ جب

طور سے خلیفہ ہارون الرشید نے اس قدر دولت بے انتہا جمع کی حسب ذیل ہے۔

ایک بار سفیان بن عیینہ جو بغداد کے قاضی القضاۃ تھے اور علم حدیث کے بڑے مشہور اور مستند اور معتبر راوی ہیں مع ایک عابد گوشہ نشین کے جنکا نام فضیل تھا خلیفہ کے پاس آئے جب یہ خلیفہ کے محل میں داخل ہوئے تو فضیل نے پوچھا کہ خلیفہ کونسا ہے؟ سفیان نے اشارہ سے بتلادیا کہ یہ خلیفہ ہے۔ پھر خلیفہ کی جانب مخاطب ہو کر فضیل نے کہا کہ "اے خوبصورت چہرہ والے! تو ہی وہ شخص ہی کہ جو لوگوں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اور تو نے ہی اپنے کندھوں پر اسقدر ذمہ داری لی ہے درحقیقت تو نے اپنے کندھوں پر بھاری بوجھ دھرا ہے۔"

یہ نصیحتانہ گفتگو سنکے خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب رقت سے خلیفہ کو تسکین ہوئی تو حکم دیا کہ ان دونوں بزرگوں کو ایک ایک تھیلی زر نقد کی دیجائے۔ فضیل نے زر نقد نہ لیا۔ ہرچند خلیفہ نے اصرار کیا کہ آپ قبول کر لیں اور اگر آپ کو خود اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اللہ تعالی کی راہ میں اس کو خیرات کر دینا۔ مگر فضیل نے اس کو لینے سے قطعی انکار کر دیا سفیان نے ان سے کہا کہ آپ لے لیں کیوں اسقدر انکار کرتے ہیں؟ یہ سنکر فضیل نے قاضی القضاۃ کی ڈاڑھی غصہ سے پکڑ لی اور کہا کہ تم قاضی القضاۃ ہو کے اسقدر غلطی عظیم کے کس طرح مرتکب ہوئے؟ اگر ان لوگون نے (یعنی خلیفہ اور اس کے مقرر کردہ حکام نے) یہ روپیہ جائز طور سے حاصل کیا ہوتا تو اس حال میں مجھکو اس کا قبول کرنا جائز ہوتا۔"

علم حدیث

حدیث وہ اقوال ہیں جو حضرت محمد صاحب صلعم سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ حدیثیں گویا قرآن شریف کی ضمیمہ جات ہیں۔ ان میں ہر قسم کے قوانین (شریعت) موجود ہیں یہاں تک کہ زندگی کے روزمرہ کے کام بھی انہیں کے مطابق کئے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی حدیث معتبر نہیں مانی جاتی جبتک کہ براہ راست مختلف معتبر اشخاص (راویوں) کے ذریعے سے اسکا سلسلہ حضرت محمد صاحب صلعم تک نہ پہنچتا ہو۔ حدیث کے قابل قبول ہونے کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ اس حدیث کے ہر ایک راوی کا نام ظاہر کیا جائے مثلاً اگر کوئی ناواقف مسلمان کسی اہل حدیث سے یہ مسئلہ دریافت کرے کہ آیا حج کے ایام میں بھڑ (زنبور) کو مار ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ ان ایام میں مکہ شریف میں سوائے قربانی کے جانوروں کے ذبح کرنے کے اور جانوروں کا مار ڈالنا شریعت میں ممنوع ہے تو اہل حدیث

اس مسئلہ کا جواب یوں دیگا کہ "میں نے الف رضی اللہ عنہ سے یہ بات سُنی ہے کہ ب نے مجھ سے اس طرح کہا کہ انہوں نے ج سے یہ سنا جنہوں نے د سے سُنا تھا اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک آتے ہیں جو پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی تھے کہ انہوں نے پیغمبر صاحب کو کہتے ہوئے سُنا کہ اگر یہ جانور (زنبور) کسی آدمی کے کاٹ لے تو اس کو سواک سے مار ڈالنا چاہئے پیغمبر صاحب کو مسواک کے استعمال سے بہت ہی شوق تھا اور اس طرح بھڑ کا مار ڈالنا جائز اور مشروع ہو گیا۔"

اہل حدیث اور عیسائی کی حکایت

ایک اہل حدیث کی بابت یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ وہ اور ایک عیسائی ایک ہی کشتی میں سوار تھے۔ عیسائی کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لئے اس نے ایک شراب کی بوتل نکالی اور

ف۔ اس امر سے تمام زمانہ واقف ہے کہ مسلمان اہل سنت والجماعت چار مذہب حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی کے پیرو ہیں قرآن وحدیث اور اجماع امت اور قیاس سے ان مذہبوں کی حقیقت اور ان کا راہ راست پر ہونا بخوبی ثابت ہے۔ تیسری صدی سے لیکر تیرہویں صدی کے آخیر تک سب مسلمانوں کا اتفاق تھا کہ یہ چاروں مذہب حق ہیں۔ اور سب مسلمان ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک کے پابند چلے آئے ہیں۔ تیرہویں صدی میں نجد سے جسکی قباحتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں ایک شخص عبدالوہاب نامی نکلا حنبلی مذہب کا کہلا کر اہل سنت سے بہت سے مسائل میں مختلف ہوا اور جہال وغیرہم کو اپنا معتقد بنالیا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے عقیدے والے مسلمان ہیں اور سب اگلے پچھلے مسلمان مشرک اور کافر ہیں اور اسی خام خیال کو پختہ جان کر مسلمانان اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل اور غارت کو مباح کر دیا اور حرمین شریفین پر بھی تغلب کر لیا یہانتک کہ ۱۲۲۳ھ ہجری میں ان کی شوکت ٹوٹی اور گھر بار اجڑے اور لشکر اسلام کی فتح ہوتی۔ جیسا کہ ردالمختار میں جو مقبول العرب والعجم کتاب ہے یہ ذکر درج ہے اور صاحب ردالمختار نے ان لوگوں کو خارجیوں اور باغیوں میں مندرج کیا ہے۔ پھر اس گروہ کے عقائد کی کتاب جس کا نام کتاب التوحید مشہور ہے اور جس میں نبیوں اور ولیوں کو بت اور مسلمانوں کو بت پرست لکھا ہے دہلی میں آئی اور انتشار پائی معتبرین سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اخیر عمر مرض میں اسے دیکھ کے فرمایا تھا کہ اگر عمر نے وفا کی تو اس کا رد بلیغ تحفہ اثنا عشریہ کے طور پر لکھوں گا۔ مگر قضا الٰہی سے وصال ہو گیا اور وہ کتاب دہلی میں پھیلی جس کے سبب ہندوستان میں وہابی لوگ نکلے بدعتوں کی قباحت بیان کرتے کرتے اسلام کے نیک کاموں کو بھی شرک اور بدعت کہنے لگے۔ کئی تو ان میں سے مقلد تھے اور بعضے غیر مقلد اور پھر سب غیر مقلد ہو گئے اور تقلید اماماں دین مجتہدین کو شرک وحرام کہنے لگے اور لکھنے لگ گئے علماء دیندار نے ان کے جواب لکھے۔ مگر بسبب قرب قیامت اور شیوع فتنہ وغرامت کے یہ لوگ تخریب اسلام میں دن بدن ترقی کرتے گئے بعضے ان میں سے نیچری بنکر ضروریات دین سے منکر ہو گئے۔ اور بہتوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس وتنزیہ میں فرق ڈالکر اس پاک ذات جلشانہ کو جسمانی مکانی بنا دیا اور اہل سنت سے اصولاً وفروعاً مخالفت میں اصرار کیا۔ مذہبوں سے (بقیہ صفحہ آئندہ)

ایک گلاس بھر کے اپنے پینے سے پہلے اپنے ہم سفر مسلمان کے آگے تواضعاً پیش کیا۔ اہل حدیث بغیر پس و پیش اس گلاس کو پی گیا اور بعد ازاں اپنے ہونٹوں کو پونچھ پانچھ دریافت کیا کہ یہ کیا چیز تھی؟ عیسائی نے سادہ دلی سے جواب دیدیا کہ یہ شراب تھی۔ یہ سنکر وہ اہل حدیث چیں بجبین ہوا کیونکہ ہر شخص واقف ہے کہ مسلمان شراب نہیں پیتے۔ ان کی شریعت میں شراب حرام ہے اس عیسائی سے دریافت کیا کہ کیا درحقیقت یہ شراب ہی تھی؟ عیسائی نے جواب دیا کہ بیشک شراب تھی میرا غلام اس شراب کو یہودی ایک سوداگر سے خرید کرکے لایا تھا۔ اس فاضل اہل حدیث نے جواب دیا کہ تم عجیب ضعیف الاعتقاد بیوقوف آدمی ہو۔ ہم اہل حدیث یزید ابن ہارون اور سفیان ابن عینیہ جیسے معتبر اشخاص کی حدیث کے مستند اور معتبر ہونے پر بڑی بحث اور دلیل کرتے ہیں۔ تو کیا میں اب ایک غلام کے اعتبار پر جس نے ایک یہودی سے سنا ہو تیری ایک عیسائی کی بات کا یقین کروں۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ یہ شراب ہوگی۔ لاؤ ایک اور گلاس بھر کے دو

(بقیہ صفحہ ۱۶۳) بیزار کرتے ہیں اور مذہب حنفی سے تو نہایت ہی اڑتے ہیں اور اپنی نادانی یا ہوا نفسانی کی رو سے اس نامی گرامی مذہب کے اکثر مسائل کو مخالف قرآن و حدیث بیان کرتے ہیں۔ باوصفیکہ چاروں طرف سے جواب باصواب پاتے ہیں مگر اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہیں آتے ہیں۔ اپنا نام عامل بالحدیث بتاتے ہیں اور ہوائے نفس کے تابع ہو کر یقیناً آیۂ وحدیث کے مخالف چلے جاتے ہیں۔ حدیثوں کی سند کا نام لیکر تعصب سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بتا دیتے ہیں۔ اور اماماں مجتہدین نے جن صحیح حدیثوں سے مسایل اخذ کئے ہیں انکو موضوع اور نہایت ضعیف صرف اپنی زبان اور قلم سے بنا رہے ہیں اور غور کرنے والے کے نزدیک انکا ایسا حال ہے جیسا کہ کتاب مستطرف کی یہ حکایت ایک اہل حدیث اور عیسائی کی ہے۔ اسمیں مرقوم ہے کہ شراب پی کر ان محدث نے یہ کہا کہ اے احمق نصرانی ہم اہل حدیث تو جس سلسلہ میں سفیان ابن عینیہ و یزید بن ہارون ہوتے ہیں تو تھوڑے سے نسیان وغیرہ کی جرح سے انکی حدیث کو رد کر دیتے ہیں تو جس سلسلہ روایت میں نصرانی اور اس کا غلام اور یہودی ہو اس کا اعتبار ہم کب کر سکتے ہیں۔ بخدا میں نے ضعف اسناد کی وجہ سے اس کو پی لیا ہے یہ کشتی سوار ایسے ہی محدث تھے۔ مستطرف ایک عربی کتاب ہے اور عرب کی زبان میں ہے۔ یہ کتاب مصر کے چھاپے خانے میں چھپی ہے۔

افسوس ہے کہ مسٹر پامر اسلام کے فرقوں سے ناواقف تھے اس لئے انہوں نے سب علماء کو اہل حدیث لکھ دیا یہانتک کہ قاضی ابو یوسف جیسے عالم و فاضل اہل سنت کو بھی ان ہی اہل حدیث میں سے لکھدیا۔ حالانکہ اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو قرآن اور حدیث اجماع امت۔ فقہ اور قیاس مجتہد کی پیروی میں اور اسی دین (مذہب) میں کثرت سے مسلمان ہیں اور فرقہ اہل حدیث وہ ہے جو صرف قرآن و حدیث پر صرف اپنے اجتہاد سے عمل کرتے ہیں۔ قاضی ابو یوسف صاحب اور دیگر تمام علماء و فضلا اہل سنت والجماعت تھے اہل حدیث نہ تھے مسٹر پامر نے ناواقفی سے سب کو اہل حدیث لکھدیا ہے یہ بات درست نہیں ہے ۱۲ مصباح

کتاب اغانی کی روایت

عرب مصنفین کا یہ قاعدہ کہ کسی حکایت کے راویوں کے سلسلہ کو اس کے اصلی بیان کرنیوالے تک پہنچانا۔ علاوہ دینی باتوں کے دنیاوی تواریخ میں بھی مروج ہے۔ مثلاً خلیفہ ہاروں الرشید کے سوتیلے بھائی اور اسحٰق مغنی میں جو بحث اور جھگڑا ہوا تھا جس کا ذکر آیندہ کیا جائیگا۔ اس کا بیان کتاب الآغانی کے مصنف نے لکھا ہے۔ کتاب الآغانی ایک مشہور کتاب ہی جس میں شعرا اور مغنیوں کا تذکرہ ہے اس نے یہ ذکر ایک شخص محمد نامی سے سُنا تھا اور محمد نے یہ ذکر اپنے باپ احمدؔ سے اور احمدؔ نے اپنے باپ اسمٰعیل سے سنا تھا۔ اور اسمٰعیل نے اپنے بھائی اسحاق سے سنا تھا جس کا خود یہ ذکر ہے۔ اس کتاب میں جس قدر حکایات ہیں وہ سب اسی طرح لکھی گئی ہیں اور اس لئے ان حکایتوں کو یہ تصور کرنا چاہئے کہ مختلف لوگوں کو یہ باتیں معلوم تھیں اور جن مختلف اشخاص کا بیان ہوتا ہے ان کا پتہ دیگر ذرائع سے بھی بآسانی مل سکتا ہے۔ اس سلئے ان حکایتوں کا صحیح اور واقعی ہونا صاف ظاہر ہے ہیدا ہی علما شاہی خواہش یا اپنے مربی امرا کی خواہش کے موافق اپنے علم سے فیصلہ کردینے سے خوب واقف تھے۔ قاضی ابو یوسفؒ کا خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش ہونا اور انکے عہدہ پر مقرر ہونے

قاضی ابو یوسف

لہ۔ سیرۃ النعمان میں مرقوم ہے کہ قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ہیں ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے تکمیل علوم کے بعد ۱۶۶ھ ہجری میں خلیفہ مہدی کے زمانہ میں قاضی مقرر ہوئے لیکن ہارون الرشید کے زمانے میں تمام ممالک اسلامیہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ قاضی صاحب متعدد علوم میں کمال رکھتے تھے ابن خلکان نے لکھا ہی کہ قاضی ابو یوسف تفسیر مغازی بعد ایام العرب کے حافظ تھے اور فقہ انکا ادنیٰ سا علم تھا۔ علاوہ امام ابو حنیفہ کے اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت میں قاضی صاحب نے علم کی تحصیل کی۔ اعمش ہشام بن عروہ سلیمان تیمی ابو اسحٰق شیبانی یحییٰ ابن سعید انصاری وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں۔ محمد بن اسحٰق سے مغازی اور سیر پڑھی۔ محمد بن ابی لیلےٰ سے فقہ کے مسایل سیکھے۔ خدا نے ذہن اور حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانے میں ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاول کی پانچویں تاریخ ۱۸۲ھ میں وفات پائی اور مرتے وقت زبان پر یہ الفاظ تھے اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے کوئی فیصلہ عمداً خلاف واقعہ نہیں کیا۔ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو۔ قاضی صاحب بڑے دولت مند تھے۔ چنانچہ وقت انتقال کے وصیت کی کہ چار لاکھ روپیہ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ کوفہ اور بغداد کے محتاجوں کو دئیے جائیں۔ قاضی صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے علما کے لئے ایک خاص لباس تجویز کیا جو آج تک برتا جاتا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے (بقیہ صفحہ آیندہ)

کی وجہ انکی خوش اخلاقی ہے۔ دربار کے ایک افسر نے ایک دروغ حلفی کی۔ ابو یوسف نے ایک فتوی سے جو بالکل مطابق شریعت تھا اس کو بے قصور ثابت کر کے رہا کرا دیا۔ اس افسر نے ایک دن خلیفہ کو کسی مسئلہ میں حیران پا کے اس فاضل شیخ کی خلیفہ سے سفارش کی اور کہا ابو یوسف جھوٹ اور سچ کی تمیز میں اور فتوی دینے میں مثل ایک غلطی نہ کرنے والے طبیب کے ہیں۔ یہ سنکر خلیفہ نے ابو یوسف کو بلوایا جب یہ شاہی محلوں کی دو طرفہ قطاروں کے بیچ میں سے جا رہے تھے تو قاضی ابو یوسف نے ایک محل کی کھڑکی میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جس نے ان کو دیکھتے ہی اپنی مصیبت کا حال اشاروں سے ان سے کہا اور ان کی مدد کا خواہاں ہوا جب ابو یوسف خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے خلیفہ نے ان سے فوراً

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۵) تمام لوگوں کا ایک لباس تھا۔ تصنیفات میں سے کتاب الخراج مشہور ہے۔ جیسا کہ مسٹر پامر نے انکو زمرہ اہل حدیث میں لکھا ہے یہ اہل حدیث نہ تھے بلکہ سنت والجماعت تھے مسٹر پامر کی تحریر میں نقیض بہت ہوتا ہے چنانچہ انہیں قاضی صاحب کے بیان کے عنوان میں تو لکھدیا ہے کہ بادشاہ یا امراء کی خواہشوں کے موافق فتوی دیتے تھے اور آگے جا کے بیان کرتے ہیں کہ یہ فتوی انہوں نے بالکل مطابق شریعت دیا۔ ضدین جمع کس طرح ہو سکتی ہیں۔ ہاں یہ ثمرہ تعصب ہے جو یورپین مورخین میں مذہبی امور میں خصوصاً بہت پایا جاتا ہے۔

قاضی صاحب کی تاریخ زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض اس جرأت اور آزادی سے ادا کرتے تھے جس کی مثال ایشیائی سلطنتوں میں بہت کم مل سکتی ہے۔ کتاب الخراج آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ ہارون الرشید نے خراج اور جزیہ کے متعلق قاضی صاحب سے یادداشتیں طلب کی تھیں۔ قاضی صاحب نے اسکے جواب میں چند تحریریں بھیجیں اگرچہ اس میں اور بہت سے مضامین ہیں لیکن زیادہ تر خراج کے مسائل ہیں اس لئے اس کو اس زمانہ کا قانون مالگذاری کہہ سکتے ہیں۔ اس میں بعض موقع پر تنبیہاً ہارون الرشید کو انصاف اور حکمرانی کے طریقہ کی بابت آزادانہ بہت سخت الفاظ میں مخاطب کیا ہے۔ قاضی صاحب کے سوا کس کی جرأت تھی کہ ہارون الرشید کی نسبت ایسا لکھتا تعجب ہے کہ ایسا آزاد اور پاکیزہ نفس شخص بھی دشمنوں کے حملوں سے نہیں بچا۔ قاضی صاحب کے مخالفین نے ان کو خوشامدی اور زمانہ ساز کہا ہے اور اس مضمون کی چند روایتیں بھی گھڑ لی ہیں۔

بعض مورخین جنکو رطب یابس سے کچھ بحث نہیں۔ ان بیہودہ روایتوں کو نقل بھی کر دیتے ہیں جو کہ نادانوں کیلئے ہوئے بس است کا کام دیتی ہیں۔ اس قسم کی بعض حکایتیں تاریخ الخلفاء میں منقول ہیں۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ کتاب الخراج کے مقابلے میں ان روایتوں کا کس حد تک اعتبار ہو سکتا ہے۔ ۱۲ مصباح۔

یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی امام یا مذہبی پیشوا خود اپنی آنکھ سے کسی شخص کو ایسا جرم کرتے ہوئے دیکھکر گرفتار کرلے کہ جس جرم کے لئے شریعت میں سزائے تازیانہ مقرر ہو تو کیا اس امام پر اس شخص کو سزا دینا لازمی ہے"! قاضی ابو یوسف نے اپنی ہشیاری سے خیال کیا کہ جس جوان کو میں نے محل کی کھڑکی میں بیٹھا دیکھا تھا وہ ضرور خلیفہ کا رشتہ دار ہوگا۔ اور یہ فتویٰ شاید اسی کی بابت دریافت کیا گیا ہے۔ ابو یوسف نے فوراً اس مسئلہ کا جواب دیا کہ "نہیں"۔

یہ فتویٰ سنکر ہارون الرشید سجدہ میں گر گیا اور اللہ تعالیٰ کا بے نہایت شکر ادا کیا۔ پھر قاضی ابو یوسف سے پوچھا کہ تمھارے اس فیصلہ کی کیا دلیل ہے؟ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ شبہ پر کسی کو سزا نہ دی جائے۔ ہارون الرشید نے جواب دیا کہ جب کسی شخص نے خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہو تو پھر شبہ کہاں رہا۔ ابو یوسف نے کہا کہ بہ نسبت جاننے کے دیکھنا بہتر نہیں ہے اور نیز کسی جرم سے آگاہی بھی سزا دینے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ شاہد اس کی بابت گواہی نہ دیں ایسا ہی شریعت میں حکم ہے۔ علاوہ ازیں کسی شخص کو اپنے آپ خود بغیر گواہ فیصلہ کرنیکا کب اختیار حاصل ہے خلیفہ کو ان مسئلوں کے سننے سے تسکین ہوگئی۔ پھر ہارون الرشید اور اسکے بیٹے دونوں نے وہی جوان آدمی جو محل میں قید تھا اور جسکو راستہ میں قاضی ابو یوسف نے دیکھا تھا وہ جوان خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا۔ بڑی بڑی رقمیں زر نقد کی قاضی ابو یوسف کو بطور انعام دیں چونکہ انھوں نے مسئلوں کا مفہوم اور مطلب مثل ندیموں کی گفتگو کے بہت ہی اچھی طرح ہشیاری اور دانائی سے خلیفہ کو سمجھا دیا۔[1]

---

[1] اس سے زیادہ ہارون الرشید کی دینداری۔ پابندی مذہب اور انصاف اور معدلت عامہ کی اور کیا دلیل ہوگی کہ جرم کے شبہ میں اپنے بیٹے کو بھی فوراً قید کردیا اور بیشک اگر علما مذہب اس کی سزا کے وجوب کا فتویٰ دیدیتے تو وہ ضرور اس کو سزا بھی دیتا کیونکہ قید اسی لئے کیا ہی تھا اور اس امر کی صرف دو نظیریں مل سکتی ہیں ایک تو اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو سزا شرعی دی تھی اور ایک نوشیرواں شہنشاہ ایران کی بابت بھی ایسی ہی حکایت مشہور ہے پھر بعض ناواقف مورخین تعصب سے یا جہل سے اگر یہ لکھدیں کہ وہ مذہبی احکام کا پابند نہیں تھا تو ان کا بیان کسی طرح بھی قابل سند اور لایق وقعت نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ اور بیسیوں شہادتیں اس کی پابندی مذہب اور معدلت کے بارہ میں موجود ہیں ۱۲ مصباح۔

خلیفہ ہارون الرشید کے جنتی ہونیکا فتویٰ

ایک اور موقع پر علمانے ہارون الرشید کی بابت یہ فتویٰ دیدیا کہ خلیفہ بیشک جنت میں داخل ہوگا کیونکہ خلیفہ ہارون الرشید اپنے ایام جوانی میں ایک بار باوجود قدرت اور کام پر قادر ہونے کے اپنی ہوا و حرص نفسانی کے فریب میں آنے سے محترز رہا تھا۔ اس سے ہارون الرشید کو بے انتہا خوشی خرمی تھی اور اسی طرح قرآن شریف میں آیا ہے "لیکن وہ لوگ جو اپنے مالک اللہ تعالیٰ کے مقام سے ڈرتے ہیں اور اپنے نفس کو ہوا و حرص شہوانی سے بچاتے ہیں اور روکتے ہیں درحقیقت جنت انہیں لوگوں کے رہنے کے لئے ہیں"

عیسیٰ ابن جعفر اور اس کی کنیز

قاضی ابو یوسف ہمیشہ نیک نام رہے اور خلیفہ کو اپنے علم دینی سے بہت مدد دیتے رہے ایکدن ہارون الرشید نے انکو بلوا کر اپنے ایک رشتہ دار مسمی عیسیٰ ابن جعفر کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے حکم قرار دیا عیسیٰ ابن جعفر کے پاس ایک کنیز تھی وہ خلیفہ کو پسند آگئی۔ اسلئے ہارون الرشید نے بطور تحفہ اور ہدیہ کے اس کو لینا چاہا عیسیٰ نے کنیز کے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ اگر عیسیٰ کنیز نہ دیگا تو میں اس کو قتل کردوں گا اس وقت بیچارے عیسیٰ نے خلیفہ سے انکار کرنے کی تشریح اور توجیہہ مفصل بیان کی کہ میں نے حلفیہ یہ اقرار تحریر کر دیا ہے کہ اگر میں کبھی بھی اس کنیز کو اپنے پاس سے علیحدہ کروں یا فروخت کروں تو اسی وقت میری بیوی پر طلاق ہو جائے اور میرے سب غلام آزاد ہوں اور جو کچھ میری جائداد ہے وہ محتاج اور مساکین کے لئے وقف ہو جائے اسی وجہ سے میں نے کنیز کے دینے سے انکار کیا خلیفہ نے اس امر کا فیصلہ کرنے کیلئے قاضی ابو یوسف کو بلوایا اور یہ سب معاملہ ان سے کہا انہوں نے ذرا سوچکر عیسیٰ کو یہ صلاح دی کہ یہ نصف کنیز کو خلیفہ کو بطور تحفہ کے دیدے اور دوسرے نصف کو خلیفہ خرید فرمائے تاکہ اسکی قسم اتر جائے چنانچہ اسی طور سے یہ معاملہ باحسن وجوہ ختم ہوا۔

جعفر برمکی اور اس کی کنیز۔

اسی طرح ایکدفعہ جعفر برمکی اور خلیفہ کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے یہی ابو یوسف حکم مقرر ہوئے ایک رات جعفر اور ہارون الرشید دونوں نے نبیذ کا جلسہ قرار دیا خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے ایک کنیز خریدی ہے جسکی خریدنے کا میں مدت سے شایق تھا۔ تم اس کنیز کو میرے ہاتھ فروخت کردو۔ جعفر نے کہا میں تو اس کو بیع نہیں کر سکتا۔ خلیفہ نے کہا اگر بیچتے نہیں تب مجھے ویسے ہی دیدو جعفر نے کہا کہ میں اسکو ہدیۃً بھی نہیں دیسکتا۔ یہ سنکر ہارون الرشید غصہ میں چلا اٹھا کہ اگر تم اس

کنیز کو میرے ہاتھ نہ بیع کرو نہ ہدیۃً دو تو زبیدہ پر طلاق بائن ہے۔ یہ الفاظ بمشکل منہ سے نکلے ہی ہونگے کہ انکے مطلب پر جعفر اور خلیفہ آگاہ ہوئے اور دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک ایسا معاملہ آپڑا ہے جس کو سوائے قاضی ابو یوسف کے اور کوئی فیصل نہیں کرسکتا قاضی صاحب کو فوراً بلوایا گیا قاضی صاحب یہ سمجھ کر کہ خلیفہ نے مجکو اس وقت آدھی رات کو جو بلوایا ہے تو بیشک کوئی بہت ضروری معاملہ رجوع ہوگا۔ اسلیئے جلدی سے اٹھے اور اپنے خچر پر سوار ہوئے اور سائیس سے کہا کہ توبرہ میں دانہ ڈالکر اس کو لیتا چل۔ وہاں مجھے بہت دیر لگے گی اور تو اس عرصہ میں خچر کو دانہ کھلا دینا جب قاضی صاحب وہاں پہنچے تو خلیفہ ہارون الرشید تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور ان کا استقبال کرکے ادب سے اپنے برابر مسند پر بٹھالیا اور پھر وہی گفتگو دہرائی جو اسمین اور جعفر میں ہوئی تھی۔ قاضی صاحب نے یہ سنکر اول تو وہی ترکیب بتلائی جسکا ذکر اوپر کی حکایت میں گزرا لیکن ہارون الرشید کو اس بات سے تسکین نہیں ہوئی چونکہ خلیفہ اس کنیز کو فوراً اپنے قبضہ میں بغیر اپنی قسموں کے کفارہ کے پورا کیئے لینا چاہتا تھا۔ ابو یوسف نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کوئی آسان حجت شرعی نہیں ہوسکتی کہ اس کنیز کا اپنے غلاموں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کردو اور پھر وہ غلام بعد نکاح اس کو طلاق دیدے تب وہ کنیز آپ پر جایز ہوسکتی ہے[ل]۔

خلیفہ نے ایک غلام کو بلاکر اس کنیز کا اس سے وہیں اور اسی وقت نکاح کردیا۔ اور پھر اس غلام کو حکم دیا کہ تو اس کنیز کو طلاق دیدے۔ مگر اس غلام نے طلاق دینے سے بالکل انکار کردیا گو اسکو لالچ بھی بہت دیا گیا مگر وہ راضی نہیں ہوا۔ اس بات سے خلیفہ کو نہایت غصہ اور طیش آیا۔ قاضی صاحب اب اور زیادہ مشکل مسئلہ کی فکر میں ہوئے۔ پھر انہوں نے یہ صلاح دی کہ اس کنیز کے خاوند کو بطور غلام کے اسی کنیز کو دیدیا جائے۔ جب ان کی اس حکم کی تعمیل ہوگئی تو قاضی صاحب نے پھر یہ فتوے دیا کہ اس کنیز کا نکاح اس غلام سے جو ہوا تھا وہ اب منسوخ ہو گیا اسلیئے کہ غلام اب اس کنیز کی ملکیت

[ل] بعض خاص حالتوں میں جبکہ مرد اور عورت کا باہم نکاح ہونا شرعاً ممنوع ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی خاوند نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دیدی اور وہ شخص اس عورت سے پھر نکاح کرنا چاہے تو یہ شرعی ممانعت اسی طور سے رفع ہوسکتی ہے کہ وہ عورت اول کسی اور دیگر شخص سے نکاح کرے اور بعد ازاں اس شخص سے طلاق لیوے۔ تب اول خاوند سے نکاح جائز ہے صرف الفاظ طلاق خاوند کے طلاق واقع ہو جانے کیلئے کافی ہیں یہ نوٹ خود مسٹر ہامر کا لکھا ہوا ہے ۱۲

میں آگیا خلیفہ اور جعفر قاضی صاحب کی اس ہشیاری اور آگاہی علوم سے اسقدر خوش ہوئے کہ جب قاضی صاحب رخصت ہوکر گھر جانے لگے تو انکے خچر کے توبرے کو دونوں نے سونے (طلا) سے بھر دیا

اس واقعہ پر عربی مورخ نے جو تشریح اپنی جانب سے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے کئی عمدہ نتیجے حاصل ہوئے ہیں۔ اول تو یہ کہ جعفر خلیفہ ہارون الرشید کو راضی کرنا چاہتا ہے دوسرے اس حکایت سے ہارون الرشید کی نرم دلی۔ رحم کی انصاف اور معدلت کا حال معلوم ہوتا ہے تیسرے قاضی ابو یوسف صاحب کے فضل وکمال اور تبحر علوم کا احوال ظاہر ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ ان سب کی ارواح پر بطفیل اپنے حبیب پاک کے رحمت فرمائے۔ لیکن قسم کے کفارے کا جو سوال ہے اسکو ہمارا خاص فرقہ مشکل سے یا باکراہ منظور اور جائز رکھتا ہے۔ اور قاضی ابو یوسف صاحب[1] نے تو اس مسئلہ کا استخراج اپنے فرقے کی شریعت کے عین مطابق کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا ہے کہ کونسی بات راستی پر ہے۔

---

[1] قاضی ابو یوسف صاحب سنت والجماعت کے چار فرقوں میں سے حنفی المذہب تھے اور یہ عربی مورخ باقیماندہ سنت والجماعت کے تین فرقوں یعنی شافعی حنبلی۔ یا مالکی میں سے کسی ایک فرقہ میں ہونگے۔ کتاب درمختار میں جو غایت درجہ کی با اعتبار بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض وبرکت کے آثار سے پر ہے مرقوم ہے کہ حنفی مذہب میں ہونے کی شکر یہ ہم خاکساروں بے وقاروں سے کہاں ادا ہو سکتے ہیں؟ جب حضرت امام یوسف قاضی الشرق والمغرب جیسے اولیاء عظام یوں فرما گئے ہیں

حسبی من الخیرات ما اعددتہ — یوم القیمۃ فی رضی الرحمٰن

دین النبی محمد خیر الوریٰ — ثم اعتقادی مذہب النعمان

یعنی قیامت کے دن باری تعالیٰ کے خوش کرنے کیلئے مجھکو یہ دو نیک کام کافی ہیں ایک تو دین اسلام دوسرا مذہب امام ہمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب مصنف درمختار فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف اس طرح کیوں نہ فرماتے؟ ایسا عارف کامل کب کوئی ہوا ہے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پچپن حج کئے اور چالیس برس تک شب بیدار رہکر عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور تیس سال تک علی الاتصال سوائے عیدین وایام تشریق کے روزہ دار رہے اور تمام عمر محنت شاقہ کرکے تدوین فقہ اور علم دین اسلام کو درجہ کمال پر پہنچایا اور اخیر حج میں بیت اللہ شریف کے مجاوروں سے اجازت لیکر اندر داخل ہوئے اور دونوں ستونوں کے درمیان کھڑے ہوکر دوگانہ نفل ادا کیا اور دونوں رکعتوں میں پندرہ سیپارے پڑھکر قرآن مجید ختم کیا پھر فارغ ہوکر زاری کرکے مناجات کی کہ الٰہی ما عبدک ھذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفک حق معرفتک یعنی خداوندا اس عاجز بندے نے تیری بندگی کا حق ہرگز ادا نہیں کیا مگر تیرے ایمان اور معرفت میں جہانتک کہ مخلوقات کا امکان ہے حق معرفت کا ادا کیا ہے۔ پس عبادت کے نقصان کو معرفت کے کمال کی برکت سے بخشدے تو بیت اللہ شریف کے اندر سے آواز غیبی آئی کہ اے ابو حنیفہ بیشک تو معرفت میں کامل ہے اور ہماری عبادت بھی تو نے اچھی کی وقد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علی مذہبک (بقیہ آئندہ)

عاملوں اور گورنروں کی تقرری کا طریقہ

ذیل کی حکایت سے کچھ وہ احوال معلوم ہوتا ہے جس طرح سے خلیفہ ہارون الرشید صوبجات پر عامل یا گورنر مقرر کر کے بھیجا کرتا تھا۔

اسمٰعیل بن صالح کو جو عبد الملک کا بھائی تہا جنکا ذکر اس سے پیشتر کتاب ہذا میں لکھا جا چکا ہے کہ خلیفہ ان سے ناراض ہو گیا تھا۔ ایکدن ہارون الرشید نے ملاقات کے لئے اپنے پاس بلوایا۔ اسمٰعیل نے اپنے بھائی عبد الملک سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ "تمہارے قید کے زمانے میں تمہارے پاس سے میں کہیں نہیں جاؤں گا" لیکن فضل وزیر اعظم کی ترغیب سے جس نے اسمٰعیل سے کہا کہ تم عبد الملک سے یہ بہانا کر کے اجازت لیلو کہ خلیفہ کی طبیعت ناساز ہے اس لئے میں اس کی عیادت کو جاتا ہوں اسمٰعیل خلیفہ کے حضور میں حاضر ہونے کو روانہ ہوا۔ لیکن اس کے روانہ ہونے سے پیشتر عبد الملک نے اسمٰعیل سے کہا کہ وہ لوگ تم کو شراب پلانا اور تم سے راگ سننا چاہتے ہیں۔ پس اگر تم وہاں جا کر یہ کام کروگے تو پھر میں تم کو اپنا بھائی نہیں سمجھوں گا۔ جب اسمٰعیل خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ نے بڑی ہی مہربانی سے اس کا استقبال کیا اور اپنے ہمراہ کھانا کھلایا۔ بعد کھانا کھلانے کے معالج شاہی (جبریل بن بختیشوع عیسائی) نے خلیفہ کو تھوڑی سی شراب پینے کی صلاح دی خلیفہ نے کہا خدا کی قسم! جبتک اسمٰعیل میرے ساتھ نہیں پئے گا میں بھی ہرگز نہیں پیوں گا۔ اسمٰعیل نے عرض کیا کہ

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷۰) الیٰ یوم القیٰمۃ یعنی ہم نے تجھکو اور تیرے تابعداروں کو جو قیامت تک عبادات اور معرفت اور مجتہدات شرعیہ میں تیرے پیرو ہیں سب کو بخشا۔ مراد یہ ہے کہ مسائل اسلام میں یعنی تمیز حلال و حرام و آدائے فرض و واجب و سنت و مباحات وغیرہ اعمال صالح کا آپکی تحقیق کے موافق عامل ہو یہ نہیں کہ صرف نام کے حنفی ہونے سے بہشتی ہوسکے قطب الاقطاب حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ آں چراغ شرع و ملت آں شمع دین و دولت آں نعمان ثابت حقائق آں عمان جواہر معانی و دقایق۔ آں عارف عالم صوفی امام جہاں ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کسیکہ بہم زبانہا ستودہ باشد و بہمہ ملتہا مقبول کہ تواند گفتن۔ ریاضت و مجاہدہ در خلوت و مشاہدہ او نہایت داشت و در صول طریقت و فروع شریعت درجہ رفیع و نظرے نافذ داشت و بسیار صحابہ و مشائخ را دیدہ یا امام صادق رضی اللہ عنہ صحبت داشت و استاد فضیل و ابراہیم ادہم و بشر حافی و داؤد طائی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم بود و بسر روضہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اجمعین رفت و گفت السلام علیک یا سید المرسلین جواب آمد و علیک السلام یا امام المسلمین۔ انتہیٰ پس ایسی شہادتوں سے جب ثابت ہوا کہ غفار الذنوب کے فضل سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے سچے مقلد اور سچے پیرو مغفور الاثار ہیں اور امام صاحب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے مسلمانوں کے پیشوا اور امام ہیں تو ہم حنفی اہل سنت والجماعت ملکے اتباع پر فخر کیوں نہ کریں اور اس تقلید کو ذریعہ نجات کیوں نہ جانیں ھنیئاً لارباب النعیم نعیمہا ۱۲

امیر المومنین میں نے اس قسم کی باتوں سے توبہ کرلی ہے۔ لیکن خلیفہ نے یہ انکار قبول نہیں کیا اس پر دونوں نے تین تین گلاس شراب کے پیئے۔ بعد ازاں ایک پردہ سامنے پڑا تھا وہ اٹھ گیا اور کنیزوں نے آکر ناچنا اور گانا شروع کیا اور فوراً بزم عیش وطرب مہیا ہو گئی۔ اسمٰعیل کو نہایت سرور ہوا۔ ہارون الرشید کے ہاتھ میں جواہرات بیش بہا کی ایک تسبیح تھی خلیفہ نے ایک کنیز سے بانسری لیکر اور وہی بیش بہا تسبیح اسپر لپیٹ کر اسمٰعیل کی گودی میں پھینکدی اور اسمٰعیل سے کہا کہ کچھ اشعار اس بین پر بجاؤ۔ اور جواہرات بیش بہا کی جو یہ تسبیح ہے اس سے اپنی توبہ کا کفارہ کر دینا۔ اسمٰعیل نے کچھ شعر سنائے جنکا مطلب ذیل ہے

"میں نے اپنے ہاتھوں کو گناہ کرنا کبھی نہیں سکھایا۔ اور میرے پیر مجھکو گناہ کی جانب کبھی نہیں لے گئے نہ آنکھ یا کان سے کسی گناہ کا خیال میرے دماغ میں کبھی آیا اور اب میں اپنی تقدیر پر روتا ہوں گو مجھ سے پہلے بھی بہت سے لوگوں کی ایسی تقدیر ہو چکی ہے"!

اسمٰعیل صالح کا مقرر ہونا

ہارون الرشید ان اشعار کے سننے سے بہت خوش ہوا اور اسی وقت ایک نیزہ منگوا کر اس پر مصر کا پھریرا (جھنڈا یا نشان) لگا دیا اور وہ نیزہ اسی وقت اور وہیں اسمٰعیل کو دیدیا خلیفہ کے اس طرح نیزہ اور نشان کے دینے سے گورنر مقرر ہو جاتے تھے۔ خلیفہ کو جس ملک کا عامل یا گورنر مقرر کرنا مقصود ہوتا اسی ملک کا نشان نیزہ پر چسپاں کرایا جاتا۔ چنانچہ اسی طرح خلیفہ نے اسمٰعیل کو مصر کا گورنر مقرر فرمایا۔

اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں نے مصر میں دو سال تک بڑے ہی عدل اور انصاف اور رعایا پروری سے حکومت کی اور بہت اچھا انتظام کیا۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ اس وقت میرے پاس میرے ذاتی پانچ لاکھ دینار (دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ) موجود تھے۔

ابراہیم الموصلی اور رشو دالا

ابراہیم الموصلی[۱] بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن سیر کے لئے نکلا۔ میں ایک جلسہ مے نوشی میں شریک

---

[۱] ابراہیم الموصلی فن موسیقی کا مشہور استاد تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم (دو ہزار پانسو روپے ماہوار) کا نوکر تھا البرامکہ میں کتاب عقد الفرید حالات مغنین کے حوالہ سے تحریر ہے کہ ابن جامع مہی۔ زلزل۔ عمر بن بانتہ غزال۔ علویہ اس کے ہمعصر تھے لیکن جو لطف اس کے گانے میں تھا وہ دوسروں میں نہ تھا ہارون الرشید نے ایک دن برصوما سے سوال کیا کہ ابراہیم کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین! وہ ایسا باغ ہے جسمیں ہر قسم کے پھول اور پھل ہیں۔ ابراہیم بہت راگنیوں کا موجد ہے اور اسحاق موصلی اسی ابراہیم کا بیٹا ہے ۱۲ مصباح ۱۲

ہوا اس کی وجہ سے جو سستی ہو گئی تھی تو میں نے خیال کیا کہ ہوا میں پھرنے سے یہ سستی جاتی رہے گی
جب میں سیر کو چلا یکا یک ایک مکان میں سے کچھ خوشبو کھانا پکنے کی آئی جس سے مجھے بے اختیار
فوراً بھوک لگ آئی میں نے اپنے غلام سے کہا کہ ذرا دیکھنا کون سے مکان میں سے یہ خوشبو آرہی
ہے جب مکان معلوم ہو گیا تو میں وہاں گیا اور دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ایک کنیز دروازہ کھولنے
آئی میں نے اس سے کہا کہ تمہارے ہاں جو کھانا پک رہا ہے اس میں مجھے بھی شریک کرو مجھے بھوک
لگ رہی ہے یہ سنکر وہ کنیز اپنی مالکہ کے پاس اندر گئی اور اسکی اجازت حاصل کر کے ہمکو اندر
لے گئی۔ہمکو ایک جگہ بٹھلا کر اس نے ایک دیگچی میں سے کچھ نمک چکھا اور پھر اس میں سے کھانا ایک
قاب میں اتارا اور ہم دونوں کے آگے رکھدیا۔ابراہیم کو یہ کھانا بہت ہی عمدہ اور ذائقہ دار معلوم
ہوا اس نے خوب دل کھول کے کھایا۔بعد فراغت اجازت لیکر روانہ ہونے کو تھا کہ مالکہ مکان
نے یہ کہلا بھیجا کہ میرے خاوند کے اس وقت یہاں نہ موجود ہونے کا افسوس ہے۔اگر وہ اس وقت
یہاں ہوتا تو مجھے امید تھی کہ وہ آپ کو اور زیادہ عرصہ تک یہاں رکھنے سے خوش ہوتا اور آپکے ساتھ
ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوتا۔ابراہیم روانہ ہو گیا۔اور اسکو دروازہ پر ایک آدمی خچر پر سوار ملا۔یہ مالک مکان
تھا اس نے اپنی کنیز سے تمام احوال سنکر اور خچر پر سوار ہو کے ابراہیم کو تلاش کرنا شروع کیا اور اس
سے ملاقات کر کے بڑے اصرار سے اس کو اپنے مکان پر پھیر لایا اور ایک بڑے آراستہ کمرے میں
لیجا کر بٹھایا۔اور اپنے مہمان کے روبرو نہایت عمدہ عمدہ میوہ جات پھل اور مٹھائی وغیرہ اور عمدہ شراب
رکھی اور شام تک اس کو اپنے گھر میں مہمان رکھا۔دوسرے دن ابراہیم کے پاس یہ اطلاع پہنچی کہ کل خلیفہ
نے تم کو کئی بار بلوایا۔یہ سنکر ابراہیم اپنے میزبان سے رخصت ہو کر فوراً خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اپنا
تمام حال کل کی سیر اور کھانے وغیرہ کا بیان کر کے خلیفہ سے کل کی غیر حاضری کی بابت عذر و معذرت
کرتا رہا۔اور اپنے میزبان کے گھر کے کھانے کی خلیفہ سے بڑی ہی تعریف کی۔خلیفہ یہ حال
سنکر بہت خوش ہوا ابراہیم سے پوچھا کہ آیا تمہارے میزبان نے تم سے تمہارا نام نہیں پوچھا۔ابراہیم نے عرض
کیا نہیں پوچھا۔نام پوچھنے کی اس وقت فرصت ہی نہیں ہوئی۔اوہر اودہر کی باتوں میں وقت گذر گیا
ابراہیم سے اسقدر بے انتہا تعریف سنکر ہارون الرشید کو بھی اس شخص کے کھانے کی تمنا ہوئی ابراہیم سے
کہا کہ اگر تمہارا میزبان میرے اور تمہارے دونوں کے نام و نشان پوچھے بغیر ہماری دعوت کرے تو

میں بھی وہاں چلا چلوں اس بات کا دوسری رات کو آسانی انتظام ہو گیا۔ ابراہیم نے اپنے "جان نہ
پہچان" میزبان سے کہا کہ میرا ایک دوست بہت مقروض ہے اور آپ سے ملاقات کرنیکا وہ بہت مشتاق
ہے مگر اس خوف سے کہ اس کے قرض خواہ اس کو دیکھکر گھیر نہ لیں اس وجہ سے دن میں آپکے پاس
نہیں آسکتا میں اور وہ آپ کے پاس آج رات کو آئیں گے جب رات ہوئی تو ابراہیم اور خلیفہ
دونوں دو خچروں پر سوار ہو کے اس شخص کے مکان پر پہنچے۔ اس نے ان کا نہایت تواضع اور
خاطر داری سے استقبال کرکے ایک کمرہ میں لیجا کے بٹھایا اور ان کے آگے کھانا چنا خلیفہ نے
کہا کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایسا مزیدار کھانا کبھی نہیں کھایا اور جو کچھ خلیفہ کو وہاں دیکھا اور سنا
اس سے بڑا ہی خوش ہوا۔ پھر اپنے میزبان سے پوچھا کہ تمہاری گذر اوقات کی کیا صورت ہے؟ میزبان
نے جواب دیا کہ جب میرے باپ کا انتقال ہوا تو میرے ورثہ میں ایک بڑی جائداد آئی۔ اس جائداد
کا ایک بڑا حصہ تو میں نے فضولیات لہو و لعب میں اڑا دیا اور برباد کیا۔ پھر میں نے اپنا خرچ کم کر دیا اب
اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ میری گزران مزے سے ہوتی ہے۔ خدا کے فضل سے مجھے اب کسی
چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں شراب کی خوشبوؤں اور کنیزوں کے راگ گانے سے خلیفہ کو
اس درجہ سرور حاصل ہوا کہ خلیفہ نے ابراہیم سے کان میں کہا کہ "اس میزبان کو علیحدہ لیجا کر یہ بتلا دے کہ
میں ہارون الرشید ہوں" یہ سنکر ابراہیم نے میزبان سے علیحدہ میں کہا کہ تم جانتے ہو تمہارا یہ مہمان کون
شخص ہے؟ میزبان نے کہا میں نہیں جانتا۔ ابراہیم نے کہا آگاہ ہو کہ یہ امیر المومنین ہیں۔ میزبان یہ
سنکر اسقدر ہنسا کہ ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ اور کہتا رہا کہ آہا۔ یہ کیا عجب بات ہے اے نادان یہ سنکر
خلیفہ بھی ہنسنے لگا۔ پھر میزبان نے اپنی بیوی کو پکار کر بلایا اور کہا کہ تم نے ہمارے مہمانوں کو دیکھا؟
یہ شراب پیکر مدہوش ہیں۔ اور میرے شکریے میں ہنسی مذاق کی باتیں کرکے میرا دل خوش کر رہے ہیں
ان میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ میں امیر المومنین ہوں یہ کہکر ایک گلاس مذاقاً ادب کے انداز سے ہارون رشید
کیجانب بڑھایا اور کہا کہ امیر المومنین! یہ نوش جان فرمائیے۔ اس انداز پر ہارون الرشید کو اور بھی ہنسی
آئی۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ تو درحقیقت اصلی امیر المومنین ہیں۔ میزبان نے ابراہیم سے یہ لفظ پھر سنکر کہا
کہ خدارا اپنا یہ نشہ کا مذاق معاف رکھیے۔ تم نے تو ابھی دو ہی گلاس پیے ہیں اور اتنے ہی نشہ
میں اس شخص کو امیر المومنین بنا دیا شاید ایک اور نصف گھنٹے میں تم اس شخص کو کہیں پیغمبر ہی

نہ بتلا دو۔ رات یوں ہی ہنسی میں گزری جب صبح ہونے لگی تو یہ دونوں مہمان اپنے میزبان سے رخصت ہونے لگے۔ ابراہیم اپنے میزبان کو اپنے بیان کی سچائی کا یقین کرانے میں چونکہ ناکامیاب رہا تھا اس وجہ سے اس نے اپنے میزبان سے وقت رخصت یہ کہا کہ صبح کو تم اپنے ہمسائیوں سے خلیفہ ہارون رشید اور ابراہیم الموصلی کی شکل و شباہت کا حال دریافت کرنا اور چلتے ہوئے میزبان کا نام دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرا نام اشٹو والا ہے۔ صبح کو میزبان کے ہمسائیوں نے اس سے پوچھا کہ رات کو تمہارے ہاں کیا غل اور شور ہو رہا تھا اور وہ تمہارے دونوں مہمان کون تھے؟

میزبان رات کی بزم طرب کا سب حال بیان کر چکا تو ایک ہمسایہ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ تو بتلاؤ تمہارے مہمانوں کی کیا شکل و شباہت تھی؟ اور جب میزبان نے ان کی شکل و شباہت کا پتہ بتلایا تو اس ہمسایہ نے کہا کہ درحقیقت وہ شخص خلیفہ ہارون الرشید ہی تھا۔

میزبان یہ سنکر ابراہیم الموصلی کے گھر گیا اور اطلاع کرائی کہ اشٹو والا آپ سے ملنے آیا ہے۔ ابراہیم نے فوراً اس کو اپنے پاس بلوا لیا اور اپنے ساتھ سوار کر کے اس کو خلیفہ کے محل پر لے گیا۔ یہ دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے نہایت اصرار سے اشٹو والے سے کہا کہ تم ویسے ہی رات کی طرح سے اپنی حقارت آمیز گفتگو کی نقل کرو۔ اشٹو والے نے بعینہ ویسی ہی نقل کی۔ خلیفہ ہارون الرشید ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ پھر خلیفہ نے اس کو ایک کثیر التعداد زر نقد انعام دینے کے لئے حکم فرما دیا اور کہا کہ تم اشٹو جس ترکیب سے پکاتے ہو وہ بتلا دو۔ اس نے عرض کیا کہ امیر المومنین! جو چیز کہ ایسی بیش بہا ثابت ہوئی کہ اس کی وجہ سے میں یہاں تک پہنچا۔ اگر میں اس کو اب بتلا دوں گا تو پھر مجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا ہاں امیر المومنین کا جس وقت اشٹو کو دل چاہا کرے گا میں پکا دیا کرونگا۔ ہاروالرشید اس کے اس جواب سے خوش ہوا اور یہ خوش قسمت میزبان بعد ازاں اشٹو والے کے نام سے مشہور ہو گیا۔

خانہ کعبہ میں ہارون الرشید اور ایک عرب کی بیخوف گفتگو

ہارون الرشید سے لوگ اکثر بڑی سختی سے گفتگو کر لیتے تھے اور ایسے جواب دیتے تھے جس میں ذرا بھی نرمی یا خلق نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار ہارون الرشید حج کے لئے مکہ شریف گیا اور کعبہ شریف کا طواف کرنے کو گیا تھا کیونکہ یہ طواف بھی شریعت کے حکم کے موافق مناسک حج میں داخل ہے کہ یکایک ایک عرب نے ہارون الرشید سے آگے نکل کر کعبہ شریف کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ اس کی اس حرکت سے خلیفہ کو بہت تعجب ہوا۔ ندیموں نے اپنے آقا کا اشارہ پا کر اس بہادر عرب کو

روکا جس نے فوراً جواب دیا کہ "اللہ تعالیٰ نے امام (پیشوائے مذہب) اور رعیت کو اس جگہ مساوی کر دیا ہے جیسا کہ وہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے" اس مقدس جگہ کو ہم نے سب لوگوں کیلئے یکساں بنایا ہے۔ چاہے کوئی اس میں رہنے والا ہو یا کوئی اجنبی مسافر ہو۔ اور جو کوئی بے انصافی سے اس مقدس جگہ کی بے ادبی کرے گا تو ہم اس کو دکھ کی مار دینگے"

جب ہارون الرشید نے یہ سنا تو اپنے ندیموں کو حکم دیا کہ اس عرب کو جانے دو اور اس سے کچھ نہ کہو۔ پھر خلیفہ نے جب حجر الاسود کو بوسہ دینا چاہا تو یہاں بھی اس عرب نے خلیفہ سے پہلے حجر الاسود کو بوسہ دیا جب خلیفہ نے مقام ابراہیم پر (یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ کعبہ شریف کی تعمیر کی تھی) نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو وہاں بھی اس عرب نے خلیفہ سے پہلے نماز پڑھ لی۔ حج کے جب تمام مناسک ادا ہو چکے تو ہارون الرشید نے ایک معتمد کو بھیجکر اس عرب کو اپنے پاس بلوایا عرب نے جواب دیا کہ مجھکو تو ملنے کی ضرورت ہی نہیں اگر خلیفہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو اس کو خود میرے پاس آنا چاہیئے یہ جواب سنکے خلیفہ خود اس عرب کے پاس گیا اور اس کو سلام کر کے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں عرب نے جواب دیا کہ یہ میرا مکان نہیں ہے اور نہ یہ مقدس جگہ میری ملک میں ہے۔ ہم تم یہاں سب مساوی اور برابر ہیں۔ اگر تمہارا دل چاہے بیٹھ جاؤ۔ اگر دل نہ چاہے چلے جاؤ۔ ہارون الرشید وہاں بیٹھ گیا اور کہا کہ اے اعرابی! میں تم سے تمہارے مذہبی فرائض کے بارے میں کچھ دریافت کیا چاہتا ہوں کیونکہ اگر تم اپنے مذہبی امور کے جواب دینے میں ٹھیک نہ اترے تو تمہارے دوسری باتیں بھی ٹھیک نہ ہوں گی۔

اعرابی نے کہا کہ تم جو کچھ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو وہ بطور سیکھنے کے پوچھنا چاہتے ہو یا صرف مجھے حیران کرنے اور دق کرنے کا ارادہ ہے؟ اعرابی کی اس حاضر جوابی سے ہارون الرشید متعجب ہوا اور کہا کہ نہیں حیران کرنے کے لئے نہیں سیکھنے کے لئے پوچھتا ہوں۔ اعرابی نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو جس طور سے طالب علم استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اسی طرح ادب سے تم بھی بیٹھ جاؤ

لہ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ۔

جب ہارون الرشید دوزانو مؤدب ہو کے بیٹھ گیا تو اعرابی نے کہا اب جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو ہارون الرشید نے کہا کہ میں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کونسا کام فرض کیا ہے؟ اعرابی نے کہا کہ آیا تم اس ایک فرض کا حال پوچھنا چاہتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کیا ہے یا پانچ یا سترہ یا چونتیس یا پچاسی کا حال یا میری تمام زندگی میں جو صرف ایک فرض ہے وہ پوچھنا چاہتے ہو؟ یہ حساب سنکر ہارون الرشید چھوٹی ہنسی ہنسا اور کہا کہ میں نے تو تم سے تمہارے فرائض کی بابت پوچھا اور تم حساب لے بیٹھے۔ اعرابی نے جواب دیا کہ اے ہارون! اگر ہمارے مذہب میں حساب نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے حشر کے دن حساب نہ لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ "کسی روح کو اس دن رائی کے دانے کے برابر بھی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا کیونکہ ہم کافی حساب داں ہیں"[1] خلیفہ نے جب یہ سنا کہ مجھکو صرف ایک سادہ لفظ ہارون ہی سے مخاطب کیا گیا ہے اور امیر المومنین نہیں کہا تو وہ غصہ سے نیلا پیلا ہو گیا۔ مگر وہ کعبہ شریف کے تقدس کا خیال کر کے ضبط کر گیا اور اس اعرابی سے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اس کو بالتشریح اور بالتفصیل بیان کرو ورنہ میں تمہارا سر کٹوا دوں گا۔ یہ سنکر خلیفہ کا ایک ندیم بولا کہ امیر المومنین! آپ اس کو معاف فرماویں اور اس تقدس جگہ پر اس اعرابی کی جان کو ہدیہ چڑھالیں یعنی اس کو قتل نہ کریں۔ یہ گفتگو سنکر اعرابی ایک حقارت آمیز ہنسی ہنسا اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں سے بڑا بے وقوف کون ہے؟ آیا وہ ہے کہ جو تقدیری بات کو معاف کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یا وہ شخص ہے کہ جو اس بات کی بابت جلدی کرنا چاہتا ہے کہ جو بات ابھی تک تقدیر میں نہیں ہے؟ اور سنو تمہارے سوالات کے یہ جواب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت کام فرض کئے ہیں میں نے جو تم سے ایک فرض کا ذکر کیا تھا اس سے میری مراد مذہب اسلام سے تھی۔ اور میں نے جو پانچ فرضوں کا ذکر کیا تھا اس سے میرا مطلب روزانہ پنجگانہ نماز سے تھا اور سترہ سے میری غرض سترہ رکعتیں فرض نماز کی تھیں اور چونتیس[2] سے میری مراد عبادتوں سے ہے اور پچاسی سے مراد مطلب لفظ اللہ اکبر

[1] ونضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيئا وان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها وكفى بنا حاسبين ۱۲ مصباح۔ [2] غالباً چونتیس سجدوں سے مراد جو سترہ فرض رکعت میں ہیں ۱۲

سے ہے جس کی تعداد پچاسی[1] ہے اور میری تمام زندگی میں جو مجھ پر ایک فرض ہے اس سے میری مراد مکہ شریف کے حج سے ہے۔

بعدازاں اس اعرابی نے خلیفہ سے ایک مشکل مسئلہ پوچھا جس کا وہ اچھی طرح جواب نہ دے سکا اور یہ مسئلہ طلاق کے بارے میں تھا۔ ہارون الرشید اس اعرابی کے علم لیاقت معرفت اور زہد سے بڑا خوش ہوا حکم دیا کہ اس اعرابی کو دس ہزار درہم انعام دیا جائے۔ مگر اعرابی نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہارون الرشید نے کہا کہ یہ دراہم اور دیگر خورد و نوش کا سامان آپ کے واسطے مہیا کر دو۔! اعرابی نے کہا کہ نہیں کچھ ضرورت نہیں جو تمہارے لئے یہ سب سامان مہیا کرتا ہے وہی خود میرے لئے مہیا کر دیگا۔ ہارون الرشید نے دریافت کیا کہ کیا تم قرضدار ہو؟ اعرابی نے جواب دیا "الحمد اللہ" میں کسی کا قرضدار نہیں ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس اعرابی نے خلیفہ کو ہر بات میں قایل اور نادم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جب یہ ملاقات ختم ہو چکی تو ہارون الرشید کو معلوم ہوا کہ یہ بہادر شیخ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ اور چونکہ خاندان علوی نے اس مقدس مہینے اور مقدس جگہ کی عام رعایتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنا علم اور فضل و کمال اور اپنی آزادی اور غیر ماتحتی ظاہر کی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مغرور اولاد (ہارون الرشید) کو نادم اور قایل کیا۔

ابراہیم الموصلی اور ابو مرہ کی حکایت

ابراہیم الموصلی جس کی بابت چند حکائتیں اس سے ماقبل مرقوم ہو چکی ہیں وہ اپنے زمانے کے سب مغنیوں سے علم موسیقی میں گوئے سبقت لیگیا تھا اور دربار کا بہت عزیز مغنی تھا۔ اگر ہم خود اسی کے بیان پر یقین کر لیں تو اس کے راگ غیر معمولی وضع کے ہوا کرتے تھے۔ ایک دن ہارون رشید سے چھٹی لیکر ابراہیم نے وہ روز اپنے گھر میں بآرام بسر کرنا چاہا اور زنانے مکان میں جاتے ہوئے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ چاہے کوئی شخص آوے اور کیسا ہی ضروری کام بتلاوے تم ٹال دینا اور مجھے آج کسی کی اطلاع نہ کرنا۔ مگر ابراہیم جب اپنے گھر میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر بڑا ہی متعجب ہوا کہ زنانے مکان میں ایک بزرگ صورت شیخ اسقدر رعب و داب والا بیٹھا ہوا ہے کہ ابراہیم نے

---

[1] یہ اللہ اکبر بھی غالباً فرض رکعتوں کا اللہ اکبر سے مراد ہے جس کی تعداد پچاسی سے کچھ زیادہ ہے۔ مگر خیر یہ ایک ذرہ سی تعداد کی غلطی ہے ۱۲ مصحح

بجائے اس کے کہ اس کی مداخلت بیجا پر ناراض ہو۔ اس شیخ کو سلام کر کے اس کا خیر مقدم کیا

یہ بزرگ صورت شیخ بڑی ہی طلاقت لسان سے گفتگو کرتا تھا۔ ابراہیم نے اس شخص کے ہمراہ

کھانا کھایا شراب پی اور دونوں نے ملکے خوب گایا بجایا۔ اس غیر معلوم اور اجنبی شخص نے

تین لہجوں کی طرز میں گایا بجایا۔ اور اس طرح کا گانا سننے سے اس کا میزبان بہت ہی خوش ہوا

بعد ازاں یہ شخص اسی خفیہ طریقہ سے غائب ہو گیا کہ جس طور سے آیا تھا۔ اس کو یکایک غائب

دیکھکر ابراہیم ننگی تلوار لیکر اپنے دربانوں کے پاس دوڑا ہوا گیا ان کو دھمکایا کہ اگر تم یہ بات صاف

صاف نہیں بتلاؤ گے کہ یہ عرب کس طرح میرے مکان میں داخل ہوا تھا اور اب یکایک کس طرح

غائب ہو گیا تو میں تم کو قتل کر دونگا۔ انہوں نے کہا کہ ابھی تک تو کوئی شخص دروازہ میں سے نہیں

گیا۔ ابراہیم اور دربانوں میں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ان کے درمیان میں سے اس غیر معلوم

مہمان کی یکایک یہ آواز آئی کہ اے ابراہیم اکو کچھ فکر مت کر۔ آج تیرے پاس میں ابو مرہ یعنی برائی

مجسّم تھا اور میں نے ہی آج تیرے ہمراہ کھانا وغیرہ کھایا اور راگ گائے تھے۔ ابراہیم نے اُس

شخص کا لب و لہجہ یاد رکھا اور پھر اسی طرز سے خلیفہ کے حضور میں راگ سنائے۔ ہارون الرشید

اس واقعہ کے سننے اور نئے لہجوں کے ساتھ راگ سنکر بہت خوش ہوا حرم کی مستورات کے

سامنے اگر یہ واقعہ ہوتا تو وہ اس خوبصورت اور قابل شیخ کا غالباً بڑی ہی مختلف طرز سے

بیان کرتیں +

ہارون رشید کی عربی زوجہ

ہارون الرشید ایک دن جعفر کے ساتھ سیر کو نکلا راستہ میں خلیفہ نے کچھ عربی لڑکیاں

دیکھیں ان میں سے ایک لڑکی ایک عرب سردار کی بیٹی تھی۔ خلیفہ اس کی عقلمندی اور فصاحت

دیکھکر اور فی البدیہ اشعار سنکر اس لڑکی پر فریفتہ ہو گیا اور اس عرب سردار سے اس لڑکی کا خطبہ

کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ چند روز کے بعد یہ عرب سردار مر گیا۔ ہارون الرشید جو اپنی اس عربی

بیوی سے نہایت درجہ الفت اور نہایت محبت کرتا تھا یہ غم انگیز خبر خود ہی اپنی عربی زوجہ سے کہنے

گیا۔ یہ لڑکی خلیفہ کو دیکھتے ہی اس کے بشرہ سے غم کے آثار پا گئی۔ اور بغیر بولے یا پوچھے

ایک کوٹھری میں بھاگ گئی اور اپنی بیش بہا پوشاک اتار کر ماتمی لباس پہن لیا اور رو کر چلائی کہ ہیہات

ہیہات امیرا باپ فوت ہو گیا۔ وا مصیبتاہ اواہ ہفاہ ! خلیفہ بھی کوٹھری میں گیا اور اپنی زوجہ کی تسکین

اور دلجوئی کرنے لگا جس وقت غم کا اول صدمہ اسکے دل سے کچھ کم ہوا تو خلیفہ نے پوچھا کہ تونے
بغیر میرے کہے اپنے باپ کی موت کا احوال کس طرح جان لیا؟ اس نے کہا کہ امیر المومنین مین
نے آپ کے قیافہ سے یہ بات معلوم کر لی کیونکہ جب سے میری آپ کی دامن بندی ہوئی ہو
مین نے آپ کا ایسا غمگین چہرہ آجتک نہیں دیکھا تھا چونکہ میں واقف تھی کہ آپ بفضلہ تاہنوز
بقید حیات ہیں تو سوائے میرے باپ کے اور کسی کی بابت مجھے چنداں فکر و اندیشہ کی جا نہ تھی
اور جب آپ اس طرح سے رنجیدہ آئے تو میں پہچان گئی کہ افسوس! میرے باپ کا انتقال ہو گیا
اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ کے بعد خلیفہ کی یہ عربی زوجہ بھی اپنے باپ کے جا ملی یعنی فوت ہو گئی۔

معن کا عامل بصرہ مقرر ہونا۔

معن ابن زائدہ خلیفہ کا ایک ندیم تھا۔ خلیفہ کسی بات پر اس سے ناراض ہو گیا مگر ہارون رشید
نے معن کو اپنے ندیموں میں سے جدا نہ کیا اور اپنے پاس حاضر رہنے کی اجازت دے رکھی تھی
ہارون الرشید نے ایک دن یہ دیکھکر کہ معن آہستہ آہستہ اور بدقت چلتا ہے اس نے کہا کہ
اے معن! اب تم بڈھے ہو گئے۔ اس نے عرض کیا کہ امیر المومنین! ہاں میں آپ کی خدمت اور
ملازمت میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ہمت تو تم میں ابتک باقی ہے؟ اس بڈھے
نے جواب دیا کہ ہاں امیر المومنین! آپ کی ملازمت کی وجہ سے ہمت باقی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ
تم بہت بہادر معلوم ہوتے ہو۔ معن نے جواب دیا کہ ہاں امیر المومنین! آپکے دشمنوں کے مقابلہ
کے لیے میں بہت بہادر ہوں۔ یہ عقلمندی کے جوابات سنکر خلیفہ پھر مہربانی فرمانے لگا یہاں
تک کہ ایک دن خوش ہو کر اس کو صوبہ بصرہ کا گورنر مقرر فرما دیا۔

خلیفہ کو نیند نہ آنا اور جعفر برمکی کی گفتگو

ایک رات خلیفہ ہارون الرشید کو نیند نہیں آئی۔ اس لیے اس نے جعفر برمکی کو بلا کر کہا کہ بوجہ
نیند نہ آنے کے مجھکو تکان معلوم ہوتی ہے اور طبیعت پریشان ہے تم ایسی باتیں کرو کہ میری یہ
پریشانی رفع ہو جائے۔ اللہ تعالی نے اپنے بندے بہت سے ایسے پیدا کیے ہیں کہ جو رنجیدہ
دلوں کو خوش کرتے ہیں۔ شاید تم بھی انہیں لوگوں میں سے ایک ہو۔ جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین!
آیئے محل کی چھت پر تشریف لے چلیے اور آسمان پر جو کروڑہا چمکتے ہوئے ستارے پھیلے ہوئے
ہیں انکو مشاہدہ کیجیے اور غور کیجیے کہ بعضے ستارے آپس میں کس قدر ملے ہوئے ہیں اور کسقدر بلند ہیں
اور ماہتاب جو طلوع ہو رہا ہے اس کا چہرہ مثل اس شخص کے چہرہ کے چمکتا ہے کہ جس سے آپ

محبت فرماتے ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں میرا دل تو اس وقت ان کے دیکھنے کو نہیں چاہتا۔ جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! محل کے دریچہ کھول کر باغ کو اور خوبصورت درختوں کو ملاحظہ فرمایئے اور پرندوں کا راگ الاپنا اور پانی کے بہنے کی دھیمی دھیمی آواز سنیئے اور پھولوں کی خوشبوئیں سونگھیئے۔ پنچکی کی آواز سنیئے۔ اس میں سے آواز ایسی غم آلود نکلتی ہے کہ جس طرح کوئی عاشق اپنے معشوق کے فراق میں آہ نالہ کر رہا ہو یا امیر المومنین! صبح صادق تک خواب استراحت فرمایئے خلیفہ نے کہا کہ میرا دل ان کے دیکھنے کو اس وقت نہیں چاہتا۔ پھر جعفر نے عرض کیا کہ جس دریچہ میں سے دریائے دجلہ نظر آتا ہے وہ کھلوا لیجئے۔ جہازوں کو دیکھئے۔ ملاحوں کا گانا اور کام کرنا اور آپس میں دل بہلانا اور تیرنا ملاحظہ فرمایئے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ نہیں میرا دل ان کے دیکھنے کو اس وقت نہیں چاہتا۔ جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! اصطبل میں تشریف لے چلئے اور اپنے گھوڑوں کو ملاحظہ فرمایئے۔ رنگ برنگ کے گھوڑے آپ کے اصطبل میں موجود ہیں۔ سیاہ جنگی گھوڑے تو آپ کے ایسے ہیں جنہوں نے سیاہی میں شب دیجور کو بھی مات کر دیا ہی اور دوسرے رنگوں کے گھوڑے مثلاً سفید۔ سبز۔ لال۔ نقرئی۔ کمیت۔ ابلق تمام قسم کے اور طرح بطرح کے گھوڑے موجود ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے رنگ دیکھے تو اس کی عقل چکرا جائے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں میرا دل اس وقت ان کے دیکھنے کو نہیں چاہتا۔ پھر جعفر نے عرض کیا امیر المومنین آپ کی تین سو مغنیہ کنیزیں ہیں۔ ان کا گانا بجانا سنیئے اور ان کو بلوانے کا حکم دیجیے۔ شاید ایسا ہو کہ آپ کے دل کی پریشانی راگ سننے سے جاتی رہے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل اس وقت گانا سننے کو بھی نہیں چاہتا۔ تب جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! اپنے غلام جعفر برمکی کا سر کاٹ ڈالئے کیونکہ وہ اپنے آقا شہنشاہ کی پریشانی دور نہیں کر سکتا۔

ابو مریم مدنی

ابو نواس کی طرح ایک شخص ابو مریم مدنی بھی ایک بڑا ہی ظریف اور مسخرہ تھا خلیفہ کی اس پر بھی نہایت مہربانی تھی۔ ایک دن علی الصباح خلیفہ اس کمرہ میں گیا جہاں ابو مریم سو رہا تھا خلیفہ نے اسکے چہرہ سے چادر اٹھا کر کہا کہ آج تمہاری کیسی طبیعت ہے جو صبح ہو گئی اور نہیں اٹھے۔ ابو مریم نے کہا جایئے اپنا کام کریئے ابھی صبح نہیں ہوئی۔ ہارون الرشید نے بڑی متانت سے کہا کہ جاگو اٹھو اور صبح کی نماز پڑھو۔ ابو مریم نے جواب دیا کہ اسوقت صبح کی نماز پڑھنا تو ابو جارود کے

مذہب میں درست ہے اور میں امام ابو یوسف کے مذہب پر ہوں۔ ابھی ہمارا وقت صبح کی نماز پڑہنے کا نہیں ہوا ہے۔ یہ سنکر خلیفہ نے تنہا اپنے آپ نماز پڑہنا شروع کیا اور جب نماز میں خلیفہ بعد الحمد قرآن شریف کی اس آیت پر پہنچا کہ "مجھے[1] کیا چیز تکلیف دیتی ہے جو میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے"؟ یہ سنکر ابو مریم چلا اٹھا کہ میں تو درحقیقت اس چیز کو نہیں جانتا۔ خلیفہ جب نماز پڑہ چکا تو ابو مریم پر بہت ناراض ہوا اور نماز کے اندر دخل دینے سے اس پر بہت لعنت ملامت کی۔ ابو مریم نے عرض کیا کہ میرا مطلب آپ کی نماز میں دخل دہی سے نہیں تھا لیکن جب آپ نے مفصلہ بالا الفاظ کہے تو میں اُن کو سنکر کانپ اٹھا۔ یہ بات سنکر خلیفہ سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی بہت ہنسا لیکن ابو مریم کو تنبیہ کردی کہ آیندہ سے مذہبی امور میں ہنسی مذاق یا مسخرہ پن نہ کیا کرے۔

الحکم ندیم ہارون الرشید کی حکایت

ایک دن ہارون الرشید نے اپنے ایک ندیم کو جس کا نام الحکم تھا یہ حکم دیا کہ کل علی الصباح میں شکار کو جاؤں گا تم بھی میرے ساتھ چلنا۔ الحکم اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ خلیفہ نے اپنے ہمراہ کل مجھے شکار میں چلنے کا حکم دیا ہے لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ مجھے بھوک کی تکلیف برداشت نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ مجھے صبح ہی ناشتہ کھانے کی عادت ہے اس بات سے تم بھی واقف ہو اور خلیفہ دوپہر سے پہلے کبھی کھانا نہیں کھاتا ہے اتنی دیر میں تو بھوکا مرجاؤنگا۔ واللہ! میں نہیں جانیکا۔ الحکم کی بیوی نے کہا کہ نہیں یہ نہیں چاہئے۔ عدول حکمی کرنا اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور تمہارا نافرمانبردار ہونا ناممکن ہے! الحکم نے پوچھا کہ تو پھر میں کیا کروں گا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ تم اپنے ساتھ ایک کاغذ میں ذراسا حلوا رکھکے لیجاؤ۔ اس کو اپنی پگڑی میں باندھ لینا اور فرصت کا جب وقت پاؤ تو کھالینا۔ اور بعد ازاں دوپہر کو تو خلیفہ کے ہمراہ کھانا کھاہی لوگے۔ دوسرے دن علی الصباح الحکم نے حلوے کا کاغذ اپنی پگڑی کے پیچوں میں رکھہ لیا اور اپنے خچر پر سوار ہوکے خلیفہ کے جلو میں شامل ہوگیا۔

الحکم کی پگڑی بےترتیب بنی تھی اس میں سے حلوے کا کاغذ نظر آتا تھا۔ اتفاق بھی ایسا ہی ہوا کہ خلیفہ کی نظر اسی حلوے کے کاغذ پر پڑ گئی۔ خلیفہ نے جعفر سے چپکے سے یہ کہا کہ کیا تم کو الحکم کی پگڑی میں سے حلوے کا کاغذ نظر آتا ہے؟ دیکھو میں اس کے ساتھ ہنسی کرکے اسکو حیران کرونگا اور اس کو حلوا

[1] ومالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون ۱۲ مصباح۔

نہیں کھانے دونگا۔ یہ کہکر سڑک پر چلتے چلتے خلیفہ نے اپنی وضع ایسی کرلی کہ گویا کوئی شکار سامنے نظر آیا ہے اور اپنے خچر کو سب سے آگے بڑھا لیا۔ الحکم نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور اپنی پگڑی میں سے حلوے کا ایک لقمہ نکال کر اپنے منہ میں رکھ لیا۔ الحکم نے نوالہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ خلیفہ نے اپنے گھوڑے کی باگ اس کی جانب پھیری اور پکارا کہ "یا الحکم"! الحکم نے جلدی اسے اپنے منہ سے حلوے کا نوالہ نکالکر زمین پر پھینک کر کہا کہ ہاں امیر المومنین! کیا ارشاد ہے؟ ہارون الرشید نے کہا کہ آج اس خچر پر بیٹھنے سے میری طبیعت خوش نہیں ہوتی میرے خیال میں اس خچر کو کچھ نہ کچھ تکلیف ہے۔ الحکم نے کہا کہ شاید سائیس نے اس خچر کو زیادہ دانہ کھلا دیا ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے اپنا گھوڑا پھر بڑھایا۔ الحکم جو بھوک سے نیم مردہ ہو رہا تھا۔ اس نے سب کی نظر بچا کر جلدی سے ایک لقمہ حلوے کا اپنے منہ میں اب پھر رکھا ہی تھا کہ اتنے میں امیر المومنین کی آواز "یا الحکم" پکارنے کی پھر آئی۔ الحکم نے مجبوراً یہ نوالہ بھی منہ سے نکال کے پھینکا اور خلیفہ کو جواب دیا۔ ہارون الرشید نے کہا کہ خدا جانے آج اس خچر کو کیا ہو گیا یہ اچھی طرح میری مرضی کے مطابق چلتا ہی نہیں۔ الحکم نے عرض کیا کہ کل میں اسکو سلوتری کو دکھا دونگا۔ پھر سب تھوڑی دور آگے اور چلے۔ الحکم اپنے آپ بڑبڑاتا اور شکایت کرتا چلتا تھا۔ اور تمام قسم کی لعنت ملامت اس خچر کے مالک پر کرتا چلتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد موقع پاکر الحکم نے حلوے کا ایک نوالہ اپنے منہ میں پھر رکھا ہی تھا کہ خلیفہ نے اسکی جانب مڑکر اس کو پھر پکارا۔ اس بدقسمت ندیم نے یہ نوالہ اپنے منہ میں سے پھینک کر چپکے سے کہا۔ وائے! بلا ہے! آج کا دن میرے لئے کیسا روز سیاہ ہے۔ ہر دفعہ یہی آواز آتی ہے۔ یا حکم۔ حکم۔ حکم۔ تمہیں کونسا جنون ہو گیا ہے؟ ہارون الرشید نے کہا کہ اے حکم! میں خیال کرتا ہوں کہ اس خچر کو جان بوجھ کر لنگڑا کر دیا گیا ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح چلتا چلتا ٹھہر جاتا ہے؟ الحکم نے عرض کیا کہ امیر المومنین کل سلوتری آ کے اس کے نعلین لگا دیگا اور پھر انشاء اللہ یہ خچر اچھی طرح چلا کرے گا۔

ایران سے ایک قافلہ سوداگروں کا آ رہا تھا۔ سڑک پر خلیفہ کے لشکر سے اس کارواں کی مڈبھیڑ ہوئی اس کارواں میں سے ایک سوداگر نے آگے بڑھ کے از رہ تعظیم خلیفہ کے سامنے زمین پر بوسہ دیا اور نہایت بیش قیمت تحائف پیش کئے منجملہ ان تحفوں کے ایک نہایت خوبصورت اور جوان ایرانی کنیز تھی۔ یہ کنیز نہایت حسین تھی۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا۔ پتلی کمر تھی۔ آنکھیں غزال وحشی کی مانند تھیں اور

اور بنہ کا دانہ مثل خاتم حضرت سلیمان علیہ السلام کے تھا۔
ہارون الرشید نے جو عورتوں کی خوبصورتی کو ہمیشہ پسند کیا کرتا تھا اس سوداگر کو ان تحفہ جات کے عوض میں ایک بہت بڑی تعداد کثیر زر نقد کی بطور انعام عطا فرمائی اور الحکم کو یہ حکم دیا کہ اس کنیز کے ہمراہ فوراً بغداد جاؤ اور ایک عمدہ محل میں اس کو اتروا کر نہایت عمدہ عمدہ اور نفیس نفیس کھانے جلد پکوانے کا حکم دینا۔ الحکم نے خلیفہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کی۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ بھی جلد شکار سے واپس آگیا۔ اور اپنے تمام ہمراہیوں کو رخصت کر دیا۔ بعد ازاں کھانا کھانے کے کمرے میں مع کنیز پارسی کے گیا اور وہاں جاتے ہوئے الحکم کو حکم دیا کہ تم یہاں دروازے پر پہرہ پر کھڑے رہو اگر شہنشاہ بیگم زبیدہ یہاں آجائیں تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا۔ الحکم نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے سب احکام سن لئے۔ اول اللہ تعالیٰ کی اور بعد ازاں امیر المومنین کی اطاعت مجھ پر فرض ہے یہ کہکر الحکم دروازے پر پہرہ دینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔
خلیفہ نے کھانا ختم کیا ہی تھا اور شراب کی پیالیاں بھری تھیں کہ یکایک دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانے کی آہستہ آہستہ آواز آئی۔ خلیفہ کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ شہنشاہ بیگم زبیدہ ہی نے یہ کنڈی کھٹکھٹائی ہے۔ اس لئے گلاس اور بوتلیں جلدی سے علیحدہ رکھ کر کنیز پارسی کو ایک الماری میں چھپا دیا اور بعد ازاں دروازہ کھول کر دیکھا کہ صرف الحکم ہی وہاں کھڑا ہے۔ خلیفہ نے اس سے پوچھا کہ کیا زبیدہ آرہی ہیں؟ الحکم نے کہا کہ امیر المومنین زبیدہ تو نہیں آئیں۔ لیکن میں خیال کر رہا ہوں کہ افسوس اس خچر سے آپ کو کس قدر تکلیف ہوتی ہے میں نے سائیس سے پوچھا تھا اس نے کہا کہ درحقیقت اس خچر نے زیادہ دانہ کھا لیا تھا کل اس خچر کی فصد کھول دی جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ خچر پھر جلد اچھا ہو جائے گا۔ خلیفہ نے غصہ ہو کر کہا کہ تم کو اس خچر کی کیا فکر پڑ گئی ہے۔ ایسی گفتگو سے زبان کو روکو۔ ہاں اگر تم زبیدہ خاتون کو آتے ہوئے دیکھو تو ان کے آنے کی مجھے اسی وقت اطلاع کر دینا۔
خلیفہ اور کنیز پارسی پھر اپنی اپنی جگہ پر جا کے آرام سے بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی پھر آواز آئی۔ خلیفہ نے جلدی سے پھر اس خوبرو کنیز اور شراب وغیرہ کو چھپا دیا اور دروازہ کھولکر الحکم سے پوچھا کہ کیا زبیدہ خاتون درحقیقت آرہی ہیں؟ الحکم نے کہا کہ امیر المومنین زبیدہ خاتون تو نہیں آئیں۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ آپ خچر کی بابت کس قدر متفکر تھے میں نے بیطار سے اس کا حال دریافت کیا تھا اس نے کہا کہ اس خچر کو کسی قسم کی بیماری نہیں ہے چونکہ اسکو چلنے پھرنے کی

مشق کم ہے اس لئے وہ خچر ذرا آرام طلب ہو گیا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اور اس خچر پر دونوں پر اپنی رحمت نہ فرمائے۔ کیا میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ایسی بیہودہ باتوں کے لئے مجھکو پھر تکلیف نہ دینا! اپنے پہرہ پر کھڑے رہو۔ اور اس بات کی نگہبانی رکھو کہ زبیدہ خاتون یکایک ہماری بے خبری میں یہاں نہ آجائیں اگر وہ ہماری بے خبری میں یہاں آگئیں اور تم نے مجھے اطلاع نہ دی تو میں اس دن کو تمہارے لئے تمہاری زندگانی کے دنوں میں سے بدقسمت ترین دن کر دونگا۔ اس ندیم نے جواب دیا کہ مجھکو آپ کا حکم بسر و چشم منظور ہے پھر خلیفہ دروازہ بند کر کے جا کے بیٹھا ہی تھا کہ چھت پر سے جہاں الحکم نگہبانی کے لئے کھڑا تھا کسی کے چلنے پھرنے کی آواز آئی۔ خلیفہ نے پیشتر کی سی احتیاطیں عمل میں لا کر اور پورا یقین کر کے کہ اس دفعہ زبیدہ خاتون ضرور آگئی ہیں دروازہ کھولا۔ خلیفہ نے اب کے بھی صرف الحکم ہی کو پایا خلیفہ کے دیکھتے ہی الحکم نے عرض کیا کہ امیر المومنین! جس طرح لنگڑا کر چھت پر میں اسوقت چلا ہوں میرے خیال میں وہ خچر بھی اسی طرح چلتا ہوگا اور مجھے یہ فکر ہے کہ کہیں زیادہ کھا لینے سے اوسکے پیٹ میں درد نہ ہو گیا ہو مجھے اس خچر کا بہت فکر ہے الحکم نے ابھی اس آخری فقرہ کو ختم نہیں کیا تھا کہ خلیفہ نے اس پر لعنت اور ملامت کی بوچھاڑ کر دی اور حکم دیا کہ میری آنکھوں کے سامنے سے چلا جا دور ہو جا۔ اور پھر کبھی مجھے اپنی صورت نہ دکھانا۔ اگر میں آئندہ کبھی تجھے دیکھونگا تو میں تیرا سر کٹوا دوں گا۔ الحکم اپنی خوفناک ہنسی کا نتیجہ پا کر شکستہ دل اپنے گھر گیا اور تمام احوال اپنی بیوی سے کہا اسکی بیوی نے اسکی تسلی و تشفی کری اور تسکین دی وہ زبیدہ خاتون کے پاس گئی اس سے عرض کیا کہ آپ سفارش کر کے خلیفہ سے الحکم کا قصور معاف کرا دیجئے۔ خلیفہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر میں زبیدہ کی سفارش منظور نہ کروں گا تو لامحالہ زبیدہ خاتون کو تمام احوال سے آگاہی ہو جائے گی۔ اس لئے خلیفہ نے زبیدہ خاتون کی درخواست قبول کر لی اور الحکم کا قصور معاف کر دیا۔

ہارون الرشید ایک بار دورہ کرتا ہوا شہر حیرہ میں پہنچا تو وہاں کے عامل اعین العبادی نے خلیفہ کی دعوت کی منجملہ نفیس کھانوں کے ایک قاب میں نہایت عمدہ فربہ ثابت مچھلی پکی ہوئی تھی۔ اور اس کے ساتھ نہایت مزیدار چٹنی تھی۔ یہ مچھلی کی قاب خلیفہ کے آگے کھانے کے لئے رکھی گئی۔ خلیفہ نے اس مچھلی کے کھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ جبرئیل بن بختیشوع معالج شاہی نے

اپنے آقا کو مچھلی کھانے سے منع کر دیا اور میزبان سے اشارہ کر دیا کہ یہ مچھلی میرے کھانے کے لئے رکھ دینا۔ اتفاق سے خلیفہ نے بھی یہ اشارے ہوتے ہوئے دیکھ لئے۔ جب جبرئیل خلیفہ کے حضور میں سے چلا گیا تو خلیفہ نے اپنے ایک ملازم کو اسکے عقب میں یہ ہدایت کرکے روانہ کیا کہ جبرئیل کی بیخبری میں تو اسکے کمرہ میں چلا جانا اور جو کچھ وہ اس وقت کر رہا ہو اس سے مجھے اطلاع دینا۔ جبرئیل کو خلیفہ کا اشارہ دیکھ لینے کا حال معلوم ہو گیا۔ اس خادم نے جبرئیل کو اعلیٰ سے مکان پر پایا۔ جبرئیل وہاں اپنا کھانا کھانے بیٹھا ہی تھا اور وہی مچھلی اس کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔ جبرئیل نے تین پیالے منگوائے اور اس مچھلی میں سے تین برابر کے حصے کاٹ کر ان پیالوں میں ایک ایک حصہ رکھا۔ بعد ازاں ایک پیالے میں شراب کا ایک گلاس ڈالا اور کہا کہ یہ جبرئیل کی خوراک ہے۔ اسی طرح دوسرے پیالے میں برف کا پانی ڈالا اور کہا کہ یہ امیر المومنین کی خوراک ہے اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور دولت میں برکت عطا فرمائے تیسرے پیالے میں اس نے مختلف قسم کے گوشت کی بوٹیاں۔ مٹھائی۔ ترکاری اور چٹنی وغیرہ ڈالی۔ ان سب چیزوں کے دو دو چمچے ڈالے۔ پھر ان سب پر برف کا پانی ڈالا اور کہا کہ یہ پیالہ بھی امیر المومنین کے لئے ہے بشرطیکہ وہ مچھلی کے علاوہ کچھ اور کھانا چاہیں۔ جبرئیل نے یہ تینوں پیالے پھر اپنے میزبان کو دیدیئے اور کہا کہ جب میں آپسے مانگوں تب آپ یہ پیالے مجھے دیدینا جبرئیل نے اب تمام بقیہ مچھلی خوب مزے سے کھائی اور کھاتے ہوئے کئی دفعہ شراب کی پیالیاں چڑھائیں خلیفہ جب قیلولہ سے بیدار ہوا تو مخبر کو اپنے پاس بلا کر دریافت کیا کہ آیا جبرئیل نے وہ مچھلی کھائی یا نہیں؟ اس مخبر نے جب پیالوں اور مچھلی میں سے تین ٹکڑے کاٹنے کا سب حال خلیفہ سے کہا تو ہارون الرشید نے ان تینوں پیالوں کو منگوایا۔ پہلے پیالہ میں جو مچھلی کا گوشت تھا جسکو جبرئیل نے اپنے لئے رکھوایا تھا اور جس پیالہ میں اس نے خالص شراب ڈالی تھی وہ بالکل گلکر منجمد ہو گیا تھا۔ دوسرے پیالہ کا گوشت جس کو جبرئیل نے خلیفہ کے لئے بنایا تھا اور جس کے اوپر برف کا پانی چھڑکا تھا بہت پھول گیا تھا اور جس قدر اُس میں گوشت تھا اس سے دگنا معلوم ہوتا تھا تیسرا پیالہ جس میں مچھلی کا گوشت اور ترکاریاں اور مٹھائی وغیرہ تھی وہ بالکل سڑ گیا تھا۔ جبرئیل کی یہ چھوٹی سی تدبیر کارگر ہو گئی۔ خلیفہ نے اسکو زر نقد کی ایک کثیر التعداد

رقم انعام میں عطا کی اور بعد ازاں خلیفہ کو جبرئیل سے بہت انس اور اس پر زائد اعتماد و بھروسہ ہو گیا۔

کوثر خادم امین الرشید

جبرئیل بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کو نفیس نفیس کھانوں سے بہت شوق تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہارون الرشید نے معمول سے کچھ زیادہ کھانا کھا لیا۔ یکایک اس کو تشنج کا ایسا دورا ہوا کہ تمام حاضرین کو یہ یقین ہو گیا کہ خلیفہ انتقال کر گیا۔ اسلئے امین اور مامون دونوں شہزادوں کو بلوایا گیا۔ مگر جبرئیل نے خلیفہ میں زندگی کے کچھ آثار پائے اور اس نے خلیفہ کی فصد کھولنے کی رائے دی۔ لیکن کوثر نے جو امین الرشید ولیعہد سلطنت کا خاص مصاحب تھا اور جس نے یہ خیال کیا کہ اگر امین الرشید خلیفہ ہو گا تو میرا اس پر بہت اقتدار ہو جائے گا۔ فصد کھولے جانے کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ ایک مردہ آدمی کے فصد کھولنے پر میں ہرگز رضامند نہ ہونگا مگر امین الرشید نے یہ رائے منظور نہیں کی اور اپنے باپ ہاروں الرشید کے فصد کھلوا دی فصد کے کھلتے ہی خلیفہ کو ہوش آ گیا۔

ابراہیم ابن المہدی برادر ہارون الرشید

ابراہیم ابن المہدی خلیفہ کا بھائی مفصلہ ذیل حکایت بیان کرتا ہے۔ ایک دفعہ شہر رقہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی میں نے دعوت کی۔ خلیفہ کے تشریف لانے کے بعد میں نے کھانا کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا ہارون الرشید کی یہ عادت تھی کہ ٹھنڈا کھانا کھانے سے پہلے وہ گرم کھانا کھا لیا کرتا تھا۔ جب ٹھنڈا کھانا خلیفہ کے روبرو لاکے رکھا گیا تو اس میں ایک مچھلی کے گوشت کا پیالہ بھی تھا خلیفہ نے اس پیالے میں مچھلی کے چھوٹے چھوٹے قتلے دیکھکر کہا کہ تمہارے باورچی نے اتنے چھوٹے چھوٹے قتلے کیوں کاٹے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین یہ قتلے نہیں ہیں بلکہ مچھلیوں کی زبانیں ہیں۔ خلیفہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس پیالے میں شاید سو زبانیں ہوں گی۔ لیکن میرے خادم مراکب نے عرض کیا کہ یہ ڈیڑھ سو سے زیادہ زبانیں ہوں گی۔ ہاروں الرشید نے پوچھا کہ یہ سب کتنے میں مول آئی ہیں میں نے عرض کیا کہ ان پر ایک ہزار درہم (قریباً ۴۰ پونڈ) صرف ہوئے ہیں یہ سنکر خلیفہ ہارون الرشید دستر خوان پر سے اٹھ گیا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک مراکب سے یہاں پر اسی وقت ایک ہزار درہم وصول نہ ہو جائیں گے میں اس کھانے میں سے ایک لقمہ تک ہرگز ہرگز نہیں کھاؤں گا جب یہ روپیہ

وصول ہو گیا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ اس روپیہ کو محتاج اور مساکین پر خیرات کر دو اور ابراہیم اور مراکب کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ تم نے ایک رکابی پر جو اسقدر فضول خرچی کر دی ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ یہ خیرات اس فضول خرچی کا معاوضہ ہو جائے گی۔ پھر خلیفہ نے وہ رکابی اپنے ہاتھ میں اٹھالی اور اپنے ایک ملازم کی جانب مڑ کر کہا کہ اس رکابی کو میرے بھائی ابراہیم کے گھر سے باہر لیجاؤ اور جو کوئی محتاج یا مسکین اول ہی اول تم کو ملے اسکو یہ دے آؤ۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ خلیفہ کی تشریف آوری کی خوشی میں میں نے یہ مچھلی کی زبانیں دو سو ساٹھ درہم میں خریدی تھیں۔ اس لئے میں نے اپنے نوکروں میں سے ایک کو آنکھ کا اشارہ کر دیا کہ خلیفہ کے خادم کے ہمراہ باہر چلا جائے اور جس کسی محتاج کو خادم یہ پیالہ دیوے تو اس سے اس پیالہ کو مول لے لینا ہارون الرشید اس کے جانے سے میرا یہ ارادہ سمجھ گیا اور اپنے خادم کو بلا کر کہا کہ تم کسی محتاج کو یہ پیالہ دیکر اس سے یہ کہدینا کہ امیر المومنین نے تمکو یہ صلاح دی ہے کہ تم اس پیالہ کو دو سو درہم سے کم میں فروخت نہ کرنا۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ میرے بھی پورے دو سو درہم ہی ان زبانوں کے خریدنے میں صرف ہوئے تھے۔

بدقسمت نام

یہی شاہزادہ ابراہیم اپنے بھائی ہارون الرشید کی ایک اور حکایت بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید ایک کشتی میں بیٹھا ہوا براہ دریا دورہ پر شہر موصل کو جا رہا تھا میں بھی اس کشتی میں خلیفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے شطرنج کی ایک بازی ختم ہی کی تھی کہ ہارون الرشید نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمھارے نزدیک دنیا میں بہترین اور مبارک نام کونسا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دنیا میں بہترین اور مبارک نام تو پیغمبر صاحب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پھر کس کا نام سب سے بہتر ہے؟ میں نے جواب دیا کہ امیر المومنین کا نام سب سے بہتر ہے خلیفہ نے پھر دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک سب سے زیادہ بدقسمت کس کا نام ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ابراہیم کا نام بہت ہی بدقسمت ہوتا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ شرم اور ادب پکڑو۔ تم اس نام کو سب سے زیادہ بدقسمت کہتے ہو۔ حالانکہ یہ نام خلیل اللہ[1] کا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا دعوے

[1] حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہم السلام کا لقب خلیل اللہ ہے۔ قرآن شریف میں ان کی بابت جو حکایت ہے (بقیہ آیندہ)

سچ تو ہے اس نام کی نحوست کی وجہ سے خلیل اللہ کو نمرود کے ہاتھوں سے کس قدر اذیت پہنچی۔
اس پر خلیفہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ ہمارے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفل خورد سال کا نام بھی تو ابراہیم ہی تھا۔ ابراہیم کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا کہ اگر اس کا نام کچھ اور ہوتا تو وہ زندہ رہتا خلیفہ نے کہا کہ تم امام ابراہیم کی نسبت کیا کہتے ہو میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ امام ابراہیم پر رحمت فرماوے۔ مروان الجعدی نے ان کو ایک بے بجھے چونے کے تھیلے میں بند کر کے مار ڈالا۔ امیر المومنین اور سنئے ابراہیم ابن الولید کو جو خلفاء امیہ میں سے تھا معزول کر دیا گیا تھا اور ابراہیم ابن عبداللہ ابن الحسن علوی بھی شہید ہوئے۔ مختصر یہ کہ میں نے اس نام کے آدمی کو سوائے اسکے نہیں پایا کہ یا تو وہ شخص قتل ہوا یا اس کے تازیانے لگے یا وہ شخص جلا وطن ہوا۔ میری یہ گفتگو ختم ہی ہوئی تھی کہ خلیفہ کے اسی کشتی کے ایک ملاح نے دوسرے ملاح ابراہیم کو پکارا اور گالیاں بھی دیں۔ میں نے خلیفہ سے عرض کیا کہ دیکھ لیجئے یہاں بھی ابراہیم کو گالیاں پڑ رہی ہیں۔ امیر المومنین کیا ابراہیم نام سب ناموں سے زیادہ بدقسمت[1] نام نہیں ہے؟ یہ سنکر خلیفہ کو ہنسی آگئی اور وہ بہت ہنسا۔

ہارون الرشید کا صوفی بیٹا

خلیفہ ہارون الرشید کو جو عیش و تنعم حاصل تھا اور دل بہلاو باتوں کا جو وہ بقدر شایق تھا اس عیش و آرام میں اس کی سب کی سب اولاد شامل نہیں ہوتی تھی۔ ہارون الرشید کا ایک بیٹا بڑا غمگین رہا کرتا تھا اور سولہ برس کی عمر میں وہ گوشہ نشین اور عزلت گزین ہو گیا۔ ہارون الرشید نے ایک دفعہ اسکو بلا کر بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ تیری وجہ سے بادشاہوں میں میری بدنامی ہوتی ہے اس نے جواب دیا کہ آپ کے باعث سے صوفیوں اور گوشہ نشینوں میں میری بدنامی ہوتی ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت تکلیف اور ایذا پہنچائی آپ اس کو اور اس کی رعایا کو بت پرستی سے ممانعت فرما کر توحید کی جانب رجوع ہونے کی نصیحت فرماتے تھے اس نصیحت سے افروختہ ہو کر اس نے آپ کو جلتی ہوئی آگ (آگ کی بھٹی) میں ڈال دیا مگر آپ کے معجزہ سے آگ بجھ گئی۔ اور آپ کو کچھ تکلیف نہ ہوئی۔ آپ صحیح و سلامت آگ میں سے نکل آئے ۱۲ مصباح۔

[1] اس قسم کے واہی توہمات اور لچر خیالات عقلاً تو قابل اعتبار ہو ہی نہیں سکتے اور شرعاً بالکل ناجائز ہیں۔ البتہ ابراہیم برادر ہارون الرشید نے اپنی انکساری کے لئے مذاقاً کہدیا کہ معاذ اللہ ابراہیم نام بدقسمت ہے (بقیہ آئندہ)

یہ کہکر یہ نوجوان شاہزادہ محل شاہی میں سے چلا گیا اور مزدوروں میں شریک ہوکر روزمرہ اینٹیں بنایا کرتا تھا اور اپنی مزدوری کی اجرت صرف ایک درہم اور اس کا چھٹا حصہ لیا کرتا تھا۔ اس ⅙ درہم سے وہ اپنی قوت بسری کیا کرتا تھا۔ اور باقی ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات کردیا کرتا تھا۔ یہ جوان شاہزادہ نہایت عسر اور فقر و فاقہ کی حالت میں انتقال کرگیا۔ مرنیکے قریب اس نے اُس شخص کو اپنے پاس بلوایا کہ جسکے یہاں مزدوری کیا کرتا تھا اور اسکو ایک بیش بہا یاقوت کی انگشتری سپرد کرکے کہا کہ بعد میرے انتقال کے یہ خاتم تم خلیفہ ہارون الرشید کو جاکر دیدینا انگشتری دیکھکر خلیفہ نے شاہزادہ کا حال پوچھا اور اس کی موت کی خبر سنکر خلیفہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اس وقت اس شخص کو معلوم ہوا کہ وہ متوفی جوان خلیفہ کا بیٹا تھا۔

ایک اموی اور منارہ کی حکایت

خلیفہ ہارون الرشید بعد اس حج اور قیام مکہ شریف کے جس قیام میں اس نے اپنے دونوں بیٹوں کی تخت نشینی کے لئے ان سے آپس میں معاہدہ کرایا تھا جو کہ مشہور ہے کوفہ میں ٹھیرا تو وہاں اس کو یہ اطلاع ملی کہ بنی اُمیہ میں سے ایک شخص ابتک دمشق میں رہتا ہے اس کے پاس دولت کثیر موجود ہے اور دمشق میں اسکو اس قدر اقتدار حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو وہاں خاندان بنی امیہ کی سلطنت پھر قایم کرسکتا ہے۔ یہ سنکر ہارون الرشید نے اپنے ایک معتمد ندیم مسمی منارا کو بلوایا۔ اس کے ہمراہ بہت سے سوار اور غلام کرکے اس کو ان سب پر افسر مقرر کیا پھر اس کو خفیہ طور سے یہ حکم دیا کہ تم اسی وقت دمشق کو روانہ ہوجاؤ۔ اور بنی اُمیہ میں سے یہ شخص جو وہاں رہتا ہے اسکو گرفتار کرکے تیرہ دن کے عرصہ میں پابجولاں میرے پاس حاضر کرو۔ گورنر دمشق کے نام بھی خلیفہ نے ایک پروانہ لکھکر منارا کو دیدیا جس میں یہ حکم تحریر تھا کہ اس اموی کی گرفتاری

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۸) یہ نام تو بہت مبارک ناموں میں سے ہے اس بڑھ کر خوش نصیبی اس نام کی کیا ہوسکتی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت سے جو خدا تعالیٰ کے بڑے پیارے پیغمبر تھے اور جنپر خدا تعالیٰ نے مصیبت کو راحت یعنی آگ کی بھٹی کو باغ جنت بنا دیا۔ دوسرے ختم المرسلین سرور پاک شاہ لولاک کے صاحبزادہ صاحب کے نام ہونے سے اس نام کو شرف اور عزت حاصل ہوئی۔ رہا یہ کہ اس نام کے بعض لوگوں کو اذیت اور حادثات دنیاوی پہنچے تو دنیا کے حادثات اور موت نے کس نام پر اثر نہیں کیا؟ اسی نام پر کیا منحصر ہے پس یہ خیال کہ ابراہیم نام (بدقسمت) ہے بالکل غلط اور لغو ہے بلکہ انبیا کے نام پر نام رکھنے کا آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا ہے۔ ۱۲ مصباح

میں منارا کو مدد دیدینا۔ یا اگر یہ مشتبہ شخص اپنے تئیں سپرد کرنے سے انکار کرے تو اس کو حراست میں کرکے اسکے تمام گھر بار وغیرہ پر پوری نگرانی رکھنا۔ خلیفہ نے منارا کو یہ بھی حکم دیا کہ جب تم اس اموی کو قید کرلو تو اس کی ہر حرکت اور ہر لفظ کو جو وہ بولے لکھ لیا کرنا اور گرفتاری کے وقت جس حالت میں تم اس کو پاؤ اس کی مشرح اور مفصل کیفیت سے مجھکو آکر اطلاع دینا۔ منارا نے کوفہ سے روانہ ہوکر درمیانی صحرا ریگستانی کو اس عجلت سے عبور کیا کہ ساتویں دن شام کے وقت دمشق میں پہنچ گیا مگر اس وقت شہر کے دروازے بند ہو چکے تھے منارا نے دروازہ کھلوا کر اسقدر جمعیت عظیم کے ساتھ شہر میں داخل ہوکر لوگوں میں شبہ ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور خیال کیا کہ اگر ایسا کیا جائیگا تو اغلباً اس اموی کو جس کی گرفتاری کے لئے آیا ہوں حال معلوم ہو جائیگا اور وہ بھاگ جائیگا اس خیال سے خلیفہ کے اس معتمد نے شہر کی فصیل کے باہر خیمہ جات نصب کرا کے رات وہیں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی شہر میں داخل ہوکر منارا سیدھا اس اموی کے گھر گیا اور جیسی کہ خلیفہ کو اطلاع ملی تھی اس سے زیادہ دولت و ثروت اموی کی دیکھی بغیر اطلاع کرائے یا اجازت حاصل کئے منارا اس اموی کے گھر میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس نے جوان آدمیوں کی ایک جماعت دیکھی ان سب سے یہ کہکر کہ میں خلیفہ ہارون الرشید کا قاصد ہوں منارا نے دریافت کیا کہ آپ سب صاحبوں میں مالک مکان کونسا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مالک مکان جو ہمارا باپ ہے وہ اس وقت حمام میں نہا رہا ہے منارا نے ان سب سے کہا کہ مالک مکان کو فوراً بلا لاؤ تھوڑی سی دیر کے بعد لا اور اس عرصہ میں منارا کو تشویش شروع ہوئی کہ کہیں وہ اموی فرار نہ ہو جائے، وہ اموی بغیر ذرہ بھر فکر اور تردد کے منارا کے پاس آیا اور اس سے باتیں شروع کرکے دریافت کیا کہ امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کا مزاج مبارک کو تو بخیریت ہے؟ پھر اس نے منارا سے کہا کہ آئیے کھانا حاضر ہے تناول کیجئے۔ منارا نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ لیکن وہ دیکھتا رہا کہ اس اموی اور اس کے بیٹوں نے بڑی دلجمعی سے عمدہ عمدہ اور نفیس کھانے کھائے بالک مکان نے کہا کہ اے منارا اگر آپ ہمارے ساتھ شریک طعام ہو جائیں تو کیسی اچھی بات ہو۔ منارا کو اس بات پر غصہ آیا کہ مالک مکان نے صرف سادہ طور سے میرا نام لیکر مجھے مخاطب کیا۔ منارا نے اب اول ہی بار یہ دیکھا کہ میرے تمام ہمراہی اور غلاموں کی بجائے اس اموی کے تمام غلام

وغیرہ موجود ہیں اور صرف پانچ ہمراہیوں کے ساتھ میں یہاں تنہا ہوں۔ باوجودیکہ اس اموی نے
کوئی فعل ایسا نہیں کیا کہ جس سے کچھ شبہ ہوتا مگر تاہم منارا نے یہ خیال کرکے کہ اگر ہتھیاروں سے
لڑائی کی ضرورت آپڑی تو میں اس اموی کو بغیر گورنر دمشق اور اس کی فوج کی مدد کے گرفتار
نہیں کرسکتا۔ منارا کے خیالات پریشان ہونے لگے۔ آخر کار ظہر کی نماز خوب اطمینان سے ادا
کرکے نہایت خلق کے ساتھ اموی نے منارا سے پوچھا کہ آپ جس کام کے واسطے تشریف لائے
ہیں وہ فرمایئے۔ یہ سنکر منارا نے فوراً خلیفہ کا پروانہ نکالکر اس اموی کے ہاتھ میں دیدیا۔ مالک
مکان نے پروانہ پڑھ کر اپنے سب بیٹوں اور غلاموں اور نوکروں کو اپنے پاس بلایا۔ منارا نے
اس مجمع کو دیکھکر یقین کرلیا کہ بس اب میں فوراً یہاں قتل کرڈالا جاؤنگا۔ مگر اس اموی نے ان سب
کو مخاطب کرکے اول تو ان سے اس بات کا بہت مضبوط حلفیہ اقرار کرلیا کہ اگر میرے جانیکے
بعد تم میں سے آپس میں کوئی دو شخص ملو تو کسی کے حق میں ایک کلمہ بھی برائی کا نہ نکالنا نہ کسی کو الزام
دینا۔ بلکہ اپنے مکانوں میں الگ الگ رہنا اور جب تک کہ تمہارے پاس میرا کوئی خط نہ پہنچے
اسوقت تک اپنے اقرار پر قایم رہنا اور دیکھو! یہ امیرالمومنین کا پروانہ ہے جس میں میری طلبی کا
حکم ہے چونکہ اب میں نے اس پروانہ کو دیکھ لیا اب میں یہاں ایک منٹ بھی اور زیادہ قیام نہیں
کرونگا اور زنانے مکان میں مستورات سے بھی کہدینا کہ جب تک میں یہاں سے باہر رہوں بہت
اچھی طرح رہیں اور کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ مجھے اپنے ہمراہ کسی کے لیجانے کی ضرورت نہیں ہے یہ
کہکر اموی نے منارا سے کہا کہ اب آپ میرے لئے بیڑیاں منگوا لیجئے اور جب وہ آگئیں
تو اس اموی نے بڑی خوشی سے اپنے پیر آگے بڑھا کر اپنے تئیں گرفتار کرا لیا۔ منارا نے پھر اس
اموی کو اونٹ پر سوار کیا اور اسکے برابر خود اپنا گھوڑا رکھا تاکہ اموی ہر وقت نظر کے سامنے رہے
اور وہیں سے اسی وقت دمشق سے روانہ ہوگیا راستہ میں یہ قافلہ ایک خوبصورت باغ میں
سے گذرا۔ قیدی اموی نے جو اپنے قید کرنے والے یعنی منارا سے بہت ہی لطف اور خوش خلقی
سے باتیں کرتا آرہا تھا منارا سے کہا کہ دیکھئے یہ باغ میرا ہے اور اس باغ میں جسقدر نایاب
پھول اور پھل اور میوہ جات ہوتے تھے بڑی فصاحت اور بلاغت سے انکا ذکر کیا۔ تھوڑے
عرصہ کے بعد خوبصورت کھیتوں اور عمدہ مزروعہ زمینوں میں سے اس قافلہ کا گزر ہوا۔ اموی نے

مناراسے کہاکہ دیکھو! یہ میری زمینیں ہیں۔ اور جسقدر سالانہ منافع پیداوار سے ہوتا تھا اس کا تمام ذکر
صفائی دل سے منارا کو سنایا۔ منارا کو اب اور زیادہ حالات سننے کی تاب نہ رہی اس نے اموی
سے کہاکہ ”کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ امیرالمومنین آپ کے حالات سن سنکے
بہت متفکر اور پریشان رہا کرتے تھے اور اسلیئے تم کو تمھارے قبیلہ اور کنبہ سے نکلوا کر تنہا
اور پابزنجیر کرکے بلوایا ہے؟ تم کو کیا خبر ہے کہ وہاں پہنچکر تمہارا کیا حال ہوگا۔ اور باوجود اس
بات کے اور دوسرے اشخاص جس طرح متفکر ہوتے ہیں میں تم کو ایسا پریشان نہیں پاتا بلکہ برخلاف
اس کے تم خوشی خوشی اپنے باغات اور املاک کا مجھ سے تذکرہ کیئے جاتے ہو۔ کیوں کیا تمہیں
اس بات کی خبر نہیں ہے کہ تم کو کس لئے گرفتار کیا گیا ہے۔ خدا جانے خلیفہ تمہارے ساتھ کس
طرح پیش آئے مگر میں تم کو بڑے اطمینان اور سکون کی حالت میں دیکھتا ہوں اور تمہیں کچھ
فکر یا پرواہ مطلق بھی نہیں ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم سمجھدار اور دانا شیخ ہوگے۔ منارا سے یہ
باتیں سنکر اس قیدی اموی نے کہاکہ ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“

ہم سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اسی کی جانب ہم سب کی بازگشت ہے اے منارا
واللہ! تمہارے بارے میں میرا خیال غلط نکلا۔ میرا قیاس تھا کہ تم میں کچھ عقل و تمیز ہوگی۔ اسلیئے
کہ اگر تم میں یہ بات نہ ہوتی تو خلیفہ کے دل میں تمہاری یہ وقعت نہ ہوتی اور نہ تم اس رتبہ پر پہنچے لیکن
میرا قیاس غلط نکلا۔ کیونکہ تمہاری گفتگو تو ایسی ہے جیسے کہ عوام کالانعام کی بولچال ہوا کرتی ہے اور
تم نے امیرالمومنین اور ان کی خفگی کا اور ان کا اپنے دروازے پر مجھکو ایسی حالت میں بلوانے کا جو ذکر
کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے جسکے ہاتھوں میں ہماری تمہاری اور امیرالمومنین
سب کی تقدیر ہے۔ امیرالمومنین بغیر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی مرضی اور مشیت کے نہ مجھے کسی قسم
کا فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ میرا نقصان کرسکتے ہیں۔ میں نے خلیفہ کے برخلاف کسی جرم کا ارتکاب
نہیں کیا ہے کہ جو انکے حضور میں جاتے ہوئے میں خوف زدہ بنجاؤں۔ علاوہ اسکے جب امیرالمومنین
کو معلوم ہوگا کہ میں ان کا کیسا وفادار اور مخلص ہوں تو وہ میری اور عزت کرینگے لیکن اگر اللہ تعالیٰ
نے روز ازل میں ہی مقدر کردیا کہ مجھکو امیرالمومنین کے ہاتھ سے اذیت ہی پہنچے اور اس اذیت
کا وقت اب آگیا ہے اور میری تقدیر میں اُن کے ہاتھ سے میرا مرنا لکھا ہے تب تو تمام فرشتگان

اور پیغمبران اور تمام اہل زمین اور کل اہل آسمان بھی ملکر میری موت کو نہیں ٹال سکتے۔ پھر میں موت کا کیوں رنج کروں اور مرنے پر کس لئے غمگین بنوں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیشتر سے مقدر کر دیا ہی اس کی بابت فکر کرنا بالکل بے فائدہ اور بیہودہ بات ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ہمیشہ عمدہ ترین بات خیال کرنا اور اس کی مشیت پر رضا اور تسلیم اختیار کرنا ہمارے اور سب کے لئے لازمی فرض ہے۔ میں خیال کرتا تھا کہ تم یہ سب باتیں جانتے ہو گے لیکن چونکہ اب میں نے تمہاری عقل و تمیز کی وسعت معلوم کر لی اب میں تم سے اس وقت تک ایک حرف بھی نہیں بولونگا جب تک کہ ہم تم خلیفہ کے حضور میں نہ پہنچ جائیں۔ اور امیرالمومنین مجھہ کو تم سے علیحدہ کریں یا جو خدا کی مرضی ہو گی وہ ہو کے رہے گی"

منارا کہتا ہے کہ بعد اس گفتگو کے پھر اس اموی نے ایک حرف تک مجھ سے نہیں کہا۔ صرف قرآن شریف پڑھتا رہتا یا پانی اور دیگر ضروریات کے لئے کہدیتا۔ یہانتک کہ تیرھویں دن یہ قافلہ کوفہ کے نزدیک پہنچا۔ کوفہ سے چھہ فرسنگ اس قافلہ کے آنیکے انتظار میں ایک سوار بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس قافلہ سے ملکر اور اموی کو گرفتار دیکھ کے بڑی تیزی کے ساتھ گھوڑا بھگاتا ہوا روانہ ہوا تاکہ خلیفہ ہارون الرشید کو اس بات کی اطلاع دیوے۔ شام کے قریب یہ قافلہ کوفہ میں پہنچا۔ منارا فوراً امیرالمومنین کے حضور میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اسکو حکم دیا کہ تو نے جو کچھ دیکھا یا جو کچھ اس اموی سے سُنا ہو اس کو بالتفصیل بیان کر۔ منارا نے شروع سے تمام حال بیان کرنا شروع کیا اور جس طرح اس اموی نے اس کا استقبال کیا یا جس بے فکری سے اسنے کھانا کھایا یہ ذکر کیا۔ تو خلیفہ کے چہرہ پر غصہ سے رگیں ابھری ہوئی معلوم ہونے لگیں۔ اور جب منارا نے یہ بیان کیا کہ کس طرح اس اموی نے اپنے تمام رشتہ داروں اور نوکروں کو بلا کر سمجھایا کہ میرے ساتھ جو سلوک کیا جاوے تم اس کی بابت کسی سے بھی بدلہ لینے کا خیال ہرگز ہرگز نہ کرنا اور کس طرح اس نے اپنے آپ کو بخوشی سپرد کر کے بیڑیاں پہن لیں۔ تو خلیفہ کے چہرہ سے غصہ فرو ہوتا ہوا معلوم ہوا۔ لیکن جب منارا نے اس خفگی کا ذکر کیا جو قیدی اموی نے منارا پر ظاہر کی تھی۔ تو خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ واللہ اس شخص پر جس قدر الزام لگائے گئے ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہیں اور یہ اموی سچا اور وفادار

ہے! خلیفہ نے حکم دیا کہ اس اموی کی بیڑیاں کاٹ کر اس کو رہا کر دو اور میرے پاس لاؤ۔ جب اموی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس کو از رہ مہربانی بیٹھنے کا حکم دیا اور بڑے اخلاق اور محبت سے اس کی گفتگو کی اور فرمایا کہ اگر کوئی آرزو ہو تو مجھ سے کہو۔ اموی نے صرف یہ مختصر اور مہذب جواب دیا کہ امیر المومنین! مجھکو سوائے اس کے اور کوئی حاجت نہیں ہے کہ آپ میرے بال بچوں میں مجھکو واپس بھجوا دیں۔ امیر المومنین! آپکی رعایا پروری اور نصفت پسندی سے اور آپ کے عمال کے انصاف اور ظلم کی بیخ کنی کیوجہ سے مجھ کو یا جس شہر میں میں رہتا ہوں وہاں کے باشندوں کو کسی قسم کی احتیاج اور ضرورت نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے بیشمار انعام اور خلعت وغیرہ عنایت کر کے اس اموی کو دمشق واپس جانے کی اجازت دی اور منارا کو اس کی اردلی میں دمشق تک جانے کا حکم دیا۔ اور ہدایت کر دی کہ اس اموی کی نہایت ہی عزت اور احترام کرنا اور بہت خاطر و مدارات سے اس کے مکان پر اس کو پہنچا کے آنا چنانچہ منارا اس کو بڑی عزت کے ساتھ دمشق پہنچا کے واپس آیا۔

جان اور آزادی دربار بغداد میں کسی طور سے محفوظ نہ تھی۔ ایک دن جو شخص عزت پاتا اکثر ایسا ہوتا کہ دوسرے روز ذلت کے ساتھ زندان میں قید کر دیا جاتا تھا[ل]۔

ابو عتاہیہ اور عتبہ کنیز

ابو عتاہیہ شاعر نابینا غالباً اندھے ہونے سے پیشتر خیزراں والدہ ہارون الرشید کی ایک کنیز عتبہ نامی پر عاشق ہو گیا۔ اس کنیز نے اپنی مالکہ سے یہ شکایت کی کہ ابو عتاہیہ شاعر میری نسبت اس طرح کی شعر بناتا ہے جس کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس امر کی میں نے ہی اس کو ترغیب دی ہے اور ایسے اشعار سے میری بدنامی ہوتی ہے خیزران نے یہ تذکرہ خلیفہ مہدی سے کر دیا خلیفہ

ل۔ اول تو یہ قول بے دلیل ہے کیونکہ اس کی کوئی نظیر پامر صاحب نے تحریر نہیں کی۔ اور قول بے دلیل کبھی بھی قابل وقعت اور لائق لحاظ نہیں ہوتا۔ اس بات کا بھی شکر ہے کہ مسٹر مذکور نے یہ بات اپنے خیال میں دربار ہی تک محدود رکھی۔ اگر تمام سلطنت پر اس خیال کو وسعت دیدیتے تو لکھتے وقت کون شخص مسٹر پامر کا قلم روک سکتا تھا جب مسٹر پامر نے باوجود اس کے کہ خود بھی اعتراف اور تسلیم کرتے ہیں الف لیلہ کے جھوٹے افسانوں تک کا تذکرہ اس تاریخ میں کیا ہے کہ جنکا ذکر تاریخ میں کرنا بالکل بیجا ہے تو کیا اگر کوئی ایسا سچا واقعہ ہوتا تو وہ تحریر نہیں کرتے؟ ضرور کرتے ہاں کسی مشتبہ یا مجرم پر ایسا ہوتا ہوگا تو یہ تو عین مصلحت سلطنت کے مطابق بات ہوتی ہے۔ کونسی گورنمنٹ (بقیہ آئندہ)

مہدی نے بطور تنبیہ ابو عتاہیہ کے خوب درے لگوائے۔ لیکن ہارون الرشید جب تخت نشین ہوا تو ابو عتاہیہ نے اپنی توجہ اس کنیز کی جانب پھر مائل کی اور عتبہ کے اوپر ایک غزل بنائی جس کے دو شعر کا یہ مضمون ہے۔ خلیفہ کے غزال نے جال بچھایا اور میں شکار بنکر اس میں گرفتار ہو گیا میں نہیں جانتا کہ اب اس جال کی گرفتاری سے مجھے کیونکر رہائی ملیگی۔

ہارون الرشید یہ شعر سنکر نہایت برافروختہ ہوا اور اس قسم کے شعروں میں اپنا نام پڑا ہوا دیکھکر اس نے اس کو ناقابل معافی جرم خیال کیا۔ اسلیئے حکم دیا کہ اس شاعر کو قید کر دیا جائے۔ ابو عتاہیہ واقف تھا کہ ہارون الرشید خوشامدانہ الفاظ کی غزلوں سے بہت خوش ہوتا ہے اسلیئے اپنی رہائی کے واسطے اس نے یہ تدبیر کی کہ خلیفہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ اس کے صلہ میں خلیفہ نے خوش ہوکر اسکو رہا کر دیا اور اس قدر اس سے خوش ہوا کہ ابو عتاہیہ سے اقرار کیا کہ اس کنیز کے ساتھ شادی ہو جانے میں میں تمہارے لئے کوشش کروں گا اور اگر وہ کنیز رضامند ہو جائے گی تو میں تم دونوں کو بطور تحفہ شادی ایک رقم کثیر عطا کروں گا۔ ابو عتاہیہ کے جانے کے بعد سلطنت کے دیگر امور میں ہاروں الرشید اسقدر مصروف ہوا کہ ابو عتاہیہ سے جو اقرار کیا تھا وہ بالکل بھول گیا۔ ابو عتاہیہ کو پھر ایسا موقع نہیں ملا کہ وہ خود خلیفہ کو اس اقرار کی ..... یاددہانی کرتا۔ اس لئے ابو عتاہیہ نے تین غزلیں بنائیں اور تین پنکھے لیکر ایک ایک غزل ان پر لکھی۔ اور مسرور کو اس بات پر راضی کر لیا کہ تو موقع مناسب دیکھکر یہ پنکھے خلیفہ کے حضور میں پیش کر دینا۔ ایک دن ہارون الرشید نے پنکھا منگایا مسرور نے وہی تینوں پنکھے پیش کر دیئے۔ خلیفہ نے ایک پنکھے پر دو تین شعر لکھے دیکھے جنکا مطلب یہ تھا کہ:۔

جب نسیم صبح کا جھونکا آتا ہے تو مجھے یہ امید ہو جاتی ہے کہ مجھ سے خلیفہ نے جو اقرار کیا تھا شاید اس کے ایفا کی خوشخبری دینے کے لئے آئی ہے۔ اور تیری فیاضی کی خوشبو سے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۵) ایسی ہو سکتی ہی جو شبہ یا جرم پر مجرموں کو ماخوذ نہیں کرتی برخلاف اس کے پامر صاحب خود ہی بیان کرتے ہیں کہ معن ندیم پر ہارون الرشید کسی قدر خفا تھا مگر باوجود خفگی کے دربار میں اس کا آنا بند نہیں کیا اور پھر خوش ہو کر اس کو گورنر بصرہ مقرر کر دیا۔ آزادی کی بابت بھی پامر صاحب کا بے دلیل قول ہے ظاہر ہے کہ جیسی آزادی سے لوگ خلیفہ سے گفتگو کر لیتے تھے اس کو خود مسٹر پامر نے اسی کتاب میں ذکر کر دیا اب اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں ۱۲

شرابور ہوکر جب نسیم سحری آتی ہے تو میں اس کو پہچان لیتا ہوں۔"
ہارون الرشید نے کہا کہ شعر تو اچھے کہے ہیں۔ دوسرے پنکھے پر خلیفہ نے اور شعر دیکھے جنکا مضمون یہ تھا کہ:-
"میری روح مثل ایک گھوڑے کے اپنی گردن اٹھائے ہوئے۔ اور پر شوق چال سے چلکر ہمیشہ تیرے حضور میں حاضر ہونے اور تیری فیاضی سے متمتع ہونے کے لئے آگے بڑھنا چاہتی ہے۔"
خلیفہ نے کہا مرحبا! بہت خوب شعر کہے تیسرے پنکھے پر خلیفہ نے اور اشعار لکھے ہوئے پائے جنکا مطلب یہ تھا کہ:-
"بعض اوقات مجھکو مایوسی بھی ہوجاتی ہے لیکن امید فوراً اسی وقت آکر یہ کہکر ڈھارس بندھاتی ہے کہ جس شخص نے میری کامیابی کی ضمانت کرلی ہے وہ تو بڑی عالیشان قوم سے ہے ناامید مت ہو تو ضرور کامیاب ہوگا۔"
خلیفہ کو اپنا اقرار یاد آگیا اور اس نے فوراً ابوعتاہیہ کو بلوایا اور اقرار کیا کہ کل انشاءاللہ تعالیٰ تمہارے کام میں حتی المقدور کوشش کرونگا۔ خلیفہ نے اسی وقت اس کنیز سے یہ کہلا بھیجا کہ میں شام کو تجھ سے ملنے آؤنگا کیونکہ مجھے تجھ سے ایک کام ہے اور وہ کام میں خود ہی تجھ سے کہوں گا مقررہ وقت پر خلیفہ عتبہ کے مکان پر پہنچا۔ عتبہ سے کہا کہ جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں اسکے کہنے سے پیشتر تم مجھ سے اس بات کا اقرار کرو کہ تم اس بات کو قبول کرلوگی اور انکار نہ کروگی۔ اس نے جواب دیا کہ "میں آپ کی کنیز ہوں۔ میں آپ کا ہر حکم سوائے ابوعتاہیہ کے معاملہ کے منظور کرلونگی کیونکہ میں نے آپ کے والد مرحوم سے یہ حلفیہ اقرار کرلیا تھا کہ اگر میں ابوعتاہیہ سے نکاح کروں تو پاپیادہ مکہ شریف کے حج کے لئے جاؤں اور جونہی کہ ایک بار یہ زیارت کعبہ شریف ختم ہو تو میں فوراً اسی وقت حج کے لئے پھر جاؤں اور اس کی بجائے اگر میں اس کا کفارہ دینا چاہوں تو کوئی ایسا کفارہ قابل قبول نہوگا۔ اور یہ بھی حلفیہ اقرار کیا تھا کہ میرے پاس جو کچھ مال و اسباب ہوگا سوائے نماز کے مصلے کے وہ سب خدا کی راہ پر محتاج اور مساکین کو دیدوں گی۔" یہ کہکر کنیز خلیفہ کے قدموں پر گر پڑی

اور بہت روئی اور اس سے التجا کی کہ آپ اس کام سے مجھے معاف رکھیں۔ خلیفہ نے اس کنیز سے اقرار کیا کہ میں آیندہ تجھے اس معاملہ میں تکلیف نہیں دونگا۔ دوسرے دن ابو عتاہیہ اپنی پوری کامیابی کی امید میں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ لیکن خلیفہ نے اس سے کہا کہ تم مسرور اور رشید اور دیگر ملازموں اور غلاموں سے پوچھ لو میں نے تمھارے لئے حتی الامکان کوشش کی مگر میں اس کنیز کو تمھارے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہیں کر سکا۔ یہ غریب شاعر جو معلوم ہوتا تھا کہ اس کنیز پر بہت فدا اور فریفتہ تھا یہ نا امیدی کی خبر سنکر ایسا مایوس ہوا کہ اس نے درویشانہ لباس اختیار کر لیا اور ساری عمر تجرد میں گزارنے کا ارادہ کر لیا۔ ابو عتاہیہ نے اپنی اس معشوقہ کے فراق میں اور ہجر میں جو غزل کہی ہے اس میں سے دو شعروں کے مضمون کا مطلب حسب ذیل ہے۔

"میں نے امید اور امل کی تمام مضبوط رسیوں کو کاٹ کر علیحدہ علیحدہ کر دیا اور اونٹ کی پشت کے اوپر سے کاٹھی اتار لی۔ اس لئے کہ مایوسی اور نامرادی کی سردی نے میرے دل پر جگہ کر لی ہے۔ اور قیام کرنے یا آگے سفر کرنے کی مجھے بالکل پرواہ نہیں ہے"

برمحل

خلیفہ ہارون الرشید کو دریائے دجلہ کی سیر کرتے ہوئے ملاحوں کے راگ سننے کا بہت شوق تھا۔ لیکن ان کا تلفظ بہت خراب ہوتا تھا۔ نامناسب اور غیر مربوط الفاظ جو ان کی گفتگو میں ہوتے تھے اس سے خلیفہ کے کان جو خالص عربی زبان سے واقف تھے محض نا آشنا تھے۔ ملاحوں کی خلط ملط عربی سے اس کی طبیعت بہت گھبراتی تھی ہارون الرشید نے ایک دن اپنے ندیموں کو حکم دیا کہ کسی شاعر کو بلواؤ اور ایک غزل بنواؤ جس کو ملاح اپنے لہجہ میں گائیں تاکہ جیسی یہ ملاح اپنے راگوں میں غلطیاں کرتے ہیں وہ نہ ہوں میں معلوم ہوا کہ ابو عتاہیہ ہی ایک ایسا شخص ہے جو یہ کام عمدہ طور سے انجام دے سکتا ہے۔ اس وقت ابو عتاہیہ قید خانہ میں مقید تھا۔ ہارون الرشید نے ابو عتاہیہ کے پاس کسی آدمی کو بھیجا اور حکم دیا کہ اس طرح کی غزل بنوا کر جلد لے آؤ۔ ابو عتاہیہ جو اس حکایت کا راوی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ چونکہ خلیفہ نے میری رہائی کی بابت کچھ حکم نہیں دیا۔ اسلئے میں نے ایسی غزل بنانا چاہی کہ جس کو سنکر بجائے خوش ہونے کے خلیفہ کو رقت ہو اور رونا آئے ایسی غزل بنا کر میں نے اس آدمی کو دیدی۔ یہ

غزل اب تک عربی کتابوں میں موجود ہے اور بہت ہی عمدہ غزل ہے لیکن یہ غزل کوئی غیر معمولی یا عجیب قسم کی نہیں ہے۔ انسانی خواہشات کے فانی ہونے اور موت کی یقینی آمد پر یہ غزل ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار نے خلیفہ پر وہی اثر کیا جیسا کہ ابو عتاہیہ کی تمنا تھی جب ملاحوں نے یہ غزل گائی تو ہارون الرشید اسقدر زار و قطار رویا کہ مجبوراً فضل بن الربیع وزیر اعظم نے ان ملاحوں کو چپ کر دیا۔ قدیم مورخین کا بیان ہے کہ اس زمانے میں ہارون الرشید ایسا رقیق القلب ہو گیا تھا کہ ذرا سے رحم کے ذکر پر اسکے آنسو نکل آتے تھے۔

خلیفہ کی خودسرانہ کارروائی کی ایک اور مثال حسب ذیل ہے۔

برمکیوں کی فیاضی پہ یحییٰ کی مرتا

صالح بن مہران جو ہارون الرشید کے مقربین میں سے تھا بیان ....کرتا ہے کہ ایک دن خلیفہ نے مجھکو بلایا جب میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید بڑا خشمگیں اور رنجیدہ بیٹھا ہوا ہے چند لمحے کے بعد خلیفہ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ اسی وقت روانہ ہو اور منصور ابن زیاد سے ایک کروڑ درہم وصول کر اور اگر وہ روپیہ ادا کرنے سے انکار کرے تو اس کا سر کاٹ کر پیش کر۔ اگر تو نے کچھ پس و پیش کیا اور میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں اپنے باپ مہدی کی روح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پھر میں تیرا سر کاٹ ڈالوں گا"۔ صالح نے دریافت کیا کہ امیر المومنین! اگر منصور ایک حصہ زر فوراً ادا کر دے اور بقایا کی ادائیگی کے لئے دوسرے دن کے لئے کسی کی ضمانت دیوے تو اس حالت میں کیا کیا جائے؟ خلیفہ نے کہا کہ اگر وہ آج ہی ایک کروڑ درہم نقد نہ دیوے تو اسکا سر کاٹ ڈالنا۔ بس اب جا اور زیادہ مجھ سے بیہودہ گفتگو نہ کر۔ صالح کو یقین ہو گیا کہ خلیفہ منصور کے قتل کے درپے ہے۔ وہ وہاں سے بہت پریشان روانہ ہوا کیونکہ منصور اسکا دوست تھا اور بغداد کے مشاہیر میں بہت ہی مقتدر تھا۔ صالح سیدھا منصور کے گھر گیا اور اسکو الگ لیجا کر تمام کیفیت اس سے بیان کی منصور نے اپنے تئیں صالح کے پیروں میں ڈالدیا اور رو کر کہا کہ امیر المومنین میرے قتل کے درپے ہیں کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ میرے پاس اسقدر روپیہ ساری عمر میں کبھی جمع نہیں ہوا۔ پھر میں اس قدر روپیہ ایک دن میں کیسے مہیا کر سکتا ہوں برائے خدا

ایک مہربانی کرو اور وہ یہ کہ مجھکو میرے گھر میں جانے دو تاکہ میں سب سے آخری ملنا
ملکر رخصت ہو آؤں اور جسقدر میری جائداد ہے وہ میں تمکو سپرد کردوں گا تم میرے
مرنے کے بعد اسکو تقسیم کردینا اس کارروائی سے تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوگا اسلئے
کہ جب میں اپنے بچوں سے رخصت ہوچکوں اور تمکو روپیہ دے چکوں تو تم میرا سر کاٹ
ڈالنا اور خلیفہ سے جاکر کہدینا کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگئی۔ صالح نے منصور کی یہ
درخواست منظور کرلی۔ اسکے گھر والوں سے اسے ملنے دیا اور جب یہ غم انگیز اطلاع
منصور کے گھر میں معلوم ہوئی تو رونے کے غل و شور سے منصور کے گھر میں ایک
کہرام مچ گیا۔ صالح نے منصور سے کہا کہ اب تم جس طرح چاہو اپنی جائداد کا انتظام
کردو۔ اور منصور کو کسی جگہ قتل کرنے کے لئے لیجانے ہی کو تھا کہ منصور نے مایوسی کی حالت
میں اُس سے کہا کہ اے صالح! گذشتہ زمانے میں ہارون الرشید کے خلیفہ ہونے
سے پیشتر یحیٰی بن خالد برمکی کے ساتھ میری لڑائی ہوگئی تھی اُسی وقت سے یحیٰی مجھکو
ہمیشہ ستاتا اور دق کرتا رہا۔ سوائے ایک موقع کے جبکہ دوانیقی[1] نے مجھ سے ناراض
ہوکر مجھکو سزا دینے کے لئے مجھے یحیٰی برمکی کے سپرد کیا۔ اس وقت یحیٰی نے مجھ پر
بڑی مہربانی فرمائی اور خلیفہ سے سفارش کرکے میری جان بخشی کرائی یحیےٰ کا گھر راستہ
میں واقع ہے تم وہاں مہربانی کرکے مجھے لیچلو شاید وہ میری حالت زار دیکھکر
مجھ پر رحم کرے صالح اس بات پر راضی ہوگیا اور منصور کے ساتھ یحیےٰ کے
مکان پر اس وقت پہنچا جبکہ یحیےٰ نماز پڑھ ہی چکا تھا۔ یحیےٰ نے منصور کی مصیبت اور
بے چینی دیکھکر اس کا سبب دریافت کیا۔ جب اس کا حال معلوم ہوا تو اقرار کیا
کہ میں تجھے ہر طور سے مدد دوں گا۔ یحیےٰ نے اپنے خزانچی کو بلوایا معلوم ہوا کہ جسقدر
روپیہ منصور کو چاہیے اسقدر خزانے میں موجود نہیں ہے۔ لیکن فضل اور جعفر
اپنے دونوں بیٹوں کے یہاں سے روپیہ منگوا کر ستر لاکھ درہم جمع کردیا۔

[1] ابوجعفر منصور جو خاندانِ خلفائے عباسیہ کا دوسرا خلیفہ اور ہارون الرشید کا دادا تھا۔ بوجہ طامع اور
لالچی ہونے کے دوانیقی (پائی پائی جمع کرنے والا) کے لقب سے مشہور ہوگیا تھا ۱۲ مصباح۔

باقی کے لئے یحییٰ نے کل کا اقرار کیا۔ صالح نے یحییٰ سے کہا کہ ہارون الرشید نے قطعی حکم دیدیا ہے کہ آج ہی سب مطالبہ منصور سے وصول کر لیا جاوے اور اگر وصول نہ ہو تو اس کا سر کاٹ ڈالا جائے۔ جعفر نے جب یہ حال سنا تو اپنی ایک معتمد کنیز کو ہارون الرشید کی بہن فاطمہ کے پاس بھیجکر جسقدر روپیہ کہ منصور کے مطالبہ میں کم تھا اس سے مستعار منگوایا۔ یہ شاہزادی فاطمہ بڑی فیاض عورت تھی اس نے اپنے گلے کا ایک بیش بہا ہار اس کنیز کو دیدیا جس کی قیمت اسی قدر تھی کہ جتنی رقم جعفر نے مستعار منگائی تھی یحییٰ نے اس طرح سے ایک کروڑ درہم مہیا کر کے یہ سب روپیہ منصور کے ہمراہ حمالوں کے سر پر رکھوا کے بھیجدیا۔ خلیفہ نے صالح سے دریافت کیا کہ یہ سب روپیہ کس طرح سے وصول ہوا۔ اور جب اس کو تمام کیفیت معلوم ہوئی تو حکم دیا کہ روپیہ خزانے میں داخل کر دیا جائے اور منصور کو رہا کر دو۔ پھر یحییٰ کو اپنے حضور میں بلوایا۔ جب یحییٰ حاضر ہوا تو اس نے خلیفہ کو بہ نسبت سابق کے بہت رنجیدہ اور اندوہناک پایا۔ یحییٰ کو خوف ہوا کہ میں نے جو منصور کی امداد کی ہے کہیں اس کی وجہ سے میرے اوپر کوئی آفت نازل نہ ہو جائے لیکن یحییٰ نے اپنی عقلمندی اور خوش بیانی سے فوراً راضی کر لیا اور دریافت کیا کہ امیر المومنین! منصور پر آپ کی اس قدر خفگی کا کیا باعث تھا۔ ہارون الرشید نے جواب دیا کہ کچھ تو یہ وجہ تھی کہ مجھے اس پر یہ شبہ ہو گیا تھا کہ منصور باغی اور غدار ہو گیا ہے وفادار نہیں رہا۔ لیکن خاص وجہ یہ ہے کہ منصور تم سے بہت خراب سلوک کیا کرتا تھا محسن کش تھا حالانکہ تم نے اب بھی اس کی جان بچائی۔ ہار کا معاملہ یحییٰ کے دل میں ابھی کھٹکتا تھا خلیفہ نے خود ہی یحییٰ سے کہا کہ تم نے شہزادی فاطمہ سے ہار منگایا یہ بہت بری بات ہوئی۔ وزیر نے جواب دیا کہ امیر المومنین! جب انسان پر اللہ تعالیٰ کوئی مصیبت ڈالتا ہے تو انسان اس سے خلاصی پانے کیلئے ہر کسی سے مدد چاہا کرتا ہے۔ یہ سنکر ہارون الرشید ہنس پڑا لیکن شاہزادی فاطمہ کو بلا کر اس کو بہت برا بھلا کہا کہ تم نے اس کام میں کیوں شرکت کی۔ فاطمہ نے جواب دیا کہ میں یحییٰ برمکی کو مثل اپنے باپ کے سمجھتی ہوں اس لئے اس کی اس بے حقیقت درخواست مدد کو رد نہیں کیا۔ خلیفہ کو اس جواب سے تسکین ہو گئی اور وہ ہار شاہزادی فاطمہ کو واپس دیدیا۔ لوگوں کا اژدہام جو خلیفہ کے ایوان کے دروازہ کے باہر جمع ہو گیا تھا یحییٰ اور منصور کو زندہ آتے دیکھ کر

بہت ہی متعجب ہوا۔ برمکیوں کی فیاضی اور شرافت اور اُن کے آقا کی مطلق العنانی اور لالچ اور اس کی حکومت میں جان و مال کی خطرناک طور سے غیر محفوظی کو اس واقعہ سے زیادہ اور کوئی واقعہ اچھی طرح سے ظاہر نہیں کرسکتا ہے۔

عربوں کی ذہانت اور ہارون رشید کی فراست

بد قسمت خاندان برامکہ کے باقی ماندہ اشخاص کی ایک حکایت مشہور ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے کے عرب اپنے سے بڑے درجے کے لوگوں کو اپنی روزمرہ کی سادہ گفتگو میں ذو معانی الفاظ کے ذریعے سے اس طور سے لعن و نفرین کر جاتے تھے کہ بظاہر وہ الفاظ دعائیہ معلوم ہوتے تھے۔ اور نیز اسی حکایت سے ہارون الرشید کی نہایت درجے کی فہم و فراست علم و فضیلت اور

لے خاندان برمکی مسلمانوں میں ایک بہت ہی فیاض خاندان ہوا ہے۔ برمکیوں نے اپنے زمانے میں حاتم طائی کے نام کو اپنی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا تھا۔ اس خاندان کے تین شخص یحیی اور فضل اور جعفر برمکی بہت ہی مشہور و معروف اور فیاض گزرے ہیں۔ ان کی فیاضی اسقدر تھی کہ اپنا کل ذاتی مال و اسباب مستمندوں اور محتاجوں کو دیکر اگر حاجت مند اور طلب کرتے اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو بیت المال میں سے دیدیتے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید اپنی علو حوصلگی اور فیاض طبعی کی وجہ سے دانستہ اکثر چشم پوشی کر جاتا تھا مگر کب تک بقول ع رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایکدن جعفر برمکی کے قتل کے سببوں میں سے مورخین نے ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے اپنی سخاوت اور ایثار کی وجہ سے خزانہ سلطنت کو خالی کر دیا تھا مسٹر پامر نے جو یہ تحریر کیا کہ ہارون الرشید کی حکومت میں جان و مال کی غیر محفوظی خطرناک طور سے تھی اور اس کی تمثیل لکھی ہے اور لکھا ہے کہ اس واقعہ سے زیادہ اور کوئی تمثیل اس کی حکومت میں غیر محفوظی جان و مال کی نہیں ہے۔ خیر مسٹر پامر نے خود ہی حصر کر دیا ہے ورنہ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس حکایت سے اس کا کس قدر ظلم یا رحم مترشح ہوتا ہے مگر تاہم دو چار لفظ کہے بغیر اس کی تشریح نہیں ہوسکتی۔ اور وہ یہ ہیں کہ شاید مسٹر پامر کو یہ یاد نہیں رہا کہ منصور باوجود اس کے کہ ایک کروڑ درہم بیت المال میں سے اڑا چکا تھا پھر بھی اپنی جان سلامت لے گیا۔ عربی کتابوں میں مرقوم ہے کہ غبن اور تغلب کی وجہ سے خلیفہ نے منصور پر اسقدر سختی کی تھی مگر مسٹر پامر نے اس کا کوئی سبب نہ معلوم کیوں نہیں لکھا؟ وہ زمانہ اسقدر تہذیب کا نہ تھا۔ آجکل تو تہذیب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے مگر کیا مسٹر پامر کسی مہذب گورنمنٹ کی ایسی بھی مثال دے سکتے ہیں کہ جس میں کسی شخص نے خیانت مجرمانہ سے ایک کروڑ درہم تو بہت بڑی رقم ہے۔ اس کا ہزاروان حصہ بھی غبن یا خورد برد کر لیا ہو اور ایسے شخص کو سخت سے سخت قید با مشقت کی سزا نہ دی گئی ہو اور پھر جو شخص کہ عادی مجرم اور اقبالی ہو اسکو تو دگنی سزا آجکل مہذب ممالک میں بھی دیجاتی ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

ہشیاری ظاہر ہوتی ہے کہ وہ فوراً اس قسم کی گفتگو سمجھ جاتا تھا۔ ایک دن دربار عام میں بہت سے امرا
سلطنت اور اعیان مملکت حاضر تھے کہ اتنے میں ایک عورت خلیفہ کے حضور میں آئی اور خلیفہ کو
مخاطب کر کے یہ دعا دی کہ "امیر المومنین! اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں میں راحت اور ٹھنڈک دیوے
اور جو کچھ خدا نے تمکو دیا ہے اس میں تمکو فرحت بخشے۔ چونکہ تم نے انصاف کیا
اور تم قاسط (منصف) ہو۔ ہارون الرشید نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے
کہا کہ میں خاندان برامکہ میں سے ہوں۔ جسکے مردوں کو تم نے مار ڈالا ہے اور جنکی دولت تم نے
چھین لی ہے خلیفہ نے جواب دیا کہ تمہارے مردوں کی بابت تو جو کچھ خدا کا حکم تھا وہ ہو چکا اور
ان کی دولت جہاں سے آئی تھی وہیں چلی گئی۔ پھر خلیفہ نے اپنے درباریوں کی جانب مڑ کر پوچھا
کہ آیا جو کچھ اس عورت نے کہا ہے اسکو تم لوگ بھی سمجھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس نے آپکو
دعا دی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ نہیں۔ تم اس عورت کا مطلب نہیں سمجھے۔ سنو! جب
اس عورت نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو آرام دیوے۔ تو اس کہنے سے اسکا یہ
مطلب تھا کہ میری آنکھیں حرکت نہ کریں۔ آرام و سکون سے ہو جاویں۔ اور آنکھیں آرام و سکون
اور بیحرکتی میں جب ہی ہوتی ہیں جب آدمی اندھا ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں
اندھا ہو جاؤں یا مر جاؤں اور جب اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں فرحت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰۲) باوجودیکہ منصور عادی اور اقبالی مجرم تھا۔ مگر ہارون الرشید نے اسکو رہا کر دیا رہا یہ امر کہ منصور کو قتل کا
خوف دیا گیا۔ اس کے جواب میں کتاب ہذا کے باب چہارم کے اخیر پر مسٹر پامر نے جو لکھا ہے اسکو ہی لکھدینا کافی معلوم
ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "خلیفہ ہارون الرشید کے حالات لکھتے ہوئے ہمکو ان کا موازنہ زمانہ حال کی خوبیوں اور
نیکیوں کو سند گردان کر ہرگز ہرگز نہیں نہ چاہئے بلکہ یہ بات لازمی اور ضروری ہے کہ ہم اس خلیفہ عالیشان کے
زمانہ کی پولیٹکل مصلحتوں پر پورا پورا خیال دوڑا لیا کریں"۔ اسوقت قتل ہی کے خوف سے ایسے مقتدر شخص سے روپیہ
وصول ہو سکتا ہوگا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو اگر درحقیقت اس کا قتل کرنا منظور ہوتا تو وہ اپنی بہن کا ہار منصور کیجانب سے اسکی
ادائیگی۔ رقم واجب الادا میں کیوں قبول کر لیتا؟ ہار کو منظور کر کے فوراً منصور کو قتل کرا دیتا مگر نہیں ہارون الرشید کی رحمدلی
اور انصاف نے یہ بات گوارا نہ کی اور وہ ایسے ظلم کیوں کرتا۔ کیونکہ یہ شروع ہی سے اس تاریخ سے معلوم ہوتا آرہا ہے کہ ناحق
ظلم کی عادت اسکی ہرگز نہیں تھی چنانچہ خود مسٹر پامر لکھتے ہیں کہ ہارون الرشید نے اس کو رہا کر دیا۔ ۱۲ مصلح۔

بخشے تو یہ کہتے ہیں اس نے قرآن شریف کی اس آیت کا حوالہ دیا ہے "حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا ہم بغتۃً" جو نعمتیں انکو دی گئی تھیں اسکو پاکر خوش ہوئے پھر ہم نے ان کو سزا دی" اور جب اس نے یہ کہا کہ تو نے انصاف کیا اور تو قاسط ہے تو یہ آخری فقرہ اس نے حد سے گزرنے والے کے معنوں میں استعمال کیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا" یعنی جنہوں نے سرتابی کی وہ دوزخ کا ایندھن ہونگے"

قرآن شریف کی عبارت سے اپنے دل بہلاؤ کاموں کی تطبیق کرنا خلیفہ کے خاندان کی مشہور لیاقت تھی۔ ہارون الرشید کی ایک بہن علیہ نامی بڑی صاحب علم۔ لیاقت والی اور مشہور شاعرہ تھی اپنے اشعار میں وہ ایک نوعمر غلام کی بہت تعریف باندہتی تھی۔ اس غلام کا نام طل (شبنم) تھا علیہ کو اس سے بہت انس و محبت تھی۔ ہارون الرشید کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے علیہ کو منع کر دیا کہ آیندہ سے اس غلام کا نام نہ لینا۔ ایک دن ہارون الرشید علیہ کے مکان کے پاس سے جا رہا تھا اس نے چھپ کر علیہ کی باتیں سننا چاہیں۔ علیہ اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھی جب وہ اس آیت پر پہنچی "اصابہا وابل فاتت اکلہا ضعفین ج فان لم یصبہا وابل فطل" یعنی جب اس پر مینہ برسا تو دونا پھل اس میں سے پیدا ہوا۔ اور جب بارش اس پر نہ گرے تو اس پر شبنم گرتی ہے" علیہ نے آخری لفظ طل کہنے کی بجائے یہ پڑہا "تو اس پر وہ چیز گرتی ہے جس کا نام لینے سے امیرالمومنین نے مجھے منع کر دیا ہے"

یہ سنکر ہارون الرشید سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی ہنس پڑا۔ علیہ کے پاس جا کر اسکی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ میں آیندہ کیلئے تمکو اجازت دیتا ہوں تم طل کہا کرو۔

ہارون الرشید کی عزیز بیوی زبیدہ خاتون کے ساتھ علیہ بہت پیار و اخلاص سے رہا کرتی تھی اور جب کبھی ان زن و شوہر کی آپس میں شکر رنجی ہو جاتی۔ اور اس شکر رنجی کا باعث زیادہ تر ہارون الرشید ہی ہوا کرتا تھا کیونکہ وہ زبیدہ کے اشتعال طبع کے اسباب پیدا کر دیتا تھا۔ تو علیہ اپنی موسیقی اور شاعرانہ لیاقت سے دونوں میں صفائی کرا دیتی تھی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ نے اپنی ایک نئی بیوی سے ربط و ضبط بڑہا لیا اور زبیدہ کیجانب سے لاپرواہ ہو گیا۔ زبیدہ نے علیہ سے اس بات کی شکایت کی۔ علیہ نے اقرار کیا کہ میں ہارون الرشید کو پھر تمہاری جانب

علیہ اور غلام

زبیدہ خاتون اور علیہ

مائل کردونگی۔ اسلیے اس نے راگ کا ایک عمدہ لہجہ بناکر اور مناسب الفاظ کا ایک گیت جوڑ کر اپنی اور زبیدہ خاتون کی مغنیہ کنیزوں کو یہ گیت اور لب و لہجہ سکہا دیا۔ پھر ان کنیزوں کو بڑی زرق برق پوشاک پہناکر یہ دونوں شاہزادیاں ان کنیزوں کے ساتھ یکایک اس محل میں جا پہنچیں جہاں ہارون الرشید بیٹھا ہوا کھانا کہا رہا تھا اور وہاں پہنچتے ہی نہایت خوش الحانی سے راگ گانا شروع کردیا۔ ہارون الرشید کے دل پر اس راگ کا بہت اثر ہوا۔ وہ اٹھا اور اپنی بیوی زبیدہ سے صفائی کرلی اور اس کا ہاتھ پکڑکر اپنے برابر بٹھالیا۔ اور تمام دن زبیدہ خاتون کے پاس رہا۔ خلیفہ نے کہا جیسا کہ آج کا دن خوشی میں گزرا ہے میری ساری عمر میں ایسا دن کوئی نہیں گزرا۔

فضل برمکی اور علیہ

فضل برمکی کی شاہزادی عُلیہ کے مکان پر جانے کی بابت ایک حکایت ہے۔ اگرچہ اسمیں کوئی خاص بات قابل تذکرہ نہیں ہے لیکن اس سے خلیفہ ہارون الرشید کے محل کے خانگی انتظامات کا حال معلوم ہوتا ہے۔ فضل نے جس طور سے یہ حکایت بیان کی اسی طور سے یہاں تحریر کیجاتی ہے۔ فضل جب یہ حکایت اپنے باپ یحیٰی برمکی سے کہہ رہا تھا تو جعفر کے ایک بیٹے نے اپنے بچپن کے زمانے میں یہ حکایت سن لی تھی اور وہی اس حکایت کو بیان کرتا ہے۔

فضل نے کہا کہ اے باپ! امیر المومنین میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے ایک کوٹھری میں لیگئے وہاں سے رستہ ایک اور کمرے میں جاتا تھا اس کمرے کے دروازہ پر قفل لگا ہوا تھا جب قفل کہولا گیا توجسقدر غلام اور خادم ساتھ تھے امیر المومنین نے سب کو وہاں سے رخصت کردیا۔ اس کمرہ کے اندر میں اور امیر المومنین گئے۔ وہاں بھی ایک اور مقفل دروازہ ملا جس کو خلیفہ نے خود اپنے ہاتھ سے کہولا جب ہم اس میں داخل ہوگئے تو خلیفہ نے اندر کی جانب سے بند کرکے تالا لگا دیا۔ پھر ہم ایک قبہ دار کمرہ میں پہنچے۔ وہاں ایک کوٹھری کے دروازے پر کھڑے ہوگئے ہم کو اس کوٹھری میں سے آواز سنائی دی۔ امیر المومنین وہاں بیٹھ گئے اور آہستہ سے اپنی دونوں ہتھیلی بجائیں۔ تالی بجتے ہی ایک بڑی خوش الحان آواز ایک بانسری پر غزل گاتے ہوئے سنائی دی وہ غزل میری ہی بنائی ہوئی تھی میں اس غزل کو سنکر ایسا مسرور اور متاثر ہوا کہ امیر المومنین وہاں نہ ہوتے تو میں اپنا سر دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر توڑ ڈالتا۔ پھر یہ لہجہ تبدیل ہوگیا اور کمرہ کے اندر سے علیہ کے لہجہ میں گانے کی آواز آئی۔ یہ سنکر امیر المومنین پر اور مجھ پر وجد کی حالت طاری ہوگئی

امیر المومنین نے کہا کہ اب یہاں سے چلو ورنہ ہمارا اور برا حال ہو جائے گا۔ ہم وہاں سے چلے آئے ہم جب محل کی ڈیوڑھی پر پہنچے تو امیر المومنین نے میرا ہاتھ پکڑ کے مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون عورت گا رہی تھی!

میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین! میں نہیں جانتا۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر میں تم کو اس عورت کا نام نہ بتلاؤنگا تو میں جانتا ہوں کہ تم ہر کسی سے اس کا نام دریافت کر لوگے۔ اس لئے میں ہی تمکو بتلائے دیتا ہوں کہ وہ علیہ میری بہن تھی۔ اور واللہ! اندرین بارہ اگر تم نے ایک حرف بھی زبان سے کہیں نکالا تو یقین رکھو کہ میں تم کو قتل کر دونگا۔

زبیدہ خاتون کا اقتدار

الف لیلہ کے افسانوں میں زبیدہ خاتون کا بہت ذکر ہے۔ نیز عربی کی کتابوں میں جہاں کہیں ہارون الرشید کا ذکر مندرج ہے اس میں زبیدہ خاتون کا حال بھی ضرور ہوتا ہے۔ ان کتابوں میں سے چند واقعات کا یہاں تحریر کرنا مناسب ہی جیسا کہ میں نے پیشتر تحریر کیا ہے زبیدہ خاتون ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی اور اس کی خاص بیوی تھی۔ خلیفہ پر اس کا بہت اقتدار اور اثر تھا حالانکہ خلیفہ کی سخت مزاجی سے یہ ایک تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن دراصل یہ بات ہی کہ ایسی حالت میں جتنا کہ اس کا اثر خلیفہ پر ہونا چاہئے تھا اس سے بہت زیادہ تھا۔ زبیدہ خاتون کی حسد کی عادت زیادہ تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید جب دوسروں سے محبت کرتا یا دل بہلاؤ باتیں کرتا جو زبیدہ خاتون کے مزاج کے موافق نہیں ہوتی تھیں تو ان کی بابت زبیدہ خاتون اکثر اپنے شہنشاہ خاوند کو نصیحت یا اس سے شکایت کرتی تھی۔

ابو نواس اور زبیدہ خاتون

ایک دن ہارون الرشید بہت رنجیدہ اور غمگین بیٹھا ہوا تھا ابو نواس اسکے حضور میں حاضر ہوا اس نے خلیفہ کو خوش کرنے اور ہنسانے کی کوشش کی لیکن خلیفہ کو ہنسی نہیں آئی۔ آخر کار اس ظریف نے کہا کہ امیر المومنین! آپ آج اسقدر رنجیدہ کیوں ہیں؟ واللہ! میں نے آپکے مانند کسی شخص کو ایسا نہیں دیکھا جو اپنے اوپر اسقدر ظلم کرتا ہو۔ آپ دنیا اور دین دونوں کی خوشیاں کیوں حاصل نہیں کرتے جبکہ یہ باتیں آپ کے اختیار میں ہیں عقبیٰ میں خوشی اور ثواب حاصل کرنے کے یہ طریقے ہیں کہ محتاجوں اور مساکین اور یتیموں کو فی سبیل اللہ خیرات دیکر ان کی دستگیری کیجئے مکہ شریف جا کر حج کریے۔ مسجدوں کی مرمت کرائیے۔ مدرسے اور مکتب جاری کیجئے اور

اپنی سلطنت کے ہر صیغہ کی ترقی ہونے میں کوشش کیجئے ایسے سب امور کی بابت آپ کو دین میں جزائے خیر ملیگی ۔ اور اس دنیا کی خوشی اور عیش و آرام کے یہ کام ہیں کہ عمدہ عمدہ نفیس کھانے کھائے اور شربت پیجئے ۔ مدینہ یا حجاز روم اور عراق کی ماہر اور خوبصورت عورتوں کو چاہیئے وہ بالا یا متوسط یا پستہ قد ہوں اپنے گرداگرد جمع رکھئے جن کی عقل ان کی شکل کے مانند منور اور انکی زبان انکی آنکھوں کی چمک کی مانند فصاحت اور بلاغت رکھتی ہو ۔ ابونواس نے ایسی مسلسل اور عمدہ تقریر کی کہ خلیفہ کی پریشانی اور سستی جاتی رہی ۔ خلیفہ کو راضی کر کے ابونواس اپنے گھر روانہ ہوا ابونواس کے جاتے ہی زبیدہ خاتون ہارون الرشید کے پاس آئی اور خوشامد وغیرہ کر کے خلیفہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ابونواس نے آپ کے حضور میں جو باتیں کیں وہ آپ مجھ سے بیان کریں ۔ خلیفہ نے بیان کر دیں ۔ زبیدہ خاتون نے خلیفہ سے کہا کہ ابونواس نے آپ کو ایسی نصیحتیں کیں آپ نے اس کو جھڑکا نہیں ۔

خلیفہ نے جواب دیا کہ ایسی اچھی نصیحتوں پر اسکو جھڑکنے کی کیا ضرورت تھی ؟ یہ سنکر زبیدہ خاتون غصہ میں بھر کر خلیفہ کے پاس سے چلی گئی ۔ اپنے محل میں پہنچکر اس نے اپنے غلاموں کو بلوایا اور ان کو حکم دیا کہ ابونواس کے گھر جاکر اس کو خوب پیٹو ۔ غلام ابونواس کے گھر گئے وہاں اسکو خوش پایا کیونکہ وہ خلیفہ کو راضی کر کے اور اس کا غم غلط کر کے آیا تھا ۔ اس کو یہ امید تھی کہ خلیفہ میری باتوں سے راضی ہوا ہے وہ یقیناً مجھے انعام بھیجے گا ۔ یکایک یہ غلام جا پہنچے اور ابونواس کو اسقدر مارا کہ اگر اس کی بیوی بیچ میں پڑ کر اس کو نہ بچاتی تو در حقیقت ابونواس مر جاتا ابونواس کو اسقدر سخت چوٹ آئی کہ وہ کئی دن تک صاحب فراش بنا رہا ۔ ہارون الرشید کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی ۔ ایک دن اس نے مسرور کو بھیجکر ابونواس کو بلوایا ۔ مسرور ابونواس کا یہ حال دیکھکر بہت متعجب ہوا ۔ مگر وہ ترغیب دے دلا کر ابونواس کو خلیفہ کے حضور میں لیگیا ۔ خلیفہ اس سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اسکو بیٹھنے کا حکم دیا اور پوچھا کہ کیا وجہ تھی جو تم ..... اتنے دنوں سے دربار میں نہیں آئے ۔ ابونواس نے خلیفہ کے حضور میں آتے ہوئے ایک دروازہ کھلا ہوا دیکھ لیا تھا جس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور اس میں ایک آدمی نظر آتا تھا ۔ ابونواس نے اپنی ہشیاری سے یہ خیال کیا کہ پردہ کے پیچھے ضرور زبیدہ خاتون ہیں ۔ اس لئے اس نے احتیاط سے

گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔ عرض کیا کہ امیر المومنین! میں بیمار تھا اس وجہ سے حاضری سے معذور رہا خلیفہ نے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ تم بیمار رہے اور مجھے تمہارا حال معلوم نہ ہوا۔ اور ہاں اس دن جو تم ماہ پیکر اور خوبصورت عورتوں کی باتیں کر رہے تھے وہ بہت عمدہ گفتگو تھی میں تم سے اب پھر سننا چاہتا ہوں۔

ابونواس نے کہا کہ امیر المومنین! میں اس دن آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ عربوں نے لفظ ضرہ کو جس کے معنی "سوت" (ایک ہی خاوند کی دو یا زیادہ زوجہ آپس میں سوت کہلاتی ہیں) کے ہیں لفظ ضرر سے جس کے معنی نقصان کے ہیں استخراج کیا ہے۔ عربی میں ایک ضرب المثل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دو زوجہ ہوتی ہیں۔ اس کی باقی زندگی رنج اور تکلیف میں گزرتی ہے۔ اور جس کے تین زوجہ ہوتی ہیں اس کی تمام زندگی بے چین اور بہت رنج سے گزرتی ہے اور جس شخص کے چار بیویاں ہوں اس شخص کو تو مثل مردہ کے سمجھنا چاہیے گو کہ وہ زندہ ہی ہوتا ہے امیر المومنین! میں نے تو آپ کو یہی صلاح دی تھی اور علاوہ ازیں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص ایک ہی بیوی پر قناعت کر کے خوش رہتا ہے تو اس کو بڑی عزت اور عظمت حاصل ہوتی ہے اور اسکی زندگی بڑی خوشی میں گزرتی ہے۔ ہارون الرشید نے چلا کر کہا کہ اگر میں نے اس قسم کا ایک حرف بھی تم سے سنا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ میرے مذہب سے مجھے خارج کر دے۔ ابونواس نے عاجزی سے کہا کہ شاید امیر المومنین کی یاد سے یہ باتیں فراموش ہو گئی ہیں۔ ایک بات میں اور کہنا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ عربی ضرب المثل کے موافق بنی مخزوم[1] تو گویا قوم قریش میں مثل پھول کے۔ اور آپ زبیدہ خاتون دختر قاسم کے شوہر ہیں۔ زبیدہ خاتون پھولوں کی پھول ہیں اور دیکھنے والوں کی آنکھوں کی راحت اور چین ہیں۔ امیر المومنین! میں نے آپ کے بشرہ سے ازرہ قیافہ یہ بات معلوم کر لی تھی کہ آپ کا دل دوسری عورتوں کی جانب مائل ہے۔ اس لئے میں یہ بات ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ صرف زبیدہ خاتون ہی ایک ایسی مخدرۂ باعصمت ہیں جو آپ کے لئے مناسب ہیں اور کوئی عورت آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔

ہارون الرشید نے غصہ ہو کر کہا کہ ابونواس! ذرا ہوش میں آؤ۔ کیا تم مجھے جھوٹا بنانا چاہتے ہو

[1] بنی مخزوم قوم قریش کی ایک شاخ ہے۔ زبیدہ خاتون بنی مخزوم میں سے ہیں ۱۲ مصلح۔

ابو نواس نے عرض کیا کہ امیر المومنین! تو پھر کیا آپ مجھے وقت مقررہ سے پہلے ہی مروا ڈالنا چاہتے ہیں؟ یا پھر آپ مجھے صاحب فراش بنانا چاہتے ہیں کہ جس میں سوائے غم اور غصہ کے میری تسلی کرنے کے لئے موجود نہ ہووے اسوقت پردہ کے پیچھے سے ہنسی کی آواز سنائی دی۔ اور ایک آواز آئی کہ ابو نواس تم سچ کہتے ہو۔ تم نے خلیفہ کو اس قسم کی نصیحت سے مختلف نصیحت نہیں کی ہوگی جیسی کہ اب کر رہے ہو۔ یہ صرف امیر المومنین کے خیالات پریشان ہونگے کہ انہوں نے گھڑ لئے تھے اور تمہا نام لگا دیا۔ ابو نواس نے جواب دیا ہاں درست ہے اور جلدی سے اٹھ کر اپنے گھر ڈرتا ہوا چلا کہ کہیں آج بھی کوئی کلمہ میرے منہ سے زبیدہ خاتون کے برخلاف نہ نکل گیا ہو۔ لیکن جب ابو نواس اپنے گھر پہنچا تو دروازہ پر زبیدہ خاتون کے غلاموں کو موجود پایا۔ یہ غلام زبیدہ خاتون کیجانب سے اس کیلئے خلعت فاخرہ اور ایک بڑی تعداد زرنقد کی بطور انعام کے لئے ہوئے بیٹھے تھے۔ یہ انعام پاکر ابو نواس نے قسم کھائی کہ میں آیندہ سے ایسا کوئی لفظ ہرگز زبان سے نہ نکالوں گا۔ کہ جس کی وجہ سے زبیدہ خاتون کو رنج پہنچے۔ خلیفہ کو جب یہ تمام احوال معلوم ہوا تو وہ بہت ہنسا اور ابو نواس کے پٹنے پر افسوس کیا۔ بعد ازاں خلیفہ نے ابو نواس کو زبیدہ خاتون کی طرح بہت ہی قیمتی خلعت اور کثیر التعداد زرنقد کی رقم بطور انعام عطا فرمائی۔

ابو نواس اور امین الرشید کو

زبیدہ خاتون ہمیشہ ہارون الرشید سے یہ کہا کرتی تھی کہ آپ اپنی کل سلطنت کا ولیعہد امین ہی کو مقرر کر دیں کیونکہ امین اس بات کا مستحق ہے۔ وہ خالص ہاشمی النسل ہے اور نجیب الطرفین ہے ہارون الرشید کے دوسرے بیٹے مامون سے زبیدہ خاتون بہت حسد کرتی تھیں مامون کو اپنی سوت ہی کا بیٹا سمجھ کے اس سے حسد نہیں کرتی تھیں بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی رگوں میں ایرانی خون تھا اور خاصکر اس وجہ سے کہ مامون میں بہ نسبت امین کے عقل و تمیز زیادہ تھی جس کا اکثر اظہار ہوتا رہتا تھا عقل اور تمیز کی باتوں میں مامون اور امین میں بہت مقابلے ہوا کرتے تھے۔ جن میں سے بعض مقابلوں کا حال عرب مورخین نے غیبی مشاہدوں کے اعتبار پر لکھا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک موقع پر زبیدہ نے یہ بیان کرکے کہ

امین بہت اچھی شعر نہ کہتا ہے۔ ہارون الرشید کو ترغیب دی کہ امین کے شعروں پر ابونواس سے صلاح دلا دیجئے۔ ابونواس نے ایک ہی شعر میں علم عروض کی کئی غلطیاں بتلائیں اس پر امین غصہ سے چیں بجبین ہوا اور ابونواس کو قید کرا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ نے ابونواس کو طلب کیا اور اس کے قید ہونے کا حال اور قید ہونے کا سبب سنکر بہت متعجب ہوا امین کو بہت برا بھلا کہا اور ابونواس کو رہا کر دیا امین نے کہا کہ آپ ابونواس کو بلوا کر آپ اور وہ میرے چند اشعار سنئے۔ خلیفہ نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی۔ امین نے دو چار ہی شعر پڑھے ہونگے کہ ان کو سنکر ابونواس کھڑا ہو گیا اور وہاں سے جانے لگا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ ابونواس کہاں جاتے ہو؟ ابونواس نے عرض کیا کہ جیل خانے واپس جاتا ہوں اسپر خلیفہ ہنس پڑا اور امین خاموش ہو گیا۔

امین کا چال وچلن

امین بہت ہی ناسمجھ تھا۔ اس کا چال چلن غیر مستقل تھا۔ صرف ذیل کے واقعہ سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ امین حکومت کرنے کے کس قدر ناقابل تھا۔ ہارون الرشید کی وفات کے بعد جب ان دونوں بھائیوں میں جنگ ہو رہا تھا شہر رے کے باشندوں نے امین کے برخلاف بغاوت کی اور ماموں کے مطیع ہو گئے رے اس وقت ایران میں ایک بہت مضبوط اور مفید مقام تھا ایک قاصد امین کے پاس اس کی فوج کی شکست اور رے کے فتح ہو جانے اور ماموں کے خلیفہ مشہر ہونے کی خبر لایا امین اس وقت مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ قاصد کو امین نے صرف یہ جواب دیا کہ مجھے دق مت کرو۔ کیونکہ کوثر نے دو مچھلیاں پکڑ لی ہیں اور میں نے ابھی تک ایک بھی نہیں پکڑی۔

ابو عیسی خلف ہارون الرشید

ہارون الرشید کا بیٹا ابو عیسیٰ بھی ایک غیر قوم کی عورت کے بطن سے تھا۔ ابو عیسی علم موسیقی میں کامل تھا۔ ماموں کی خلافت کے زمانے میں ابو عیسیٰ کا انتقال ہوا۔ ماموں کے ایک درباری نے جو ابو عیسیٰ سے بہت ہی محبت رکھتا تھا اسکے مرنے کا حال سنکر اپنی پگڑی اتار کر پھینک دی۔ دربار بغداد کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی خلیفہ مرجاتا تو تمام رونے والے اپنی پگڑی سر پر سے اتار کر زمین پر پھینک دیتے تھے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کو کسی دوسرے وقت پر کرنے کو کوئی مسلمان راضی نہ ہوگا اسلئے ماموں نے اپنے ندیم کے اس فعل کو بہت منحوس خیال کیا اور

اس سے طنز سے کہا کہ تمہارے اور تمہاری خواہش کے درمیان تقدیر الٰہی حائل ہو گئی یعنی ابو عیسیٰ زندہ نہیں رہا جو وہ میری بجائے یا میرے بعد خلیفہ ہوتا۔ اس ندیم نے اس عقلمندی سے جواب دیا جو عموماً درباریوں میں ہوتی ہے کہ امیر المومنین! جو حادثہ یا تکلیف آپ پر سے بالا بالا رفع ہو جاوے اس کا برداشت کرنا آسان ہے اس وقت خدا کی یہی مرضی و مشیت ہوئی کہ آپ کو ماتم میں ڈالے نہ کہ آپ کیلئے ماتم ہو۔ مامون اس جواب سے خوش ہو گیا مامون کو بھی اپنے اس بھائی کے مرنے کا اس قدر رنج ہوا کہ اس نے کئی دن تک کھانا نہیں کھایا جس سے اس کی جان کا بھی خطرہ ہو گیا تھا۔

ابراہیم ابن المھدی اور اسحاق مغنی

ذیل کی حکایت سے وہ طریقہ بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طور سے شعراء اور مغنیین کی دربار بغداد میں خاطر ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ اسحٰق بن ابراہیم الموصلی جو ایک مشہور مغنی اور علم موسیقی میں ایک مستند استاد ہے۔ خلیفہ ہاروں رشید کو اس کی خاطر بہت عزیز تھی ایک دن اس نے ایک راگ خلیفہ اور اس کے سوتیلے بھائی ابراہیم ابن المھدی کے روبرو گایا۔ ابراہیم کو بھی علم موسیقی میں ماہر ہونے کا دعویٰ تھا اسلئے راگ گاتے ہوئے اس نے اسحٰق کو ٹوکا کہ تمہارا گانا قاعدہ کے موافق نہیں ہے۔ نہ تم اچھی طرح سے گاتے ہو۔ اسحٰق نے جواب دیا کہ معلوم ہوا کہ تم موسیقی میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اچھا اس راگ کو تم خود گاؤ۔ اگر ہر شعر میں ابتدا سے انتہا تک میں تمہاری غلطیاں نہ نکالدوں تو تم مجھے قتل کر دینا یہ کہکر خلیفہ کی جانب مڑا اور عرض کیا کہ امیر المومنین! گانا میرا موروثی پیشہ ہے اور میرے باپ کا پیشہ ہے۔ اسی علم موسیقی کی وجہ سے ہمکو آپ کی قربت نصیب ہوئی ہے اور اسی علم کے ذریعے سے ہم لوگ آپ کے پاس ملازم ہوئے اور اسی علم کے ذریعے سے ہم آپ کے اقالین پر چلتے ہیں پھر اگر ایسے اشخاص کہ جنکو اس علم سے بہرہ نہ ہو اس علم کی بابت ہم سے جھگڑا کریں تو فرمائیے کہ بغیر جواب دیئے ہمارے دل کو صبر کس طرح سے آسکتا ہے؟ خلیفہ نے کہا کہ میں تمکو الزام نہیں دیتا یہ کہکر خلیفہ وہاں سے اٹھکر محل میں چلا گیا۔ خلیفہ کے جاتے ہی ابراہیم اٹھکر اسحٰق کے پاس آیا اور کہا کہ او گمنام کنیز زادے! تجکو اب ہم سے اس طرح بولنے کی جرأت ہو گئی۔ یہ سنکر اسحٰق جھلا اٹھا اور اسکے غصہ کی کوئی حد نہیں رہی اس نے اسکو جواب دیا کہ آپ

شاید مجھے اس وجہ سے دھمکاتے ہیں کہ میں آپ کو یہ سمجھ کے جواب نہیں دونگا کہ آپ ایک خلیفہ کے بیٹے اور ایک خلیفہ کے بھائی ہیں۔ بیشک اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ابھی آپ کو لونڈی کا بیٹا کہتا۔ اغلباً آپ کو یہی خیال ہوگا کہ میں آپ کو لونڈی کا بیٹا کہنے کی جرات نہیں کرونگا اگر میں آپ کو برا بھلا کہوں تو اس بات کا اثر آپ کے ماموں مسمیٰ عالم پر پڑے گا جو بہت معزز آدمی اور رسالوڑی تھا۔[۱]

اسحٰق نے یہ سمجھ کر کہ میں نے ابراہیم کو حد سے زیادہ حقیر لفظ کہدیئے ہیں تو اس نے عقلمندی سے ایک اور بات بنائی جیسا کہ خود اسحٰق کا بیان ہے تاکہ اگر خلیفہ کو اس بات کی اطلاع ہوجائے تو اس پر برا اثر نہ ہو اور میرے اوپر خفا نہ ہو۔ اسلئے اسحٰق نے ابراہیم سے کہا کہ میرا قیاس یہ ہے کہ آپ کا خیال خلیفہ ہونے کا ہے اور آپ اسی وجہ سے مجھکو ڈراتے ہیں جیسے کہ آپ اپنے بھائی (ہارون الرشید) کے دیگر دوستوں کو ڈراتے ہیں کیونکہ آپ خلیفہ اور اس کے بیٹوں سے حسد کرکے یہ چاہتے ہیں کہ آپ خود خلیفہ ہوجائیں لیکن آپ خلیفہ اور اسکے بیٹوں کے مقابلے کی تاب ہرگز نہیں رکھتے ہیں۔ اسلئے خلیفہ کے دوستوں کی حقارت کرکے آپ اپنے حسد اور رنج کا اظہار کرتے ہیں مگر مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہارون الرشید اور اس کے بیٹوں کے قبضے سے سلطنت کبھی زائل نہیں کرے گا۔ اور آپ کے اس قسم کے خیال سے پیشتر ہی خلیفہ آپ کو مار ڈالیگا۔ اور خدانخواستہ ایسا اگر کبھی ہو بھی جائے اور سلطنت آپ کو ملجائے تو پھر مجھے اپنی زندگی کا کچھ لطف یا جان کی قدر نہیں رہیگی میں آپ کی خلافت میں بہ نسبت جینے کے مرنے کو زیادہ پسند کروں گا۔ اب آپ کو اختیار ہے چاہے جس طرح مجھ سے پیش آئیے۔ جب ہارون الرشید محل سے برآمد ہوا۔ ابراہیم جلدی سے اٹھا اور عرض کیا کہ امیر المومنین! اسحٰق مجھ سے بڑی گستاخی سے پیش آیا۔ مجھے اور میری والدہ کو بہت حقارت آمیز باتیں کہیں۔ خلیفہ نے اسحٰق سے غصہ ہوکر دریافت کیا کہ تم کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے عرض کیا کہ میں کچھ نہیں جانتا آپ

---

[۱] یہ ابراہیم خلیفہ ہارون الرشید کے باپ خلیفہ مہدی کا بیٹا ایک غیر کفو اور کم درجہ کی عورت کے بطن سے تھا۔ ابراہیم کی ماں کا بھائی مسمیٰ عالم سالوڑی (حجام) تھا۔ اسحٰق نے اسکی ماں وغیرہ کا ذکر کرکے ابراہیم پر جو ایک معزز عباسی شاہزادہ تھا سخت طنز وطعن کیا۔

دیگر حاضرین سے دریافت فرما لیں۔ ہارون الرشید نے مسرور اور اپنے دیگر ندیم جنین وغیرہ سے دریافت کیا جب انہوں نے گفتگو کے وہی لفظ دہرائے تو خلیفہ کا چہرہ غصہ سے نیلا ہو گیا اور غصہ کی وجہ سے چہرہ پر پسینہ آگیا۔ لیکن خلافت کے بارے میں اسحٰق اور ابراہیم میں جو گفتگو ہوئی تھی جب خلیفہ نے وہ سنی تو ذرا اس کا غصہ کم ہوا۔ اور ابراہیم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اول غلطی تم سے ہوئی۔ تم نے کیوں مغنی کو اول حقیر الفاظ کہے۔ اس نے تو تم سے صاف کہا تھا کہ میں تم کو جواب دینے کی جرأت نہیں رکھتا ہوں۔ جاؤ اپنے مکان پر جاؤ۔ اور آئندہ سے ایسی نادانی پھر نہ کرنا۔ جب سب درباری رخصت ہونے لگے تو خلیفہ نے اسحٰق کو اشارہ کر دیا کہ ذرا ٹھیرے رہو۔ اسحٰق خوف زدہ ہو کر ٹھیر گیا جب سب چلے گئے اور اسحٰق ہی وہاں رہ گیا تو خلیفہ نے اس سے کہا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے میں تمہاری گفتگو کا مطلب نہیں سمجھا؟ ابراہیم نے جو بات تم کو ایک مرتبہ کہی تم نے وہی بات اس کو تین دفعہ کہی کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اگر ابراہیم تم کو مارتا تو میں تمہارے عوض اس کو مارتا؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ اگر وہ اپنے غلاموں کو حکم دیکر تم کو مروا ڈالے تو میں اس سے تمہارا قصاص لونگا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ وہ میرا بھائی ہے؟ بیچارے مغنی نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ نے تو اپنی زبان سے بذریعہ الفاظ مجھے ابھی قتل کر ڈالا۔ اگر ابراہیم یہ باتیں سن لیگا تو وہ یقیناً مجکو مروا ہی ڈالیگا اور میرے خیال میں تو اس نے آپ کے یہ الفاظ سن بھی لئے ہونگے۔ خلیفہ نے اسحٰق کو تو رخصت کر دیا اور مسرور کو بلا کر حکم دیا کہ ابراہیم کو ابھی وقت بلا لا۔ خلیفہ اور ابراہیم میں جو باتیں ہوئیں اسحاق نے وہ باتیں ایک غلام سے دریافت کر لیں ابراہیم حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس کی بیوقوفی اور نادانی پر اس کو بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ تم میرے ملازم کی جو میرا دوست ہے اور میرے دوست کا بیٹا ہے توہین کرتے ہو اور میری عنایت اور میرے باپ کی عنایت کو جو اسکی نسبت تھی حقیر سمجھتے ہو اور ایسی باتیں میرے ہی دربار میں کیں اور دربار کا کچھ لحاظ نہیں کیا؟ آہ! آہ!! آہ!!! تم اسحٰق اور اس بیچارے کے ملازموں پر اس وجہ سے حملہ کرتے ہو کہ وہ غریب ہے اور تم امیر اور دولت مند ٹھیرے۔ کس نے کہا تھا کہ تم اس سے لڑو اور علم موسیقی میں جو اس کا پیشہ ہے اور جس پر اس کا روزگار منحصر ہے اس سے بحث ومباحثہ اور

مقابلہ کرو اور پھر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس کے فن میں اس کی غلطی نکالو۔ حالانکہ تم کو موسیقی میں کچھ ایسا دخل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس نے دلائل پیش کرکے تم کو لاجواب کر دیا اور تم جواب تک نہ دے سکے۔ تم نے اپنی ہنسی کرائی اور اپنی جہالت اور بدمزاجی اور اپنی خودنمائی ظاہر کی اب سن لو۔ خدا کی قسم اور اس کے رسول کی قسم اور میرے باپ کی قبر کی قسم اگر چاہے کوئی شخص اس کو نقصان پہنچائے۔ چاہے آسمان سے کوئی پتھر اس پر گرے یا وہ خود اپنے گھوڑے پر سے گر پڑے یا اس پر کوئی چھت گر پڑے یا وہ خود گر کر مر جائے تو میں تم کو قتل کر دوں گا واللہ میں قتل کر دوں گا!! واللہ میں قتل کر دوں گا!!! بس اب اپنے گھر جاؤ" یہ بیچارہ شہزادہ خلیفہ کی غصہ آمیز باتیں سنکر شکستہ دل اور خوف سے نیم مردہ ہو کر اپنے گھر روانہ ہوا اس واقعہ کے بعد جب ابراہیم و اسحٰق دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوتے خلیفہ کبھی تو ابراہیم کو دیکھتا اور کبھی اسحاق کو اور پھر کھل کھلا کر ہنس پڑتا۔ ایک دن خلیفہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم کو اسحٰق سے بہت انس و محبت ہے اور علم موسیقی میں تم اس سے سبق لیا کرتے تھے اور اب وہ تمہارے پاس ہرگز نہیں آئیگا جب تک کہ تم اس کو خوش اور رضامند نہ کرلو اب تم اسکو خلعت اور انعام دو اور اسکے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ اور اسکی لیاقت کو تسلیم کرو اور اگر اس کے بعد بھی اسحٰق تم کو دق کرے تو پھر تمہارا جو جی چاہے اسحٰق کو اپنی زبان سے کہہ ڈالنا اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے جو جی چاہے سو کرنا۔ خلیفہ نے پھر اسحٰق کو حکم دیا کہ جاؤ اور ابراہیم کے سر پر بوسہ دو۔ ابراہیم تمہارا آقا ہے اور تمہارے آقا کا بیٹا ہے اسحٰق نے اس حکم کی تکمیل کی اور اس طرح سے اس شاہزادہ اور مغنی کی دشمنی اور حسد جاتا رہا۔ اور ان میں پھر دوستی ہو گئی۔

فضل برمکی اور اسحٰق مغنی

اسحٰق کو خلیفہ ہارون الرشید نے منع کر دیا تھا کہ تو سوائے میرے یا میرے دوست اور وزیر جعفر برمکی کے اور کسی کے سامنے راگ نہ گانا۔ ایک مرتبہ فضل برمکی برادر جعفر۔ اسحٰق کی گفتگو اور گانے سے اسقدر خوش ہوا کہ اس نے اسحٰق کو ایک ہزار درہم کی لالچ دیکر یہ ترغیب دی کہ آج رات میرے مکان پر چلکر رہو اور مجھے راگ سناؤ میں کسی کو اس کی خبر نہیں کرونگا مگر اس بات کی خبر ہارون الرشید کو ہو گئی۔ اس دن خلیفہ رقہ میں تھا اور اس کی طبیعت

ناساز تھی۔ خلیفہ کو اسحٰق کا یہ حال سنکر بہت افسوس ہوا۔ اس نے فوراً اسحٰق کو بلوایا۔ اسحٰق سمجھ گیا کہ خلیفہ کو میرے یہاں آنے کی اطلاع ہوگئی۔ بس اب آج خیر نہیں۔ جلد وہاں سے روانہ ہوا اور فضل کو اس کا دیا ہوا روپیہ واپس کر دیا۔ جب خلیفہ کے حضور میں اسحٰق حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس کی نافرمانی پر اس کو بہت لعنت ملامت کی اور کہا کہ تو نے بغداد میں فضل کو اپنا راگ سنایا جبکہ میں تیرا آقا رقہ میں بیمار پڑا ہوا ہوں۔ اسحٰق نے خلیفہ سے عرض کیا کہ امیر المومنین! میں نے فضل کو بانسری پر کوئی راگ نہیں سنایا صرف اس سے گفتگو ہی کرتا رہا۔ ہارون الرشید کو اس جواب سے تسکین ہوگئی اور جسقدر رقم کہ اسحٰق نے فضل کو واپس کر دی تھی اسی قدر رقم خلیفہ نے اس کو بطور انعام عطا فرمائی۔

خلیفہ ہارون الرشید کا اپنی عیسائی رعایا سے عمدہ سلوک کرنا۔

یہی اسحٰق ایک اور حکایت بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسحٰق ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ شکار میں گیا۔ خلیفہ تو شکار کے عقب میں ذرا آگے نکل گیا۔ اسحٰق کو تھکن معلوم ہوئی قریب ہی عیسائیوں کی ایک خانقاہ تھی۔ اسحٰق وہاں آرام کرنے چلا گیا۔ ایک بزرگ عیسائی منتظم خانقاہ نے اس کا استقبال کرکے بہت آرام سے اس کو اندر لیجا کر بٹھا لیا۔ اور اس کی دعوت کی۔ اسکے آگے بہت اچھا گوشت اور شراب رکھی اور وہ عیسائی اپنی گزشتہ عمر کے تمام تجربہ اسحٰق سے کہتا رہا۔ جس سے اسحٰق بہت خوش ہوا۔ عیسائی منتظم خانقاہ نے کہا کہ بنی امیہ کی خلافت کے زمانے میں اس خاندان کے بھی چند شہزادوں نے تمہاری طرح یہاں مہمان ہوکر میری دعوت قبول کی تھی۔ اسحٰق کے کھانا کھلانے پر ایک بہت خوبصورت اور ہشیار عیسائی عورت مقرر تھی اسکے حاضر ہونے سے اسحٰق بہت ہی خوش ہوا۔ اور اس کا یہ وقت خوشی میں بہت جلدی گذر گیا۔ جب وہ خانقاہ سے لشکر شاہی میں واپس گیا تو رات ہوگئی تھی۔ خلیفہ اسحٰق کے غیر حاضر ہونے سے اس پر خفا ہوا۔ لیکن اسحٰق نے خانقاہ میں جانیکا حال خلیفہ سے عرض کیا اور چند اشعار جو وہاں کے حسب حال بنائے تھے وہ خلیفہ کو سنائے۔ یہ سنکر خلیفہ نے حکم دیا کہ کل لشکر کا قیام یہیں رہے تاکہ میں عیسائی خانقاہ کی اپنی مہمان نواز رعایا کو ملاحظہ کروں۔ چنانچہ دوسرے دن خلیفہ خانقاہ میں گیا اور ان کی دعوت قبول کرکے وہاں کھانا کھایا وہاں کے انتظام سے بہت خوش ہوا۔ تمام دن خانقاہ میں ٹھیرا رہا اور ایک ہزار دینار (قریباً ۵۰۰ پونڈ) عیسائی خانقاہ کی امداد

میں مرحمت فرمائے اور اس خانقاہ کے متعلق جو مزروعہ زمینیں تھیں یا باغات تھے ان کا کل محصول اور لگان سات برس[1] کیلئے بالکل معاف کردیا۔

اصمعی

خلیفہ کا ایک اور دوست اصمعی بہت بڑا عالم و فاضل شخص تھا عربی زبان میں کامل مہارت رکھتا تھا اور اس زمانے کے تمام مصنفین، شعرا اور افسانہ گویوں میں سب سے ممتاز تھا۔ بصرہ کا رہنے والا تھا لیکن خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں بغداد میں آرہا تھا۔ ابونواس سے لوگوں نے کہا کہ آج تو دربار میں ابوعبیدہ اور اصمعی بیٹھے ہوئے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ابوعبیدہ میں تو یہ لیاقت ہے کہ اگر اسکو اجازت دی جائے تو زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال کی تاریخ کے تمام بزرگوں کا حال لکھ ڈالے لیکن اصمعی مثل ایک بلبل ہزار داستان کے ہے وہ تمام آدمیوں کو اپنے اشعار سے محو اور فریفتہ کرے گا اصمعی کو صرف ایک بحر کے سولہ ہزار شعر یاد تھے اصمعی اور ابوعبیدہ کی آپس میں رقابت تھی اور اکثر بحث ہو جایا کرتی تھی۔ ذیل کی حکایت خود اصمعی بیان کرتا ہے۔

"ابوعبیدہ اور میں ایک دن فضل بن الربیع وزیر اعظم کی ملاقات کو گئے۔ فضل نے مجھ سے دریافت کیا کہ گھوڑوں کے حالات پر جو تم نے کتاب لکھی ہے اس کی کے جلدیں ہیں میں نے جواب دیا کہ صرف ایک ہی جلد ہے فضل نے پھر ابوعبیدہ سے یہی سوال کیا۔ اس نے کہا میں نے جو کتاب گھوڑوں کے حال پر لکھی اس کی پچاس جلدیں ہیں فضل نے کہا کہ اچھا اس گھوڑے کے پاس جاؤ اور اس کے جسم کے سب اعضاء کا نام بتلاتے جاؤ ابوعبیدہ نے جواب دیا کہ یہ کام تو سالوتری کا ہے میں سالوتری نہیں ہوں۔ میں نے تو عربوں کے وہ بیانات جو گھوڑوں کی بابت ہیں انکو ایک کتاب میں جمع کردیا ہے پھر فضل نے مجھ سے بھی یہی کہا میں اس گھوڑے کے پاس گیا اور باری باری اسکے ہر عضو پر ہاتھ رکھ کے اس کا نام بتلاتا جاتا تھا اور اس عضو کی بابت قدیم عربی شعراء کے جو اشعار یاد تھے وہ بھی پڑھ دیتا تھا۔ ہر عضو کو بتلا کر اسکے متعلق اشعار پڑھتا گیا جب میں گھوڑے کے سب اعضاء بتلا چکا تو فضل

[1] ہارون الرشید کی رعایا پروری اور بے تعصبی کی۔ اور اس کی سلطنت میں غیر قوم رعایا کے ایسی خوشحالی اور فارغ البالی سے رہنے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

نے یہ کہکر کہ یہ گھوڑا اپنے ہی پاس رکھو وہ گھوڑا مجھے مرحمت کر دیا۔ پھر جب کبھی مجھے ابو عبیدہ کو چڑانا یا دق کرنا منظور ہوتا میں اسی گھوڑے پر سوار ہو کے ابو عبیدہ کی ملاقات کو جایا کرتا۔

اصمعی جس درجہ کے لوگوں میں تھا اور جیسا کہ عموماً ایسے لوگوں کا قاعدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اصمعی نے بھی کفایت شعاری کرنے میں اور اپنے بڑھاپے کیلئے اندوختہ جمع کرنے میں غفلت کی اسلئے خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کے بعد آستانہ خلافت پر ہمیشہ حاضر ہوتا لیکن خلیفہ کی توجہ بہت دنوں تک اسکی جانب مائل نہیں ہوئی آخر کار ایک دن وہ خلیفہ کے دروازے پر پریشان بیٹھا ہوا تھا اور اسکو خلیفہ کی فیاضی سے متمتع ہونے کی امید بالکل جاتی رہی۔ اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ اب کہیں اور روزگار تلاش کرونگا کہ یکایک دروازہ کھلا اور ایک خادم نے دریافت کیا کہ آیا یہاں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو فن شعر سے اچھی طرح سے واقف ہو۔ اصمعی فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس خادم سے کہا کہ میں ایسا شخص حاضر ہوں۔ خادم نے کہا آؤ اور محل میں چلو۔ اگر امیر المومنین تمہارے اشعار سنکے خوش ہو جائیں گے تو تم آج رات یہ سمجھنا کہ تمہارے اقبال کا آفتاب طلوع ہونے کو ہے۔ جب میں وہاں پہنچا خلیفہ ایک مسند پر بیٹھا تھا اور اس کے پاس ہی جعفر برمکی بیٹھا تھا میں نے سلام کیا امیر المومنین نے جواب دیکر مہربانی سے فرمایا کہ اگر دربار میں آنے سے تم پر خوف یا ہیبت چھا گئی ہو تو ذرا بیٹھ جاؤ اور پھر اطمینان سے شعر پڑھنا۔

اصمعی نے یہ اندیشہ کر کے کہ شاید ایسا موقع پھر نہ مل سکے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپ کے حکم کی تعمیل کرنے کو مستعد اور تیار ہوں خواہ بطور راوی کے یا بطور شاعر کے جس طرح آپ چاہیں اشعار سنیں۔ خلیفہ نے اول علم ادب کے دو چار بہت ہی مشکل سوال دریافت کئے جنکا اصمعی نے صحیح صحیح اور فوراً جواب دیا۔ پھر خلیفہ نے فرمایا کہ اب کسی شاعر کا کلام سناؤ۔ میں نے فوراً ایک شاعر کا قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ اور جب میں نے ان اشعار کو قصداً چھوڑ دیا اور قصیدہ کا وہ حصہ پڑھنے لگا جہاں ہارون الرشید کے دادا منصور کی تعریف درج تھی پوچھا کہ تم نے درمیانی اشعار قصداً چھوڑ دیئے ہیں یا تم بھول گئے ہو۔ اصمعی نے عرض کیا کہ میں نے ارادتاً چھوڑ دیئے ہیں کیونکہ جسقدر جھوٹی تعریف تھی وہ میں نے بنی امیہ کے لئے

اصمعی کا دربار میں حاضر ہونا

چھوڑ دی اور جو سچ بات ہے وہ خلیفہ منصور کی بابت پڑھ رہا ہوں۔ یہ سنکر خلیفہ نے اصمعی میں مثل درباریوں کے چالاکی اور ہشیاری پائی۔ اصمعی کو آفریں اور مرحبا کہا۔ پھر ایک اور شاعر کے اشعار اصمعی نے اس خیال سے بہت جلدی جلدی پڑھے تاکہ خلیفہ کو معلوم ہو کہ قدیم عربی علم ادب وغیرہ میں اصمعی کو کس قدر تبحر اور واقفیت ہے۔ لیکن جعفر نے مداخلت کرکے کہا کہ ذرا ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔ تم کو یہاں سے جانے میں جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری اس محنت کے عوض تمکو انعام دیا جائے گا۔ خلیفہ نے کہا کہ چونکہ اب تم نے اصمعی سے انعام دینے کا وعدہ کرلیا ہے تو تم بھی اسکے انعام دینے میں میرے شریک ہوجاؤ۔ یہ سنکر اصمعی نے عرض کیا کہ مجھے اس وقت عرب وعجم پر فخر کرنے کا حق حاصل ہو کیونکہ خلیفہ اور اس کا وزیر دونوں اس بات کی بحث کر رہے ہیں کہ مجھے دونوں میں سے کون زیادہ انعام دیوے۔ بعد ازاں اصمعی نے ایک اور شاعر کا مشہور کلام سنانا شروع کیا کہ جس میں اونٹ کا بیان اور اسکی مفصل طور سے تعریف تھی جعفر نے کہا کہ اصمعی... ذرا توقف کرو کیا اس رات سوائے اونٹ کے اوصاف کے بیان کے اس سے عمدہ اور کوئی مضمون سنانے کو نہیں ہے۔ یہ سنکر ہارون الرشید نے طنز سے کہا کہ یہ وہی اونٹ ہے کہ جس نے تمہارے سروں سے تاج لیلیا اور تمہارے بادشاہوں کی سلطنت فتح کرلی۔ اس کہنے سے خلیفہ کی مراد ملک ایران کی فتح سے تھی جو جعفر اور اسکے آبا و اجداد کا اصلی وطن تھا جسکو عربوں نے فتح کیا تھا اور اونٹ عربوں کا سب سے زیادہ اور مشہور اور پیارا جانور ہے۔ جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! اللہ تعالی کا شکر ہے۔ الحمد للہ! میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اس پر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ یہ تمہاری دوسری غلطی ہے۔ تمکو جس وقت یہ کلمہ کہنا نہیں چاہئے تھا۔ کہ الحمد للہ! یا خدا کا شکر ہے کیونکہ اس وقت کسی خوشی کا ذکر نہیں تھا جو الحمد للہ کہنے کا موقع ہوتا۔ بلکہ اس وقت تو تمہارے وطن کی شکست اور مصیبت کا ذکر تھا۔ تمکو یہ کہنا چاہئے تھا کہ نعوذ باللہ یا اللہ میں تیری مدد چاہتا ہوں[۱]۔

۱۔ الحمد للہ اور نعوذ باللہ اور اسی قسم کے اور دیگر فقرے عربی زبان میں اب تک مروج اور عربی گفتگو میں مستعمل ہیں ایسے فقرے زندگی کے ہر ایک واقعہ کے متعلق عربی زبان میں موجود ہیں۔

خلیفہ ولید

خلیفہ کے دربار کا ایک اور مغنی ہشام ابن سلیمان تھا۔ یہ شخص بنی اُمیہ کے غلاموں میں سے تھا مگر آزاد کر دیا گیا تھا اور بنی امیہ کے آخری بادشاہ (مروان الحمار) کو اس کی خاطر بہت عزیز تھی۔ ایک دن ہشام نے خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے ایک راگ گایا۔ راگ سنکر خلیفہ اس قدر خوش ہوا کہ اس وقت ایک ہار بیش بہا موتیوں کا خلیفہ کے پاس تھا وہی مرحمت کر دیا۔ خلیفہ کے اس گراں بہا عطیہ کو دیکھتے ہی ہشام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو ہارون الرشید نے پوچھا کہ تیرے رونے کا کیا باعث ہے؟ اس پر ہشام نے مفصلہ ذیل حکایت بیان کی۔

امیر المومنین! ایکدن خلیفہ ولید ایک جھیل کے کنارے بیٹھا ہوا تھا جب میں اس کے حضور میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کے گرداگرد بہت سی مغنیہ کنیزیں بیٹھی ہوئی ہیں ولید نے مجھے اس وجہ سے نہیں شناخت کیا کہ میں نے لثام[1] چہرہ پر ڈال رکھی تھی۔ ولید نے کنیزوں سے کہا کہ دیکھو ایک عرب آرہا ہے آؤ اس کو بلا دیں اور اس سے مذاق کی باتیں کر کے دل خوش کریں چنانچہ میں وہاں گیا اور محفل میں شریک ہو گیا۔ ایک کنیز نے میرے لب اور لہجہ میں میری ہی غزل ایک بانسری پر گانی شروع کی اور اس میں چند غلطیاں کیں۔ میں نے وہ غلطیاں اس کنیز کو بتلا دیں میری بات سنکر وہ کنیز ہنسی اور ولید کی طرف مڑ کر کہا کہ امیر المومنین! آپ نے سنا یہ صحرائی عرب کیا کہتا ہے؟ یہ ہمارے راگ میں غلطیاں نکال رہا ہے۔ یہ سنکر ولید نے میری جانب کچھ حیران ہو کے دیکھا میں نے ولید کو بھی وہ غلطیاں بتلائیں اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں یہ راگ صحیح طور سے گاؤں۔ جب میں نے راگ ختم کیا وہی کنیز اٹھی اور میری گردن پر گر پڑی اور کہا کہ واللہ! برب کعبہ آپ تو ہشام ہیں میں نے فوراً لثام چہرہ پر سے اٹھا دیا پھر ولید نے مجھکو پہچان لیا اور میں تمام دن اس کے حضور میں رہا پھر شاہی بجرہ آیا اور ولید اس پر سوار ہو کر اپنے لشکرگاہ میں جانے لگا لیکن جاتے ہوئے ولید نے مجھے بہت معقول انعام دیا اور اس کنیز مغنیہ نے خلیفہ کی اجازت لیکر یہی ہار جو آپ نے اسوقت عنایت فرمایا ہے بطور

---

[1] لثام ایک قسم کا برقع ہوتا ہے جسکو عرب منہ پر ڈالتے ہیں۔ اس سے دو فائدہ ہوتے ہیں۔ ایک تو چہرہ نظر نہیں آتا اور دوسرے آفتاب کی طپش یا لُوہ کے اثر سے چہرہ اور دماغ محفوظ رہتا ہے ۱۲ مصبلح۔

نشانی کے مجھے دیا ولید پھر کشتی میں سوار ہو گیا۔ اس کے بعد ایک کنیز کشتی میں چڑھی اور پھر وہی کنیز کہ جس نے مجھے پہچانا تھا کشتی میں سوار ہونے لگی لیکن چڑھتے ہوئے اس کا پیر پھسل گیا اور وہ گرتے ہی جھیل میں ڈوب گئی۔ اور پھر ہر چند اسکی جستجو کی گئی وہ نہیں ابھری۔ ولید اس کی مرگ مفاجات پر بہت رویا اور مجھ سے کہا کہ ہشام تو یہ ہار مجھے مول دیدے تاکہ میرے پاس اس کی نشانی رہے۔ ولید نے اس ہار کے عوض مجھے ایک بڑی رقم زر نقد کی عطا کی امیر المومنین اس ہار کے دیکھتے ہی وہی واقعہ میری نظروں میں اسوقت پھر گیا اور یہی وجہ ہے کہ میرے آنسو نکل آئے ہارون الرشید نے یہ قصہ سنکر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کیسی گوناگوں ہو کہ مجھے خاندان اُمیہ کا تخت و تاج بھی عطا فرمایا اور اسی طرح ان کی جائداد بھی مجھے مرحمت فرمائی۔

عبید ابن الابرص شاعر

مفصلہ بالا واقعہ صداقت سے پر معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ کسی شخص کے ذاتی فعل یا کاموں کی نسبت جو حکایتیں ہوتی ہیں جنکو بیان کر کے درباری اپنے آقاؤں کو خوش کیا کرتے تھے وہ بظاہر ان کے ہی خیالات کا نتیجہ ہوا کرتی تھیں۔ اس قسم کی فی البدیہ حکایتیں الف لیلہ کے فسانوں میں بہت موجود ہیں اور اسی طرح ایسی ہی بہت سی حکایتیں دوسری ایسی کتابوں میں بھی موجود ہیں جو تواریخ کی صحیح صحیح کتابیں ہیں اور ایسی حکایتیں صحیح صحیح واقعات کے ساتھ خلط ملط ہو گئی ہیں چنانچہ ایک شاعر عبید ابن الابرص نامی نے خلیفہ ہارون الرشید سے یہ عرض کیا کہ ایک بار حج کیلئے مکہ شریف کو جاتے ہوئے ہمارے کارواں کے راستہ میں ایک بڑا اژدہا حائل ہو گیا جس کی پھنکار اور وحشت سے خوف زدہ ہو کر قافلہ نے مجبوراً وہ رستہ چھوڑ دیا اور دوسرا راستہ اختیار کیا۔ مگر اس رستہ میں بھی اس قافلہ کو ایک ایسا ہی اژدہا ملا اور چونکہ کسی شخص میں بھی اسپر حملہ کرنے کی جرأت نہیں تھی اور اب واپس جانا بھی ناممکن تھا۔ اس لئے عبید تلوار نیام سے کھینچکر اور ایک پانی کی مشک (گربہ) کو بطور ڈھال آگے کر کے اس اژدہے پر حملہ کرنے بڑھا۔ اژدہے نے اپنا منہ کھولا تاکہ اس بہادر عرب (عبید) کو نگل جائے۔ لیکن عبید نے اس کے منہ میں پانی کی وہی مشک ڈالدی۔ عبید یہ دیکھکر بہت متعجب ہوا کہ اس اژدہے نے وہ تمام پانی خوب اطمینان سے پیا اور چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ مکہ شریف واپسی کے وقت عبید کو راستہ میں رات ہو گئی اور راستہ گم ہو گیا یکایک آواز آئی کہ اے عبید تیری برابر جو اونٹ کھڑا ہے اس پر سوار ہو جا

عبید سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر میں اپنے قافلہ کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں سے قافلہ اس کو نظر آتا تھا اونٹ وہاں بیٹھ گیا عبید اتر پڑا پھر یہ آواز آئی کہ اے عبید! میں وہی اژدہا ہوں کہ جسکو تو نے اس دن پانی پلایا تھا میں تیرا بہت ممنون و مشکور ہوں۔

ان لوگوں کو جو عربوں کی مانند توہمات مذہبی رکھتے ہیں یعنی جن یا جنات وغیرہ پر یقین رکھتے ہیں اور اس یقین کو اپنے ایمان و مذہب کی ایک شرط سمجھتے ہیں اور جنکی کتابیں علم حیوانات میں بہت سی ہیں اور قرن وسطیٰ میں اژدہے وغیرہ کی نسبت جسقدر حکایتیں یا کہانیاں مشہور تھیں اسی قسم کے حالات ان کتابوں میں بڑی شرح و بسط سے مرقوم ہیں۔ یہ حکایت بھی صحیح معلوم ہوگی خواہ کچھ ہی ہو۔ اسکے راوی عبید شاعر کو خلیفہ نے زر نقد کی ایک بڑی تعداد بطور انعام عطا فرمائی[1]

پانچ عورتیں کو طلاق ملنا

بعض حکایتیں مذہبی قانون (شریعت) کے مطابق ہوتی تھیں۔ اور ان باتوں سے خلیفہ ہارون الرشید کو جو بڑا دیندار نیک اور عالم فاضل تھا یقیناً بہت خوشی ہوتی تھی اور ان کے راوی اپنی عقلمندی اور ہشیاری کا اظہار خلیفہ سے کیا کرتے تھے۔ اصمعی نے ایک دن خلیفہ ہارون الرشید سے عرض کیا کہ امیر المومنین میں ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں کہ جس نے ایک دن میں پانچ بیویوں کو طلاق دی۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ بات کیونکر ممکن ہے؟ جبکہ شریعت میں صرف چار بیویوں سے نکاح کی اجازت ہے۔ اصمعی نے عرض کیا کہ امیر المومنین! ایک شخص کی چار بیویں تھیں ایک دن جب وہ باہر سے اپنے مکان میں آیا تو ان چاروں کو لڑتے ہوئے

[1] مسٹر پامر کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ بعض غلط واقعات صحیح تاریخانہ واقعات میں شامل ہو جاتے ہیں اور مرور زمانہ دراز کی وجہ سے وہ صحیح سمجھے جانے لگتے ہیں۔ جیسے کہ جعفر عباسہ کی شادی کا افسانہ بالکل بے بنیاد ہے اور فسانہ متخیلہ سے زیادہ اسکی وقعت نہیں لیکن وہ لوگ جو عربوں کی تاریخ سے ناواقف ہیں اسکو سچ سمجھنے لگے تھے مگر علامہ ابن خلدون وغیرہ نے خوب تحقیق سے اس واقعہ کی بے بنیادی پایہ ثبوت کو پہنچا دی۔ افسانوں کا حال لکھتے لکھتے مسٹر پامر نے مسلمانوں کے مذہب پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان میں توہمات مذہبی بہت ہیں۔ شاید پامر صاحب کو اس بات کا خیال نہیں رہا کہ دنیا میں توہمات مذہبی سے کوئی مذہب بھی خالی نہیں ہے۔ ہاں بیشک وہی لوگ توہم مذہبی سے خالی ہیں جنکا فلسفہ یا عقل یا سائنس پر مذہب وغیرہ کا دار و مدار ہے اور اپنے سے پہلے زمانہ کے مجتہدوں اور بزرگوں کی عقل و تمیز کو اپنی عقل کے آگے ہیچ سمجھتے ہیں ایسے لوگ درحقیقت اس مذہب کے جسکو وہ اپنا مذہب بیان (بقیہ آیندہ)

پایا اس نے کہا کہ میرے گھر میں یہ جھگڑا اور فساد کب تک روز رہیگا؟ اور اپنی ایک بیوی کی طرف مڑکر کہا کہ یہ سب تمھاری ہی شرارت ہے میں نے تم کو طلاق دی۔ دوسری بیوی نے کہا کہ تم کو اسقدر جلدی بلاتحقیق طلاق دینی نہیں چاہئے تھی۔ تم کو مناسب تھا کہ اول اس کو نصیحت کرتے اس شخص نے کہا کہ تمنے کیوں دخل دیا میں نے تم کو بھی طلاق دی تیسری بیوی نے یہ کہکر کہ تم نے دو نیک عورتوں کو طلاق دیدی۔ اپنے خاوند کو بہت برا بھلا کہا۔ اس شخص نے کہا کہ میں اب تیسری کو بھی چھوڑتا ہوں۔ اور میں نے تم کو بھی طلاق دی۔ چوتھی بیوی نے کہا کہ تم اپنی بیویوں کا سوائے طلاق کے اور طرح سے بندوبست نہیں کرسکتے تھے؟ اس نے کہا کہ ہاں میں نہیں کرسکتا تھا۔ اور اب میں نے تم کو بھی طلاق دی اس وقت ایک ہمسایہ کی بیوی بھی اس کے گھر میں آگئی اور اس نے دیکھکر کہ اس نے اپنی چاروں بیویوں کو بغیر قصور کے طلاق دیدی ہے اس شخص کو بکنا اور برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اس شخص نے جلدی سے اس عورت کی جانب مڑکر کہا کہ اگر تمہارا خاوند مجھے اجازت دیدے تو تم کو بھی میں طلاق دیدوں۔ تم بڑی زبان دراز ہو۔ غل وشور سنکر وہ پڑوسی جو اس عورت کا خاوند تھا اس شخص کے گھر میں آگیا۔ اور اس سے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو یہ میری عورت بڑی زبان دراز ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم اس کو طلاق دیدو اصمعی نے عرض کیا کہ امیرالمومنین اس طرح اس شخص نے ایک دن میں پانچ عورتوں کو طلاق دیدی۔

(بقیہ صفحہ ۲۲۱) کرتے ہیں پابند نہیں ہوتے بلکہ دراصل اس مذہب کی پابندی سے آزاد ہوجاتے ہیں انکی عقل اور فلسفہ یا سائنس انکا مذہب ہوتا ہے۔ اگر مسٹر پام ذرا اور غور کرتے تو ان کو معلوم ہوجاتا کہ درحقیقت مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں توہمات بالکل نہیں ہیں اور یوں تو ہر مذہب والا دوسرے مذہب میں توہمات خیال کیا ہی کرتا ہے مثلاً اہل اسلام عیسائیوں کے اس مذہبی یقین کو توہم مذہبی خیال کرتے ہیں کہ پادری کے دعا پڑھ کر دم کردینے سے روٹی اور شراب مجازاً نہیں بلکہ حقیقتاً حضرت مسیح کا گوشت اور خون ہوجاتی ہے جسکے کھانے سے گنہگاروں کے سب گناہ بخشدیئے جاتے اور اس کے قدیم زمانہ کے سب ہی عیسائی معتقد تھے اور رومن کیتھلک اور چرچ یونان کے گرجاوں میں تو اب تک حضرت عیسٰی اور حضرت مریم اور فسطرس اور پولوس حواریوں اور دیگر ولیوں اور شہیدوں کی تصویریں اور مورتیں بچتی ہیں اور روٹی اور شراب کی قلب ماہیت کے مسئلے کے لوگ بڑی شدت سے معتقد ہیں۔ ۱۲ مصباح

قاضی ابو یوسف کو "جنکا حال اس سے پیشتر لکھا جاچکا ہے اور جو شریعت سے ایسے فتوے کا استخراج کر دیتے تھے جس سے لوگوں کو طمانیت اور تسلی ہو جاتی تھی ایک دن ہارون الرشید نے بلایا اور کہا کہ یہ دو قسم کے کھانے ہیں۔ ایک کو میں اچھا کہتا ہوں دوسرے کو زبیدہ خاتون اچھا بتلاتی ہیں۔ آپ اس مشکل سوال کو حل کیجئے کہ ان میں کونسا کھانا ذائقہ دار ہے؟ قاضی صاحب اول ایک کھانا چکھتے پھر دوسرا۔ اور جب دونوں قسم کے کھانے چکھتے چکھتے ختم ہونے کے قریب ہو گئے تو آخر کار یہ کہا کہ میں نے ایسے دو دعوے داروں کو آجتک نہیں دیکھا کہ جنکے دعوے اسقدر برابر وزنی ہوں! جب میں ایک فریق کے دلایل کو سنتا ہوں تو فوراً دوسرا فریق اپنے دلائل پیش کر کے میرے پہلے خیال کو الٹ دیتا ہے"۔

نا ممکن فیصلہ

اس زمانے کے عربوں کی حاضر جوابی کی صرف ایک اور مثال ذیل میں لکھی جاتی ہے خلیفہ ہارون الرشید نے بیشمار حج کعبہ شریف کے ادا کئے۔ ایک دفعہ حج کو جاتے ہوئے صحرا کے راستہ میں اس کو ایک معمر عورت ملی۔ ہارون الرشید نے اس سے دریافت کیا کہ تو کس قبیلہ میں سے ہے اس نے جواب دیا کہ قبیلہ طے میں سے ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ اچھا یہ تو بتلا کہ یہ کیا بات ہے کہ تیری قوم میں سے حاتم[له] کی مانند اور کوئی پیدا نہیں ہوا؟ اس مہذب معمر عورت نے یہ جواب دیا کہ امیر المومنین! یہ کیا بات ہے کہ خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس میں سے آپ جیسا اور کوئی خلیفہ پیدا نہیں ہوا؟ خلیفہ نے یہ جواب سنکر اس زن بزرگ کو ایک بہت بڑی تعداد زر نقد کی انعام میں عطا فرمائی۔

عربوں کی حاضر جوابی

اس تاریخ میں اب تک جسقدر واقعات ہم نے بیان کئے ہیں۔ وہ سب عربی کتابوں سے منتخب کئے گئے ہیں علاوہ ازیں یوروپین مصنفین اور مورخین کا بیان ہے کہ شہنشاہ شارلمین نے اپنا ایک سفیر خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں مع بہت سے تحفہ و تحائف اور ہدیے کے بھیجا اور ایک خط بہت محبت آمیز ارسال کیا۔ اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے بھی

خلیفہ ہارون رشید کے ہمعصر

له۔ حاتم طائی ایک عرب تھا جو آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے کئی سال پیشتر یمن میں رہا کرتا تھا نہایت درجہ کا فیاض اور سخی تھا۔ چنانچہ اپنی سخاوت کی وجہ سے آجتک مشہور ہے اور اسکی سخاوت ضرب المثل ہو گئی ہے۔

مصباح الدین۔

بہت سے تحائف اور ایک محبت نامہ شارلمین کو ارسال کیا۔ اور ان دونوں شہنشاہوں میں رسم و رسائل محبت آمیز جاری ہوگئی۔ لیکن چونکہ عربی کی کسی تاریخ میں اس واقعہ کا اشارہ تک بھی نہیں ہے اور نیز کوئی بیان بطور شہادت کے موجود نہیں ہے اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ روایت بھی منجملہ ان ہر دلعزیز غلط روایتوں کے نہ ہو جو عوام الناس میں پھیل جایا کرتی ہیں کسی قوم کی تاریخ لکھتے ہوئے اس قوم کے مشہور شخص سے بیشمار ہر دلعزیز حکایتیں منسوب ہو جاتی ہیں۔ ہارون الرشید بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ عربی علم ادب میں ایسی حکایتیں اور روایتیں جس میں اس مشہور خلیفہ کا ذرا سا بھی ذکر ہوتا ہے بکثرت موجود ہیں۔ گو ایسی بہت سی حکایتیں کسی دوسرے شخص یا دوسرے زمانے سے ایسی ہی اچھی طرح سے منسوب کیجا سکتی تھیں۔

خلیفہ ہارون رشید کی عادات و اطوار

اس قسم کے متضاد و ذخیرہ سے انتخاب کر کے میں نے اس کتاب میں صرف وہی حکایتیں تحریر کی ہیں جنکے راوی بہت معتبر ہیں یعنی وہی سچی اور راست راست حکایتیں تحریر کیگئی ہیں جنکا تعلق ہماری اس تاریخ سے ہے۔ یہ حکایتیں درحقیقت بہت عمدہ ہیں اور صرف یہی ایک ذریعہ ہیں کہ جنسے ہارون الرشید کی ذاتی کارروائیوں کا احوال معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس زمانے میں عربوں کو سوانح عمری کی تحریر سے واقفیت نہیں تھی اور اس کے تھوڑے عرصے کے بعد جب علم کی یہ شاخ ان میں بھی پھیل گئی اور رواج پاگئی تو طرز بیان میں قصہ کہانیوں کی مانند وضع زیادہ ہوتی تھی۔ اگرچہ میں نے اس زمانہ کی بہت سی ظریف اور لطیف حکایتیں جو خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے خوش خلق۔ خوش مزاج ہمراہیوں اور دوستوں سے منسوب کی جاتی ہیں اس کتاب میں تحریر نہیں کی ہیں۔ لیکن پھر بھی چند حکایتیں ایسی درج ہوگئی ہیں جو کہ ایک ایسی تاریخی کتاب میں جیسی کہ یہ ہے بالکل بے موقع ہیں۔ لیکن ناظرین کے دل پر میں یہ بات نقش کرنا چاہتا ہوں کہ ان ہی بے حقیقت حکایتوں اور قصوں میں ہی بہت سی سچی باتیں موجود

---

[1] چارلس دی گریٹ یعنی چارلس اعظم جس کو فرانسیسی زبان میں شارلمین کہتے ہیں ۱۷۶۸ء میں تخت فرانس پر بیٹھا۔ یہ بہت لائق اور بہادر بادشاہ تھا۔ ۸۰۰ء میں مغربی سلطنت روما الکبریٰ کا شہنشاہ منتخب ہوا۔ مشرقی سلطنت تو ہارون الرشید کی باجگذار تھی اور اس سے خلیفہ کے دوستانہ تعلقات تھے ۴۳ برس حکومت کر کے ۸۱۴ء میں مر گیا۔ مصباح

ہوا کرتی ہیں۔ درحقیقت ان سے وہ احوال پُورا پُورا ظاہر ہوتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے زمانے میں عربوں کی طرز معاشرت اور ان کا آپس میں میل جول اور ملاقات وغیرہ کا یہ طریقہ تھا۔ انہی حکایتوں سے ہماری اس تواریخ کا وہ مضمون ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح ہارون الرشید زندگی بسر کیا کرتا تھا یا اپنے خیال دوڑاتا یا گفتگو کرتا تھا۔ اور انہی حکایتوں سے اس سے بھی زیادہ واضح طور سے بہ نسبت اس کی شہنشاہانہ کارروائیوں کے اس کا ذاتی چال وچلن۔ عادات واطوار معلوم ہوتے ہیں۔ میں اب خلیفہ ہارون الرشید سے رخصت ہوتا ہوں یعنی اس کا بیان ختم کرتا ہوں میں نے اس کو سیاہ رنگ کھر میں سے نکال کر تواریخ کی روشنی اور دھوپ میں لانے کی کوشش کی ہے۔ اب جبکہ ہم اُس سے بہت اچھی طرح سے واقف ہو گئے ہیں۔ اگر ہم اس کو "اعظم" کا خطاب نہ دیویں اور اس خطاب کو زمانہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو گویا ہم نے اس کی باشان وشوکت فرمانروائی اور حکومت اور اس کے عہد جوانی کے مختلف واقعات اور اُس کے پُر مصیبت انجام کو گویا کچھ بھی نہیں پڑھا اور کچھ یاد نہیں رکھا کیونکہ ہم اس کے یہ حالات پڑھ کر اُس کو اعظم کا خطاب دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

خلیفہ ہارون الرشید میں تمام لیاقتیں جمع تھیں۔ اور وُہ جامع جمیع صفات تھا بڑا ہشیار اور عقلمند اور تیز فہم وفراست رکھتا تھا۔ اور اُس کا ارادہ اور عزم بڑا مضبوط اور مستقل ہوتا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو خود ایک بڑا عالیشان بادشاہ تھا۔ اگر وُہ کم درجہ کا شخص بھی ہوتا تب بھی اپنی تیزی عقل اور کثرت فہم وفراست سے اپنے مُلک کے لئے اور دُنیا بھر کے لئے بہت مفید باتیں کر جاتا۔ اور درحقیقت اپنے زورِ بازو سے وُہ بہت بڑا رتبہ اور درجہ حاصل کر لیتا۔

خلیفہ ہارون الرشید کی گفتگو میں نہایت فصاحت اور بلاغت اور تحکم ہوتا تھا جیسا کہ اُس کی تقریروں کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ اب بھی موجود ہیں۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ لوگ فصاحت وبلاغت کو سیکھا کرتے تھے اور فاضل کامل بننے کے لئے فصاحت اور بلاغت ہی تمام علوم سے زاید عمدہ اور اعلیٰ ہنر خیال کیا جاتا تھا۔ خود اُس زمانے میں بھی خلیفہ ہارون الرشید کی فصاحت وبلاغت بہت مشہور ومعروف تھی۔

یہ بات کہ یہ تقریریں خاص ہارون الرشید ہی کی اصلی تقریریں ہیں۔ اس امر سے ثابت

ہوتی ہے کہ اگرچہ ان تقریروں کو مختلف مورخین نے بیان کیا ہے۔ لیکن اُن سب کا طرز بیان اور مضمون ادا یکساں ہے۔ ہاروں الرشید کی ان تقریروں میں ایک خاص صفت یہ ہے کہ اب بھی اگر کوئی شخص اُس کی اصلی تقریریں ایک دفعہ بھی پڑھ لیتا ہے تو وہ اُس کی یاد سے کبھی فراموش نہیں ہوتیں جس زمانہ میں کہ خلیفہ نے وہ تقریریں زبان سے فرمائی ہونگی۔ اور ایسی تقریریں اکثر کسی حادثہ یا وقوع واقعہ کے وقت ہاروں الرشید زبان سے فرمایا کرتا تھا تو اُن تقریروں کا اثر سامعین کے دلوں پر اس قدر ہوتا کہ کبھی زائل نہیں ہوتا تھا لوگ اُس کی تقریر کو سنتے ہی خلوص دل سے اُس پر عمل کرنا شروع کر دیتے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے مزاج میں بڑا خلق اور محبت اور تواضع تھی۔ لیکن اُس رتبہ نے کہ جو مقدر نے اُس کے لئے مقرر کر دیا تھا اسکے ایسے تمام اصلی خیالات مصلحتاً یا ضرورتاً ضائع کر دیے تھے۔ یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اُس وقت کی تمام مہذب دنیا اسکے زیرنگیں اور اسکی سلطنت میں داخل تھی اور نیز یہ کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ دار اور ان کا مُسلمہ جانشین اور مذہب اسلام کا پیشوا تھا المختصر یہ کہ تمام دنیا میں اُس سے زیادہ کوئی شخص صاحب عظمت واقتدار اور صاحب شان وشوکت اور قابل تعظیم اور فائدہ رساں خلایق نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔

اُس کے خوشامدی درباریوں نے اُس کے ہی ذہن نشین یہ بات نہیں کر دی تھی۔ بلکہ اس وقت کی کل اسلامی دنیا کو اور زمانہ حال کے چند مسلمانوں کو اب بھی اس بات کا یقین کامل ہے کہ کافر خدا کی مخلوق نہیں کہا جا سکتا[1]۔

---

[1] مسٹر ہام خلیفہ ہاروں الرشید کی تاریخ لکھتے لکھتے تمام مسلمانوں پر یہ ایک ایسا صریح اور محیط اور عام اتہام لگا بیٹھے کہ اس کی زد مذہب اسلام پر پڑتی ہے۔ اوّل تو یہ اتہام قول بلا دلیل ہے اور دُوسرے مذہبی اور پولٹیکل دونوں طور سے ایک بے بنیاد بہتان ہے مذہبی طور سے اگر دیکھا جائے تو کل مسلمان تمام اشیا کا خالق صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں اور ان کا ایمان ہے انسان تو کافر ہو یا مسلمان اشرف المخلوقات ہی ہے۔ تمام مسلمان علاوہ ذی حیات کے جمادات اور نباتات کو غرضکہ ہر چیز کو خدا کا پیدا کیا ہوا جانتے ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی مقدس کتاب قرآن شریف میں جا بجا یہی مرقوم ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کے ۲۷ پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخلق کل شی وھو بکل شی علیم اور دوسری جگہ فرماتا ہے خالق کل شیء فاعبدوہ۔ اسی طرح کسی جگہ مرقوم ہے ”ھو الذی خلق السموات والارض وما بینھما“ ان سب کا مطلب یہ ہو کہ جو کچھ زمین پر ہے اور آسمان پر ہے یا اُن کے درمیان ہے۔ (البقیہ صفحہ آیندہ)

یہ امر کہ ایسے شخص پر خراب اثر نہ پڑے یا ایسی خود مختار مطلق العنانی ہیں بالواسطہ بے انصافی کے افعال سرزد نہ ہو جائیں یا اس قدر غیر محدود اختیارات اور طاقت و قوت حاصل ہونیکے باعث اور ذمہ داری کے تمام خیالات کی عدم موجودگی کے سبب عیش و آرام میں نہ پڑ سکے انسانی خلقت میں یہ بات ناممکن ہے۔ اُس پر خراب اثر پڑا۔ ہارون الرشید مطلق العنان سخت گیر اور عیاش تھا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی ہارون الرشید ایک بہت ہی مضبوط مستقل مزاج اور اولوالعزم شہنشاہ تھا۔ اپنے مذہبی فرائض نہایت تندی اور عاجزی کے ساتھ ادا کیا کرتا تھا اور جو عظیم الشان سلطنت کہ اس کو وراثۃً پہنچی تھی اُس کے وسعت دینے میں حتی المقدور کوشش کرتا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۴) ان سب کا خالق اور کل شئی کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہے۔ پھر بھلا ایسا کون مسلمان ہوگا جو قرآن شریف کو نہ مانتا ہو اور تمام موجودات کو خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق نہ سمجھتا ہو۔ جو مسلمان ہو کر یقین نہ رکھے وہ تو خود کافر ہے۔ چونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو شخص کسی دین یا مذہب میں ہوتا ہے اُسکے سب احکام کا پابند ہوتا ہے اور خصوصاً دین اسلام میں تو یہ باتیں لازمی اور فرض ہیں اور انکے نہ ماننے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ ہارون الرشید کو اسی جگہ اور دیگر جا اسی کتاب میں مسٹر پامر نے عالم باعمل اور فاضل اجل لکھا ہے تو کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ ہارون الرشید کافروں کو خدا کی مخلوق نہیں سمجھتا ہوگا؟ یہ بات ہرگز قرین قیاس نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ہارون الرشید کے ماسوا سب مسلمانوں پر اور زمانہ حال کے چند مسلمانوں پر پامر صاحب نے یہی الزام لگایا ہے یہ بھی غلط ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خیال کسی مسلمان کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان خدا کو وحدہٗ لاشریک اور لم یلد ولم یولد اور خالق کل شئی جانتا ہے نعوذ باللہ من ذالک اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہوتا تو لامحالہ پامر صاحب کے بیان کے موافق وہ کافروں کا خالق غیر اللہ کو بتاتے اور یہ عین شرک ہے جس سے تمام فاضل عیسائی واقف ہیں کہ مسلمان شرک کے پاس تک نہیں پھٹکتے۔ اس بات سے کل یورپین مصنفین واقف ہیں۔ مسٹر کریسی صاحب جو ایک مشہور مورخ اور فاضل مصنف ہیں اپنی کتاب تاریخ روم کے صفحہ ۷۰ میں تحریر کرتے ہیں کہ "قرآن شریف مشرکین پر جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے" جب مسٹر کریسی مسلمانوں کے اس مسئلہ سے واقف ہیں تو کیا پامر اس سے واقف نہ ہونگے جو ایک بڑے کامل فاضل عربی داں تھے؟ ضرور ہونگے مگر یہ ان کا تعصب ہے کہ جانتے بوجھتے ایک بات سے ناواقف بن گئے اور اس کو چھپا لیا اور صریح بے بنیاد اتہام مسلمانوں پر لگا دیا۔ مذہبی خیال سے تو یہ اتہام بالکل بے وقعت ہے۔ پولٹیکل وجوہات سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسٹر پامر نے یہ بات ظاہر کرنیکے لئے لکھی ہے کہ کافروں کو خدا کی مخلوق نہ سمجھ کر مسلمان لوگ اُن سے زیادتی کرتے تھے یا انکی جان و مال کی حفاظت نہ تھی؟ مگر جہاں تک تلاش اور تحقیق خود عیسائیوں نے بھی کی تو یہی معلوم ہوا کہ عیسائی رعایا کو بھی مسلمان رعایا کی برابر سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کی جان و مال کی طرح عیسائی رعایا کی بھی پوری پوری حفاظت اور ان کی جان و مال کی حفاظت کی جاتی تھی۔

یہی کریسی صاحب مسلمانوں کی شریعت کا حال لکھتے ہیں کہ اُن کی شریعت میں یہ حکم ہے کہ صرف ایک عیسائی رعایا کو جو بادشاہ اسلام کی رعایا ہو ایک ہزار مسلمان بھی ناحق مار ڈالیں تو اُن سب مسلمانوں کو قتل کر دینا چاہئے۔ مسلمان حکمرانوں کو کافر رعایا کی کسقدر پاسبانی اور حفاظت کا حکم ہے۔ چنانچہ ہمیشہ ممالک اسلامی میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

یہ امر کہ ایسے شخص پر خراب اثر نہ پڑے یا ایسی خود مختار مطلق العنانی ہیں بالواسطہ بے انصافی کے افعال سرزد نہ ہو جائیں یا اس قدر غیر محدود اختیارات اور طاقت و قوت حاصل ہونیکے باعث اور ذمہ داری کے تمام خیالات کی عدم موجودگی کے سبب عیش و آرام میں نہ پڑ سکے انسانی خلقت میں یہ بات ناممکن ہے۔ اُس پر خراب اثر پڑا۔ ہارون الرشید مطلق العنان سختگیر اور عیاش تھا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی ہارون الرشید ایک بہت ہی مضبوط مستقل مزاج اور الوالعزم شہنشاہ تھا۔ اپنے مذہبی فرائض نہایت تندی اور عاجزی کے ساتھ ادا کیا کرتا تھا اور جو عظیم الشان سلطنت کہ اس کو وراثۃً پہنچی تھی اُس کے وسعت دینے میں حتی المقدور کوشش کرتا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۶) ان سب کا خالق اور کل شئی کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہے۔ پھر بھلا ایسا کون مسلمان ہوگا جو قرآن شریف کو نہ مانتا ہو اور تمام موجودات کو خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق نہ سمجھتا ہو۔ جو مسلمان ہو کر یقین نہ رکھے وہ تو خود کافر ہے۔ چونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو شخص کسی دین یا مذہب میں ہوتا ہے اُسکے سب احکام کا پابند ہوتا ہے اور خصوصاً دین اسلام میں تو یہ باتیں لازمی اور فرض ہیں اور انکے نہ ماننے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ ہارون الرشید کو اسی جگہ اور دیگر جا اسی کتاب میں مسٹر پامر نے عالم باعمل اور فاضل اجل لکھا ہے تو کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ ہارون الرشید کافروں کو خدا کی مخلوق نہیں سمجھتا ہوگا؟ یہ بات ہرگز قرین قیاس نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ہارون الرشید کے ماسوا سب مسلمانوں پر اور زمانہ حال کے چند مسلمانوں پر پامر صاحب نے یہی الزام لگایا ہے یہ بھی غلط ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خیال کسی مسلمان کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان خدا کو وحدہٗ لاشریک اور لم یلد ولم یولد اور خالق کل شئی جانتا ہے نعوذ باللہ من ذالک اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہوتا تو لامحالہ پامر صاحب کے بیان کے موافق وہ کافروں کا خالق غیر اللہ کو بتاتے اور یہ عین شرک ہے جس سے تمام فاضل عیسائی واقف ہیں کہ مسلمان شرک کے پاس تک نہیں پھٹکتے۔ اس بات سے کل یورپین مصنفین واقف ہیں۔ مسٹر کریسی صاحب جو ایک مشہور مورخ اور فاضل مصنف ہیں اپنی کتاب تاریخ روم کے صفحہ ۶۰ میں تحریر کرتے ہیں کہ قرآن شریف مشرکین پر جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے" جب مسٹر کریسی مسلمانوں کے اس مسئلہ سے واقف ہیں تو کیا پامر اس سے واقف نہ ہونگے جو ایک بڑے کامل فاضل عربی داں تھے؟ ضرور ہونگے مگر یہ ان کا تعصب ہے کہ جانتے بوجھتے ایک بات سے ناواقف بن گئے اور اس کو چھپا لیا اور صریح بے بنیاد اتہام مسلمانوں پر لگا دیا۔ مذہبی خیال سے تو یہ اتہام بالکل بے وقعت ہے۔ پولیٹکل وجوہات سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسٹر پامر نے یہ بات ظاہر کرنیکے لئے لکھی ہے کہ کافروں کو خدا کی مخلوق نہ سمجھ کر مسلمان لوگ اُن سے زیادتی کرتے تھے یا انکی جان و مال کی حفاظت نہ تھی؟ مگر جہان تک تلاش اور تحقیق خود عیسائیوں نے بھی کی تو یہی معلوم ہوا کہ عیسائی رعایا کو بھی مسلمان رعایا کی برابر سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کی جان و مال کی طرح عیسائی رعایا کی بھی پوری پوری حفاظت اور ان کی جان و مال کی حفاظت کی جاتی تھی۔

یہی کریسی صاحب مسلمانوں کی شریعت کا حال لکھتے ہیں کہ اُن کی شریعت میں یہ حکم ہے کہ صرف ایک عیسائی رعایا کو جو بادشاہ اسلام کی رعایا ہو ایک ہزار مسلمان بھی ناحق مار ڈالیں تو اُن سب مسلمانوں کو قتل کر دینا چاہئے۔ مسلمان حکمرانوں کو کافر رعایا کی کسقدر پاسبانی اور حفاظت کا حکم ہے۔ چنانچہ ہمیشہ ممالک اسلامی میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

یا جسقدر کہ موجود تھی اُس کے محفوظ اور مصئون رہنے کی حتی الامکان کوشش میں رہتا تھا۔ اگر ان امور کے نفاذ میں کسی رعایا کی جان جاتی یا کسی غنیم کا ملک ویران اور برباد ہو جاتا تو اس امر کا خیال اس سے زیادہ نہیں کرتا تھا کہ جس طرح کسی مکان کا مالک اپنے نوکروں کو اپنے مکان میں سے مکڑی کے جالے وغیرہ صاف کرنے اور پھینک دینے کے لئے حکم دیتا ہے جس وقت ہارون الرشید شہنشاہانہ احتیاطوں یا نظم و نسق سلطنت کے خیال میں نہیں ہوتا تھا اس وقت وہ بہت ہی خوش خلق اور غم ربا دوست اور رفیق دل بہلانے والا ہو جاتا تھا اور اور تمام لوگ اُس سے محبت اور اخلاص کرتے تھے۔ اگرچہ ایسے لوگ جو اُس سے دل لگی کی جراٴت کر جاتے تھے اکثر اوقات جلاد کی تلوار اُن کے سروں پر کھنچی ہوئی ہوتی تھی لیکن وہ اُس سے ہنسی کر گزرتے تھے۔

ہارون الرشید کے جانشین

خلیفہ ہارون الرشید کے بعد خلافت کی تواریخ خانہ جنگیوں۔ حملوں اور زوال سلطنت کا ایک بڑا غمناک بیان ہے۔ ہارون الرشید کے بیٹے مامون کی خلافت میں یہ بات سچ ہی کہ سلطنت کی شان و شوکت کی چمک دمک کم نہیں ہوئی۔ اگرچہ سلطنت کے حدود تو پیشتر ہی سے کم ہو گئے تھے اور قوت اور طاقت بھی محدود ہو گئی تھی۔ لیکن اس معزز شہنشاہ نے علم اور صنعت اور حرفت وغیرہ کو بڑی رونق دی۔ اور قدیم زمانہ کی سنسکرت اور ژند اور ایرانی اور یونانی علوم کی بڑی بڑی کتابیں اور دیگر تصنیفات کو اپنی زبان عربی میں ترجمہ کرا کے علم کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۷) اسی کتاب میں ہارون الرشید کا عیسائی خانقاہ میں جانا اور ان کو ۵۰۰ پونڈ دینا اور سات برس تک عیسائیوں کی خانقاہ کے متعلق باغات اور تمام زمینوں کا محصول اور لگان معاف کر دینا کیا یہ رعایائے غیر قوم کی پاسداری اور دلجوئی اور ان کو فارغ البال اور خوش کرنے کی کم دلیل ہے؟ خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ عیسائی رعایا کے مال و جان کی حفاظت کے لئے کیا تھا اس کا تمام سلطنت میں نفاذ پذیر ہونا کیا اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ ہارون الرشید کس قدر منصف اور رعایا پرور تھا۔ عام اس سے کہ وہ رعایا غیر قوم ہو یا مسلمان ہو علاوہ ازیں جبرئیل بن بختیشوع اور بختیشوع عیسائی طبیبوں پر کیسا اُس کو بھروسہ تھا اور اُن کا رتبہ وزراء سے کم نہیں تھا اسی طرح سے یہودی اور مجوسی اور ہندوستانی پنڈت سب ہارون الرشید کے پاس بڑے بڑے مناصبوں پر موجود تھے اور ان سے بالکل تعصب نہ تھا پھر معلوم نہیں مسٹر ہام نے کس خیال سے یہ بات لکھی ہے کہ کافر خدا کی مخلوق نہیں کہا جا سکتا!! مسلمانوں کا یہ یقین نہیں ہے۔ یہ بات بالکل پر از تعصب ہے اور قول بے دلیل ہے واقف کاروں کی نظروں میں اس قول کی کچھ وقعت ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی ۱۲ مصباح۔

بہت رواج دیا۔ اس وجہ سے تمام مہذب دنیا کو شکر گزاری تمام ماموں کی خلافت کا زمانہ یادرہیگا۔
ماموں کے بعد جو خلیفہ ہوئے اُن کی سلطنت میں وہ رنگ ڈھنگ ہی نہیں رہا عیش
وعشرت میں پڑ گئے۔ کاہل الوجودی اور سُستی ان میں آگئی رعایا پر ظلم ہونے لگے۔ پھر ان
امور کے مہلک نتیجے ہوئے۔ آخر کار خلفاء عباسیہ کے آخری خلیفہ المتوکل کو سلطنت عثمانیہ کا
ایک شہنشاہ سلیم نامی مصر سے قید کر کے اپنے ہمراہ قسطنطنیہ لے گیا۔ المتوکل میں مذہبی پیشوا
ہونے کا ابھی کچھ اثر باقی تھا۔ اس لئے اس نے مجبوراً اپنا یہ خالی خطاب سلطان سلیم کے سپرد
کر دیا۔ حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو مذہب تلقین کیا اور جس کو ان کے
خلفاء راشدین اور جانشینوں نے اس قدر وسیع پیمانہ پر تمام دنیا میں پھیلایا اور فروغ دیدیا تھا
وہ تو اُسی وقت سے خوب مضبوط اور مستقل طور سے جڑ پکڑ گیا لیکن اسلام کی دنیاوی متفقہ
طاقت یا سلطنت دنیاوی شہنشاہی شہر بغداد[ب] کے زوال کے بعد گویا جاتی رہی۔ اور
بغداد کی رونق اور شان وشوکت خلیفہ ہارون الرشید کے نام اور شہرت کی ایک جزو
لاینفک ہے فقط[ب]

خلافت کا خاندان عثمانیہ میں منتقل ہونا

زشرح قصۂ من رفتہ خواب از چشم خاصان را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

[ب] چیمبرس انسائیکلوپیڈیا میں تحریر ہے کہ ۷۴۹ء میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم ادب اور فنون حکمت کا ظہور ہوا۔ ہارون الرشید کے ایام حکمرانی میں بڑی فیاضی سے انکی تربیت ہوئی۔ بہت سے ملکوں سے اہل علم طلب کئے گئے اور بادشاہی سخاوت سے انکو بہت کچھ انعام وغیرہ دیئے گئے۔ اہل یونان وشام اور ایران وہند کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر مشتہر اور شائع ہوئیں۔ خلیفہ ماموں جس نے ۸۱۳ء سے ۸۳۳ء تک سلطنت کی سلطان روم (یونانی) کو ساڑھے بارہ من سونا بھیجا اور ہمیشہ کی صلح اس شرط پر منظور کی کہ لیو فیلسوف کو اجازت دیجائے کہ کچھ عرصہ کیلئے وہ یہاں آکر ماموں کو فلسفہ اور حکمت سکھا جائے۔ علم فلسفہ حاصل کرنے کیلئے ایسے زر خطیر صرف کرنیکی بہت کم مثال ملیگی۔ اسی ماموں الرشید کے زمانہ میں بغداد و بصرہ۔ بخارا وغیرہ میں بڑے بڑے مدرسوں کی بنا پڑی۔ اور اسکندریہ بغداد اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے۔ اسپین میں مدرسہ اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہمسری کرتا تھا۔ اور عموماً دسویں صدی میں جہاں دیکھو مسلمان ہی تمام علوم کے عالم اور محافظ اور سکھلانے والے نظر آتے تھے فرانس اور یورپ کے طالبعلم جوق جوق اندلس کو آنے شروع ہوئے اور ریاضی طب عربوں سے سیکھنے لگے۔ اندلس کے ایک عربی کتب خانے میں چھ لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ اس ترقی علم کا جبکہ اس زمانہ سے مقابلہ کیا جاوے جو قبل زمانہ محمد صلعم گزرا۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ عرب ملکوں کے فتوح میں سبقت کرتے تھے ایسے ہی ترقی علم میں یہ لوگ تیز رفتار تھے۔ اسی طرح مسٹر ہنری لوئیس نے ہسٹری آف فلاسفی میں لکھا ہے کہ مسلمانوں ہی کی وجہ سے یورپ میں علم اور فلسفہ پہنچا۔ اس امر خاص میں یورپ مسلمانوں کا ممنون احسان ہے اور اس سے بڑا احسان عربوں کا یورپ پر یہ ہے کہ عربوں نے علم ہندسہ اور ہیئت اور طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی اور انہیں کی بدولت اسپین (اندلس) سے فرانس ہو کر یورپ میں علم پھیلا ۱۲ مصباح۔ [ب] بغداد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب نوشیرواں کا ایک باغ تھا جہاں جھگڑوں و مقدمات فیصل کرتا تھا اور اسی وجہ سے وہ باغ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہو گیا۔ اور عوام الناس کی زبان پر بغداد کا آسان لفظ چڑھ گیا۔ (بقیہ آیندہ)

ضمیمہ جات

خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی سالانہ آمدنی

ہارون الرشید کی سلطنت کی سالانہ آمدنی

ہارون الرشید کے زمانہ میں خراج کی سالانہ آمدنی سات ہزار پانسو قنطار تھی۔ ایک قنطار آٹھ ہزار چارسو دینار کا ہوتا ہے۔ اور بموجب تحقیق گبن صاحب اور دیگر مورخین کے دینار کم از کم پچاس روپے کا ہوتا ہے۔ اگر اس آمدنی کو روپیوں میں دریافت کیا جائے تو سلطنت کے خراج کی سالانہ تعداد اکتیس کروڑ پچاس لاکھ روپیہ کی تھی لہ۔ ہر صوبہ کا خراج الگ الگ مقرر تھا علاوہ زرنقد کے خراج میں بہت سی دیگر اشیا بھی سالانہ آتی تھیں مثلاً حلّے۔ شکر۔ گلاب کی بوتلیں۔ زیت سیاہ۔ یمن کے تھان۔ کھجور۔ عود ہندی۔ ریشمی تھان۔ فانید۔ گھوڑے۔ غلام ہلیلہ نقرہ چاندی۔ ریشم۔ شہد۔ فرش۔ چادریں۔ مندیل۔ باز (جانور) رب الرمانین بخچ بچھیرے زقم (قسم پھل) سورماہی وغیرہ وغیرہ۔ ہر صوبہ کا انتظام عاملانہ اور جوڈیشل اور پولیس غرضکہ سب قسم کا اختیار اور فوجی اختیار مع کل اختیار مصارف کے گورنر یا عامل صوبہ کو ہوا کرتا تھا اور یہ رقم گویا بطور ٹھیکہ کے عاملوں سے لیجاتی تھی۔ اس طرح سے گویا یہ آمدنی سالانہ صرف خراج کی تھی ٹیکس کی آمدنی کسی قسم کی نہ تھی۔ اس کے علاوہ عشر اور جزیہ اور زکوٰۃ کی الگ مد تھی۔ اور اگر

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۹) اور پھر بھی مشہور ہوگیا۔ ابوجعفر منصور عباسی نے جو ہارون الرشید کا دادا تھا اسکو از سر نو آباد کیا۔ آب و ہوا یہاں کی بہت معتدل تھی اور پولیٹکل مصلحتوں کے لحاظ سے بھی یہ نہایت مناسب مقام تھا چند انجنیر مقرر کرکے منصور نے اسکی عمارتیں اصول ہندسہ کے لحاظ سے بنوائی تھیں۔ دنیا میں صرف یہی ایک شہر ہے جس کی آبادی بالکل دائرہ کی صورت میں ہے منصور نے خاص ایوان شاہی مرکز کی طرح عین وسط میں تعمیر کرایا تھا جس سے غالباً یہ اشارہ مقصود تھا کہ حاکمانہ حیثیت سے بادشاہ کیساتھ ہر خاص و عام کو یکساں نسبت ہے منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام رکھا۔ مگر یہ نام عام زبانوں پر محیط نہ ہوسکا خلیفہ مہدی نے دجلہ کی مشرقی جانب محل اور آبادی بڑھائی۔ ہارون الرشید کے عہد تک اس شہر کی آبادی دس لاکھ سے زائد تھی۔ بغداد میں ایک زمانہ میں تیس ہزار مسجدیں اور دس ہزار حمام موجود تھے۔ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ شہر بغداد میں آٹھ سو ساٹھ طبیبوں کو مطب کرنے کی اجازت تھی۔ انوری نے ایک قصیدے میں بغداد کی خوشگوار آب و ہوا دجلہ کی روانی کشتیوں کی سیر۔ باغوں کی رنگینی کا نہایت دلربا سماں کھینچا ہے چنانچہ دو تین شعر اس کے ذیل میں درج ہیں ؎

خوشا نواحی بغداد جائے فضل و ہنر | کہ کس نشاں ندہد در جہاں چناں کشور
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب | براں صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر

سواد او بمثل چوں سپہر مینا رنگ | ہوائے او بصفت چوں نسیم جاں پرور
بشہر باغ شود بوستاں بوقت نوروز | بشکل چرخ شود بوستاں بوقت سحر

لہ مسٹر ہامر نے آمدنی نہیں لکھی مگر میں نے خوب تحقیق کرکے اور مستند کتابوں سے منتخب کرکے آمدنی کا حال اور دوسری کئی ضمیمے لکھ دیئے ہیں۔

وہ سب آمدنی اور ان اشیاء کی قیمت ملالیجاوے تو قریباً چالیس کروڑ روپے سالانہ آمدنی تھی؀ ۱

خلیفہ ہارون الرشید کی فوج کی تعداد

ہارون رشید کی فوج مقررہ کی تعداد

صوبوں کے گورنروں کو فوجی اختیار ہوا کرتے تھے ضرورت ملک کے موافق عامل جسقدر چاہتے فوج نوکر رکھتے تھے۔ اگرکسی صوبہ میں کوئی بغاوت نمودار ہوتی تو اسوقت اور فوج نوکر رکھ لیجاتی تھی اس زمانہ میں توپ یا بندوق یا بارود کوئی چیز ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ صرف تیر اور تلوار اور نیزہ سے لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے زمانہ حال کیطرح ہمیشہ قواعد سکھلانے یا قواعد میں ہمیشہ مشق کرانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگرکسی صوبہ کا عامل یا گورنر بغاوت پر آمادہ ہوجاتا تو ایسا اکثر ہوتا تھا کہ ہارون الرشید کسی دوسرے صوبہ کے عامل کو اسکی سرکوبی کے لئے روانہ کرکے بغاوت فرو کردیا کرتا تھا۔ ایسا موقع بہت کم ہوا کہ جس میں خلیفہ کو اپنی خاص فوج بھیجنے کی ضرورت ہوئی ہو اور جب کبھی خلیفہ ہارون الرشید جہاد پر جاتا تو جہاد کا نام سنتے ہی تمام ملک آجکل کے والنٹیروں کی طرح لڑنے کیلئے اُمنڈ آتا تھا اور ایسے ہی دیگر ضرورتوں کے وقت جس قدر فوج درکار ہوتی فوراً نوکر رکھ لیجاتی تھی۔ مامون الرشید کے زمانہ تک فوج کی تعداد دو لاکھ تھی اور یہ فوج ہمیشہ کے لئے تھی۔ اس فوج کے سپاہیوں کا نام اور حلیہ دفتر شاہی میں تحریر تھا اور اُن کو ماہوار تنخواہ ملا کرتی تھی۔ یہی حال خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں تھا۔ غرضکہ ہارون الرشید کی مقررہ فوج کی تعداد دو لاکھ تھی۔

۱؎ ۔ اگر اس آمدنی کا مقابلہ ہندوستان کی آمدنی سے کیا جائے جو کہ نہایت زرخیز ملک دنیا میں خیال کیا گیا ہے اور اسکے برابر کوئی ملک زرخیز اور زرریز نہیں مانا جاتا تو معلوم ہوگا کہ سالانہ آمدنی خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی زیادہ تھی۔ ہندوستان کی مالی آمدنی ۴۴ کروڑ سے کم ہے گو ریل اور نمک اور افیون اور دیگر ٹیکس متعددہ کی آمدنی سب ملالی جائے تو ایک ارب کئی کروڑ کے قریب ہندوستان کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے لیکن خرچ بھی اسی قدر ہے اور خلیفہ کی یہ کل آمدنی اغلباً تو خیر البچت اکی ہوگی۔ چونکہ صوبوں کا انتظام ٹھیکہ پر تھا اور خلیفہ کے زمانہ میں سوائے خراج اور عشر وغیرہ کے اور کوئی آمدنی کسی قسم کی نہ تھی ۱۲

نود و ہشت خلفاء اسلام

فہرست خلفاء اسلام

عربی اخبار مصباح الشرق نے بتقریب عید ولادت سلطان المعظم جمیع خلفاء اسلام کی فہرست معہ ان کے سنین ابتدائی و انتہاء خلافت کے درج کی ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آجتک خلیفۃ المسلمین کے لقب سے ملقب چلے آئے ہیں چونکہ ایسے بہادر بزرگ اہل حمیت اہل شوکت اور اہل دانش ناموں کے نام ہی انکی صفات کا اظہار کر دیتے ہیں اور ہماری آنکھوں کے سامنے انکے زمانے پھر جاتے ہیں۔ ایسا کون شخص ہے جسکے سامنے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر کر دیا جائے تو اسکو ان کا امور اسلامی میں تدارک عظیم اور جاہل بادیہ نشین لوگوں کا رام کرنا یاد نہ آجائے گا یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر کر دیا جائے تو ان کا فتنے اور فساد فرو کرنا اور مسلمانوں میں باہم اتفاق کرانا یا حضرت عمر بن عبد العزیز کے نام سے زہد۔ عدل تقوی اور پرہیزگاری یا منصور کے نام سے عزم۔ تدبیر ملک اور قوت سلطنت یا مامون الرشید کے نام سے مدینۃ السلام (بغداد) اور اس کے ساکنین اور علوم و فنون میں اسکی ناموری یا سلطان سلیم خاندان عثمانیہ کے خلیفہ اول کے نام سے قوت سلطنت کی جمعیت اور خلافت عزت یا سلطان سلیم قانونی کے نام سے جو کچھ کہ اس نے احکام کے مدون کرنے یا اپنے زمانے میں سلطنت اسلامی کو قوت اور عروج دینے سے ناموری حاصل کی تھی یاد نہیں آجائیگا۔

چنانچہ ذیل میں تمام خلفاء اسلام کے نام لکھے جاتے ہیں خلافت راشدہ سنہ ۱۱ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق سے شروع ہوکر حضرت حسن السبط پر سنہ ۴۱ھ میں تیس برس تین ماہ اور اٹھارہ یوم کے بعد ختم ہوئی اور پانچ خلفاء عظام ہوے حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ اور عثمانؓ کا مرکز خلافت مدینہ منورہ اور حضرت علی اور حضرت حسن کا کوفہ رہا۔ خلافت راشدہ کے بعد بنوامیہ کی خلافت معاویہ بن ابی سفیان سے شروع ہوکر مروان ثانی ابن محمد بن مروان اول پر سنہ ۱۳۲ ہجری میں ۹۱ برس چار ماہ اور پندرہ یوم کے بعد ختم ہوئی۔ اس خاندان کے چودہ خلیفہ ہوئے جنکا دار الخلافہ دمشق رہا۔ پھر عباسیہ خلافت شروع ہوئی جسکے ۳۷ خلفاء نے سنہ ۱۳۲ھ سے سنہ ۶۵۶ھ تک

پانسو پندرہ برس بغداد میں خلافت کی۔ چار برس تاتاریوں اور مغلیوں کے غلبہ کی وجہ سے تخت خلافت خالی رہا۔ سنہ ۶۶ھ ہجری میں اسی خاندان عباسیہ کے ایک رکن ابوالقاسم احمد ابن الظاہر نے مصر میں خلافت کو تازہ کیا۔ جہاں اس خاندان عباسیہ کے پندرہ خلیفہ گزرے۔ پندرہویں خلیفہ محمد المتوکل علی اللہ (رابع) نے سنہ ۹۲۳ھ ہجری میں خلافت سلطان سلیم اول کو سپرد کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت خاندان عباسیہ سے عثمانیہ خاندان میں منتقل ہوگئی۔ سلطان عبدالمجید خان (شہنشاہ حال) اس خاندان عثمانیہ کے ۲۹ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ یہ سنہ ۱۳۴۱ھ ہجری میں مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ ان سے پہلے ۲۸ خلفاء عثمانیہ نے ۴۰۷ برس تک خلافت کی۔

خلفاء راشدین مدینہ منورہ اور کوفہ میں

نمبرشمار	اسمائے خلفائے	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۱	عبداللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۱ھ	سنہ ۱۳ھ
۲	عمر فاروق رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۳ھ	سنہ ۲۳ھ
۳	عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	سنہ ۲۳ھ	سنہ ۳۵ھ
۴	علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ	سنہ ۳۵ھ	سنہ ۴۱ھ
۵	امام حسن رضی اللہ عنہ	سنہ ۴۱ھ	سنہ ۴۱ھ

خلفاء بنی امیہ شام میں

نمبرشمار	اسمائے خلفائے	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۶	معاویہ ابن ابوسفیان	سنہ ۴۱ھ	سنہ ۶۰ھ
۷	یزید (اول)	سنہ ۶۰ھ	سنہ ۶۴ھ
۸	معاویہ (ثانی)	سنہ ۶۴ھ	سنہ ۶۵ھ
۹	مروان (اول) ابن الحکم	سنہ ۶۵ھ	سنہ ۶۵ھ
۱۰	عبدالملک بن مروان	۶۵	سنہ ۸۶ھ
۱۱	ولید (اول) ابن عبدالملک	سنہ ۸۶ھ	سنہ ۹۶ھ
۱۲	سلیمان ابن عبدالملک	سنہ ۹۶ھ	سنہ ۹۹ھ
۱۳	عمر ابن عبدالعزیز	سنہ ۹۹ھ	سنہ ۱۰۱ھ
۱۴	یزید (ثانی) ابن عبدالملک	سنہ ۱۰۱ھ	سنہ ۱۰۵ھ
۱۵	ہشام بن عبدالملک	سنہ ۱۰۵ھ	سنہ ۱۲۵ھ
۱۶	ولید ثانی) ابن یزید ثانی	سنہ ۱۲۵ھ	سنہ ۱۲۶ھ
۱۷	یزید (ثالث) ابن ولید اول	سنہ ۱۲۶ھ	سنہ ۱۲۶ھ
۱۸	ابراہیم بن ولید اول	سنہ ۱۲۶ھ	سنہ ۱۲۷ھ
۱۹	مروان (ثانی) ابن محمد بن مروان اول	سنہ ۱۲۷ھ	سنہ ۱۳۲ھ

خلفاء بنی عباس بغداد میں

نمبرشمار	اسمائے خلفائے	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۲۰	عبداللہ ابوالعباس السفاح		
۰	ابن محمد ابن علی ابن عبداللہ		
۰	ابن عباس رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۳۲ھ	سنہ ۱۳۶ھ
۲۱	ابوجعفر المنصور بن محمد	سنہ ۱۳۶ھ	سنہ ۱۵۸ھ
۲۲	محمد المہدی ابن منصور	سنہ ۱۵۸ھ	سنہ ۱۶۹ھ
۲۳	موسیٰ الہادی بن مہدی	سنہ ۱۶۹ھ	سنہ ۱۷۰ھ
۲۴	ہارون الرشید بن مہدی	سنہ ۱۷۰ھ	سنہ ۱۹۳ھ

نمبر	اسماء خلفائے	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۲۵	محمد الامین ابن الرشید	سنہ ۱۹۳ھ	سنہ ۱۹۸ھ
۲۶	عبداللہ المامون ابن الرشید	سنہ ۱۹۸ھ	سنہ ۲۱۸ھ
۲۷	محمد المعتصم باللہ ابن الرشید	سنہ ۲۱۸ھ	سنہ ۲۲۷ھ
۲۸	ہارون الواثق باللہ ابن معتصم	سنہ ۲۲۷ھ	سنہ ۲۳۲ھ
۲۹	جعفر المتوکل علی اللہ (اول) ابن معتصم	سنہ ۲۳۲ھ	سنہ ۲۴۷ھ
۳۰	محمد المنتصر باللہ (اول) ابن متوکل	سنہ ۲۴۷ھ	سنہ ۲۴۸ھ
۳۱	ابو العباس احمد المستعین باللہ (اول) ابن معتصم	سنہ ۲۴۸ھ	سنہ ۲۵۲ھ
۳۲	محمد المعتز باللہ ابن متوکل	سنہ ۲۵۲ھ	سنہ ۲۵۵ھ
۳۳	مہتدی باللہ ابن واثق	سنہ ۲۵۵ھ	سنہ ۲۵۶ھ
۳۴	معتمد علی اللہ ابن متوکل	سنہ ۲۵۶ھ	سنہ ۲۷۹ھ
۳۵	احمد المعتضد باللہ (اول) حفید المتوکل	سنہ ۲۷۹ھ	سنہ ۲۸۹ھ
۳۶	ابو محمد المکتفی باللہ ابن معتضد	سنہ ۲۸۹ھ	سنہ ۲۹۵ھ
۳۷	جعفر المقتدر باللہ ابن معتضد	سنہ ۲۹۶ھ	سنہ ۳۲۰ھ
۳۸	القاہر باللہ ابن معتضد	سنہ ۳۲۰ھ	سنہ ۳۲۲ھ
۳۹	ابو العباس احمد الراضی باللہ ابن مقتدر	سنہ ۳۲۲ھ	سنہ ۳۲۹ھ
۴۰	ابو اسحٰق المتقی باللہ ابن مقتدر	سنہ ۳۲۹ھ	سنہ ۳۳۳ھ
۴۱	ابو القاسم المستکفی باللہ (اول) ابن متقی	سنہ ۳۳۳ھ	سنہ ۳۳۴ھ
۴۲	ابو القاسم المطیع باللہ ابن مقتدر	سنہ ۳۳۴ھ	سنہ ۳۶۳ھ
۴۳	ابوبکر الطائع للہ ابن مطیع	سنہ ۳۶۳ھ	سنہ ۳۸۱ھ
۴۴	ابو العباس القادر باللہ ابن مقتدر	سنہ ۳۸۱ھ	سنہ ۴۲۲ھ
۴۵	ابو جعفر القائم بامر اللہ (اول) ابن قادر	سنہ ۴۲۲ھ	سنہ ۴۶۷ھ
۴۶	ابو القاسم المقتدی بامر اللہ حفید القائم	سنہ ۴۶۷ھ	سنہ ۴۸۷ھ
۴۷	ابو العباس المستظہر باللہ ابن مقتدی	سنہ ۴۸۷ھ	سنہ ۵۱۲ھ
۴۸	ابو المنصور المسترشد باللہ ابن مستظہر	سنہ ۵۱۲ھ	سنہ ۵۲۹ھ
۴۹	ابو جعفر الراشد باللہ ابن مسترشد	سنہ ۵۲۹ھ	سنہ ۵۳۰ھ
۵۰	ابو عبداللہ المقتفی لامر اللہ ابن مستظہر	سنہ ۵۳۰ھ	سنہ ۵۵۵ھ

نمبر	اسماء خلفائے	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۵۱	ابو المظفر المستنجد باللہ (اول) ابن مقتفی	سنہ ۵۵۵ھ	سنہ ۵۶۶ھ
۵۲	الحسن المستضئ بامر اللہ ابن مستنجد	سنہ ۵۶۶ھ	سنہ ۵۷۵ھ
۵۳	ابو العباس احمد الناصر الدین اللہ ابن مستضئ	سنہ ۵۷۵ھ	سنہ ۶۲۲ھ
۵۴	ابو نصر الظاہر بامر اللہ ابن ناصر	سنہ ۶۲۲ھ	سنہ ۶۲۳ھ
۵۵	ابو جعفر المستنصر باللہ (اول) ابن ظاہر	سنہ ۶۲۳ھ	سنہ ۶۴۰ھ
۵۶	ابو احمد المستعصم باللہ ابن مستنصر	سنہ ۶۴۰ھ	سنہ ۶۵۶ھ

سنہ ۶۵۶ھ سے سنہ ۶۵۹ھ تک تاتاریوں نے عراق پر یورش کرکے فتنہ برپا کیا اور خلافت عباسیہ مصر کو منتقل ہو گئی۔

خلفاء عباسیہ مصر میں

نمبر	اسماء خلفائے	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۵۷	ابو القاسم احمد المستنصر باللہ (ثانی) ابن ظاہر	سنہ ۶۶۰ھ	سنہ ۶۶۰ھ
۵۸	ابو العباس احمد الحاکم بامر اللہ (اول) ابن مستنصر	سنہ ۶۶۰ھ	سنہ ۷۰۱ھ
۵۹	ابو الربیع سلیمان المستکفی باللہ (ثانی) ابن حاکم	سنہ ۷۰۱ھ	سنہ ۷۴۰ھ
۶۰	ابراہیم الواثق باللہ (ثانی) ابن مستکفی	سنہ ۷۴۰ھ	سنہ ۷۴۱ھ
۶۱	ابو العباس احمد الحاکم بامر اللہ ثانی ابن المستکفی	سنہ ۷۴۱ھ	سنہ ۷۵۳ھ
۶۲	ابوبکر المعتضد باللہ ثانی ابن المستکفی	سنہ ۷۵۳ھ	سنہ ۷۶۳ھ
۶۳	ابو عبداللہ محمد المتوکل علی اللہ ثانی ابن معتضد	سنہ ۷۶۳ھ	سنہ ۷۸۵ھ
۶۴	ابو الفضل العباس المستعین باللہ ثانی ابن متوکل	سنہ ۷۸۵ھ	سنہ ۸۳۳ھ
۶۵	ابو الفتح داؤد المعتضد باللہ ثالث ابن متوکل	سنہ ۸۳۳ھ	سنہ ۸۴۵ھ
۶۶	ابو الربیع سلیمان المستکفی باللہ ثالث ابن متوکل	سنہ ۸۴۵ھ	سنہ ۸۵۵ھ
۶۷	ابو البقاء حمزہ القائم بامر اللہ ثانی		

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۰	بن متوکل	سنہ ۸۵۵ھ	سنہ ۸۵۹ھ
۶۸	ابو المحاسن یوسف المستنجد باللہ (ثانی) ابن المتوکل	سنہ ۸۵۹ھ	سنہ ۸۸۴ھ
۶۹	ابو العز عبدالعزیز المتوکل علی اللہ (ثالث) ابن حنید متوکل ثانی	سنہ ۸۸۴ھ	سنہ ۹۰۳ھ
۷۰	ابو الصبر یعقوب المستمسک باللہ ابن متوکل ثالث	سنہ ۹۰۳ھ	سنہ ۹۲۲ھ
۷۱	محمد المتوکل علی اللہ (رابع) ابن المستمسک	سنہ ۹۲۳ھ	سنہ ۹۲۳ھ

محمد المتوکل علی اللہ رابع نے سنہ ۹۲۳ھ میں خلافت سلطان سلیم اول کو سپرد کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت خاندان عباسیہ سے عثمانیہ خاندان میں منتقل ہو گئی۔

خلفاء بنی عثمان قسطنطنیہ میں

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۷۲	سلیم اول (خلافت عثمانیہ میں پہلا خلیفہ)	سنہ ۹۲۳ھ	سنہ ۹۲۶ھ
۷۳	سلیمان اول قانونی ابن سلیم	سنہ ۹۲۶ھ	سنہ ۹۷۴ھ
۷۴	سلیم ثانی ابن سلیمان	سنہ ۹۷۴ھ	سنہ ۹۸۲ھ
۷۵	مراد ثالث ابن سلیم ثانی	سنہ ۹۸۲ھ	سنہ ۱۰۰۳ھ
۷۶	محمد ثالث ابن مراد ثالث	سنہ ۱۰۰۳ھ	سنہ ۱۰۱۲ھ
۷۷	احمد اول ابن محمد ثالث	سنہ ۱۰۱۲ھ	سنہ ۱۰۲۶ھ
۷۸	مصطفی اول ابن محمد ثالث	سنہ ۱۰۲۶ھ	سنہ ۱۰۲۶ھ

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۷۹	عثمان ثانی ابن احمد اول	سنہ ۱۰۲۶ھ	سنہ ۱۰۳۲ھ
۸۰	مراد چہارم ابن احمد اول	سنہ ۱۰۳۲ھ	سنہ ۱۰۴۹ھ
۸۱	ابراہیم بن احمد اول	سنہ ۱۰۴۹ھ	سنہ ۱۰۵۸ھ
۸۲	محمد چہارم ابن ابراہیم	سنہ ۱۰۵۸ھ	سنہ ۱۰۹۹ھ
۸۳	سلیمان ثانی ابن ابراہیم	سنہ ۱۰۹۹ھ	سنہ ۱۱۰۲ھ
۸۴	مصطفی ثانی ابن محمد چہارم	سنہ ۱۱۰۳ھ	سنہ ۱۱۰۶ھ
۸۵	احمد سوم ابن محمد چہارم	سنہ ۱۱۰۶ھ	سنہ ۱۱۱۵ھ
۸۶	احمد سوم ابن محمد چہارم	سنہ ۱۱۱۵ھ	سنہ ۱۱۴۳ھ
۸۷	محمد پنجم ابن مصطفی ثانی	سنہ ۱۱۴۳ھ	سنہ ۱۱۶۸ھ
۸۸	عثمان سوم ابن مصطفی ثانی	سنہ ۱۱۶۸ھ	سنہ ۱۱۷۱ھ
۸۹	مصطفی سوم ابن احمد سوم	سنہ ۱۱۷۱ھ	سنہ ۱۱۸۷ھ
۹۰	عبدالحمید اول ابن احمد سوم	سنہ ۱۱۸۷ھ	سنہ ۱۲۰۳ھ
۹۱	سلیم سوم ابن مصطفی سوم	سنہ ۱۲۰۳ھ	سنہ ۱۲۲۲ھ
۹۲	مصطفی چہارم ابن احمد اول	سنہ ۱۲۲۲ھ	سنہ ۱۲۲۳ھ
۹۳	محمود ثانی ابن عبدالحمید اول	سنہ ۱۲۲۳ھ	سنہ ۱۲۵۵ھ
۹۴	عبدالمجید ابن محمود ثانی	سنہ ۱۲۵۵ھ	سنہ ۱۲۷۷ھ
۹۵	عبدالعزیز ابن محمود ثانی	سنہ ۱۲۷۷ھ	سنہ ۱۲۹۳ھ
۹۶	مراد پنجم ابن عبدالمجید	سنہ ۱۲۹۳ھ	سنہ ۱۲۹۳ھ
۹۷	عبدالحمید ثانی ابن عبدالمجید	سنہ ۱۲۶۳	سنہ ۱۳۲۶
۹۸	محمد خامس ابن عبدالمجید	سنہ ۱۳۲۷ھ	
۹۹	سلطان وحید الدین		
۱۰۰	سلطان عبدالمجید خان خلد اللہ ملکہ		

اللہ تعالیٰ ان کی سلطنت ہمیشہ قایم رکھے

تمت

بپایان آمد این دفتر حکایت ہمچنان باقی

خاتمہ

مختصر احوال مؤلف الہارون

وطن آبائی خاکسار مؤلف کا قلعہ رہتک من مضافات شہر دہلی ہے حسب و نسب میں قریشی صدیقی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پسر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کی اولاد میں سے ہوں۔ ہماری مورث اولین میں چار شخصوں کو یہ فخر حاصل ہوا کہ آنحضرت رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ برگزیدہ تمامی انبیا صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی صحبت کا عز و افتخار حاصل ہوا اور درجہ اصحاب کے زمرہ میں منسلک ہوئے سبحان اللہ وبحمدہٖ دولت دیدار سرور کائنات مفخر موجودات رحمت عالمیاں صفوت آدمیاں تمہ دور زمان سے بڑھ کر کیا کوئی چیز زیادہ ہو سکتی ہے؟

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیباں　　　چہ باک از بحر موج آں را کہ باشد نوح کشتیباں

مذہباً فرقہ سنت والجماعت میں ایک مذہب معین کا پیرو ہوں حنفی ہوں اور ذیل کی رباعی پر منسلک ہوں۔

رباعی

بندۂ پروردگارم امت حضرت نبی　　　دوستدار چار یارم تابع اولاد علی

مذہب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل　　　خاک پائے غوث الاعظم زیر سایہ ہر ولی

سال ولادت میرا ۱۲۹۱ھ قدسی مطابق ۱۸۷۴ء ہے۔ میرا مولد شہر ٹونک واقع راجپوتانہ ہے ۱۲۶۰ھ میں میرے جد محترم مولوی پیرجی محمد امین الدین احمد صاحب مرحوم نے حضور جناب نواب وزیر الدولہ امیر الملک محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ والی ریاست ٹونک کا سلسلہ ملازمت و نمک خوارگی اختیار کیا۔ مختلف عہدوں پر عزت پائی۔ محکمہ دار الانشاء ریاست کی افسری پر چھیالیس سال مامور رہے اور حسن خدمات سے تین پشت تک رؤسا حکمرانان ٹونک کو خوشنود رکھا۔ اور جاگیر و مناصب حاصل کئے۔ ۱۸۵۷ء میں بذیل نمک خواری و رفاقت نواب وزیر الدولہ بہادر مرحوم

جنت آشیاں کے گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کی خیر خواہی کا پورا ثبوت دیا جس کی بابت ایک خاص سارٹیفکٹ (پروانہ) اپنی خوشنودی مزاج کا نواب صاحب بہادر موصوف الصدر نے ۱۲۷۴ھ میں انکو عطا کیا۔ المختصر جد بزرگوار نے ۱۳۰۵ھ قدسی میں ایک مقدر پنشن ریاست سے حاصل کی اور اپنے عہدہ منصبی پر حافظ محمد یوسف اپنے خلف الصدق کو جو خاکسار کے والد ماجد ہیں اور خدا تعالی ان کو عمر طبعی عطا کرے مقرر کرادیا ۱۳۰۶ھ میں بمقتضائے کل نفس ذائقة الموت میرے جد مکرم نے اپنی ودیعت حیات کو قابض ارواح کے سپرد کردیا ۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

حضرت جد مرحوم اپنی کریم النفسی اور متواضعانہ اخلاق سے کمال نیکنام و ہردلعزیز رہے انکی وفات سے جملہ اراکین ریاست اور ہز ہائنس حضور پر نور جناب نواب امین الدولہ وزیر الملک نواب حافظ محمد ابراہیم علیخاں صاحب بہادر صولت جنگ جی ۔ سی ۔ آئی ۔ ای ۔ فرمانفرمائے حال ریاست ٹونک کو سخت ملال ہوا اور حضور نواب صاحب بہادر نے بنا بر ادائے رسم تعزیت جد مرحوم اپنے شاہانہ اخلاق سے ہمارے غریب خانہ پر رونق افروز ہوکے ہم نمک خواروں کا اعزاز بڑھایا اور اظہار غم و رنج فرماکر جو کچھ معاش اور جاگیر جد مرحوم کے نام مقرر تھی ازراہ شفقت رئیسانہ وہ کل جائداد میرے والد مکرم حافظ محمد یوسف صاحب کو عطا کی ۔ خداوند تعالی ایسے رئیس قدردان کو ہمیشہ اپنے ظل حمایت میں رکھے ۔ آمین

جناب حافظ محمد یوسف صاحب میرے والد مکرم بارہ سال کی عمر سے بسلک ملازمت نواب صاحب بہادر فرمانروائے حال کے دربار میں اپنے والد کے ساتھ احکام نویسی کی خدمت پر جایا کرتے بعد چند سال کے اپنی کارگزاری سے بعہدہ منشی خاص (پرائیویٹ سکرٹری) حضور نواب صاحب بہادر مقرر ہوئے ۔ اور پھر بعد چندے بجائے اپنے والد صاحب مغفور کے بعہدہ جلیلہ میر منشی یعنی افسری محکمہ دار الانشاء ریاست سے سربلند ہوتے ۔ ابتدائے جوانی سے دربار ریاست سے تعلق تھا بدین وجہ جملہ مہمات ریاست سے ان کو واقفیت تامہ حاصل تھی ۔ بالخصوص نواب صاحب کی مزاج دانی اور رمز شناسی میں ملکہ کامل رکھتے تھے ۔ ہز ہائنس کے منشاء مضمون پر ابتداء فقرہ کلام سے حاوی ہوکر پورا پورا منشاء نواب صاحب بہادر کا ہی

ذہانت خداداد سے رکھتے تھے۔ نواب صاحب بہادر انکی قابلیت اور کارگزاری سے کمال درجہ خوش تھے۔ علاوہ بیش قرار مشاہرہ اور جاگیر کے دو گاؤں سیر حاصل بطور استمرار براہ قدردانی میرے والد مکرم کو مرحمت فرماتے اور بوفور عزت افزائی ملقب بہ خطاب "فضیلت و نجابت مرتبت صداقت و دیانت منزلت دبیر بلاریب اختصاص حافظ محمد یوسف میر منشی خاص دبیر الملک" فرمایا۔

حضور نواب صاحب بہادر کو شاہان گذشتہ کی تاریخ سے کمال شوق ہے۔ بعد از فراغ کار ریاست بارہ بجے شب تک اس میں مشغولی فرماتے تھے۔ میرے والد مکرم اپنی طلاقت لسانی سے کتب تواریخ حضور نواب صاحب بہادر کے سنانے کے لئے ایسی جلد اور صاف پڑھتے کہ بعض اہلکاروں میں کوئی متنفس انکی برابری نہیں کر سکتا تھا حضور نواب صاحب بہادر تاریخ کو بطور افسانہ سماعت نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ انقلابات عالم پر کامل غور کر کے اور انسے مصالح ملکی و معدلت رعایا اور تہذیب اخلاق کے نفیس جواہر و کارآمد نتائج اخذ فرما کر گنجینہ طبیعت میں فراہم کرتے تھے۔

اس مبارک نفس رئیس کے عہد دولت میں دشوار سے دشوار مہمات اور فتنوں نے خروج کیا۔ مگر بمدد کارساز حقیقی ہر ایک دشواری آسانی سے طے ہوگئی۔ اسی واسطے عام رعایا ٹونک اس رئیس کو سکندر اقبال خیال کیا کرتی ہے۔

قدرت نے حضور نواب صاحب بہادر کے مزاج میں جوہر عدالت و حکمرانی اور ملکہ قوت انتظامیہ و جہانبانی عطا فرمایا ہے۔

ایک موقع پر سالانہ رپورٹ ریاست پر گورنمنٹ عالیہ ہند نے کمال رضامندی کا اظہار فرما کر عمدگی اور شائستگی انتظام ریاست ٹونک کو دوسری ریاستہائے ہندوستان کیلئے نظیر قرار دیا اس سے زیادہ فخر کی بات ہمعصروں میں کیا ہو سکتی ہے۔

یہ ارسطو فطرت رئیس بوجہ اپنے علو خاندانی اور جوہر فیض و فتوت کے اور قدردانی علوم و اشاعت فنون کے واقعی وحید العصر ہیں۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول انکی صفات حسنہ اور اخلاق مرضیہ کے حسب حال ہے۔

آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است ۔ با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

میرے والد مکرم نے میری تعلیم میں نواب صاحب بہادر کے منشا کے مطابق پوری کوشش

کی ۱۸۹۱ء میں حضور نواب صاحب بہادر نے مجھکو اپنے پرائیویٹ سکرٹری کے عہدہ پر مقرر کرکے عزت بخشی اور دفتر انگریزی کی افسری پر تعینات فرمایا۔ میری خدمت سے حضور نواب صاحب بہادر بہت خوش رہے۔ ایک بار نہایت خوش ہوکر علاوہ عہدہ پرائیویٹ سکرٹری کے عہدہ نائب میر منشی ریاست بھی عطا فرمایا۔ اور پے درپے خوشنودی مزاج کی اسناد مجھکو عطا کیں کہ وہ میرے لئے باعث عزت و افتخار ہیں۔

قضاء آسمانی سے حکم ازلی کے مطابق ۱۸۹۳ء میں میرے والد نے ملازمت ریاست سے علیحدگی اختیار کی اور شہر رہتک اپنے وطن میں آکر خانہ نشین ہوئے۔ مجھکو بھی بہ تقاضائے رفاقت پدری ناگزیر انکی تقلید کرنی پڑی۔ ملازمت ٹونک سے آزادی حاصل کرکے انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ گو میرے والد کو اور مجھکو دوسری ریاستوں میں ملازمت کے کئی موقع حاصل ہوئے لیکن طبیعت نے کسی نہج گوارا نہ کیا کہ ایک آقا کی نمک خواری کرکے اب کسی دوسری ریاست کی ذلہ ربائی کیجائے۔

ہست آئین دو بینی زہوس　　　قبلہ عشق یکے باشد و بس

گو سلسلہ ظاہری مفقود ہے مگر بلحاظ توسل سابقہ روحانی تعلق ناممکن انقطع ہے لہذا بتقاضائے نمک خواری شب و روز دعائے دولت خواہی رئیس و ریاست ورد زبان ہے ؎

خدا داردش در جہاں جاوداں　　　باقبال و دولت بود کامران

بحالت سکونت وطن اس سے بہتر کوئی کام مجھکو معلوم نہ ہوا کہ مختلف علوم کی کتابوں کے ترجمے اور تصانیف سے اہل ملک کو بھی اپنی ناچیز کوشش علمی سے فائدہ پہنچاؤں اسی سبب سے کتب ہائے مصباح الادب۔ اسٹیم انجن اور محاربہ فرانس و پروشیا وغیرہ پبلک کی خدمت میں پیش کرچکا ہوں۔ اب بار چہارم یہ کتاب الہارون پیش کیجاتی ہے اصحاب ملک اور حضرات ناظرین کے اخلاق و کرم پر بھروسہ کرکے امید رکھتا ہوں کہ اپنی بزرگی اور قدردانی سے اس ناچیز محنت کو نظر قبولیت سے دیکھیں گے۔ فقط۔

خاکسار محمد مصباح الدین احمد عفی عنہ

فہرست کتب

جن سے اس کتاب کے نوٹوں میں مدد لی گئی ہی

نمبر	نام کتاب	نام زبان	نام مصنف	کیفیت
۱	شرح فقہ اکبر	عربی	مُلّا علی قاری	
۲	تاریخ الخلفاء	عربی	شیخ جلال الدین سیوطی	
۳	روضۃ الاحباب	فارسی	سید جمال الدین صاحب محدث	
۴	معارج النبوت	"	ملا معین کاشفی	
۵	مدارج النبوت	"	مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی	
۶	تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء	اردو	مولوی ابو الحسن محسن	
۷	قرۃ العیون ترجمہ سرور المخزون	اردو	نواب محمد علیخان صاحب بہادر مرحوم والی ریاست ٹونک نے یہ ترجمہ کرایا تھا۔	
۸	اعجاز التنزیل	اردو	خلیفہ سید محمد حسن مرحوم سابق وزیر اعظم پٹیالہ	
۹	المامون	اردو	مولوی شبلی نعمانی	
۱۰	البرامکہ	اردو	مولوی عبد الرزاق	کتاب البرامکہ ہمارے محترم دوست مولوی عبد الرزاق صاحب

نمبر	نام کتاب	نام زبان	نام مصنف	کیفیت
				پیشکا میونسپل بورڈ کانپور کی تصنیف ہی یہ کتاب انہوں نے نہایت محنت اور لیاقت اور تحقیق سے لکھی ہی خاصکر حجاج المقنع۔ ابونواس ابراہیم الموصلی بختیشوع جبرئیل۔ ربے دمشق امام موسیٰ کاظم وغیرہ کے نوٹ اسی کتاب سے لکھے گئے ہیں۔ گو انکے حالات اور بہت سی کتابوں میں بھی بالتفصیل مرقوم ہیں۔ مگر خوبی عبارت کیوجہ سے ہمنے اکثر نوٹ اسی کتاب سے لکھے ہیں یہ کتاب بھی قابل دید ہے۔
۱۱	ہسٹری آف ورلڈ	انگریزی	مسٹر اوکر سینڈرسن	
۱۲	ہسٹری آف ورلڈ	ایضاً	مسٹر سوسٹن	
۱۳	رومن امپائر	ایضاً	مسٹر گبن	
۱۴	ہسٹری آف گریس	ایضاً	ڈاکٹر اسمالراسمتھ	
۱۵	ہسٹری آف انڈیا	ایضاً	مسٹر آر لتھ برج	
۱۶	انسائیکلوپیڈیا	ایضاً	مسٹر چیمبرز	
۱۷	ایضاً	ایضاً	مسٹر پالک	
۱۸	ایضاً	ایضاً	مسٹر لیوڈ	

تمت

مولانا شبلی نعمانی کی شہرۂ آفاق کتابیں

محصولڈاک خریدار کے ذمہ

الفاروق۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل سوانح عمری کے علاوہ ان جملہ واقعات کی تشریح جو حضرت عمرؓ کے وجود سے متعلق ہیں۔ ان تمام لڑائیوں کی تفصیل جو رسول خدا کے خلاف کفار عرب نے انجام دیں اور انہیں حضرت عمرؓ کے عملی و علمی کارنامے رسول خدا کی وفات حضرت ابوبکرؓ کی خلافت حضرت عمرؓ کی خلافت اسلامی قانون کا اجرا۔ تمام محکمہ جات کی ایجاد۔ ڈاک کے سلسلے ٹیکس اور لگان کے طریقے وغیرہ بالتفصیل درج ہیں کاغذ چکنا ولائتی سفید ضخامت تقریباً ۸۰۰ صفحات قیمت ۶؍

سیرۃ النعمان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کے حالات اور فن فقہ پر تفصیلی ریویو۔ کاغذ چکنا ولائتی سفید حجم تقریباً ۴۰۰ صفحے قیمت ہر دو حصہ کامل عہ؍ **المامون** یعنی نامور فرمان روایان اسلام کا پہلا اور دوسرا حصہ کاغذ چکنا ولائتی سفید ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحے قیمت ہر دو حصہ کامل عہ؍ **الغزالی** امام غزالیؒ کی ولادت۔ غزالی کی وجہ تسمیہ۔ ابتدائی تعلیم۔ امام صاحب کی یادداشتوں کا لٹ جانا امام صاحب پر ایک قزاق کے طعنہ کا فوری اثر تکمیل تحصیل علم کی غرض سے نیشاپور کا سفر۔ تصوف در حالت بیخودی میں بغداد سے نکلنا۔ کاغذ سفید ۱۲ اسرخیوں کے ماتحت ۱۶۸ صفحوں پر خاتمہ ہے قیمت عہ؍

سوانح مولوی روم۔ مثنوی شریف پر نہایت تفصیل سے تقریظ اور تبصرہ۔ مولانا کی پیدائش سے وفات تک کے مفصل حالات۔ شمس تبریز کی ملاقات۔ شمس تبریز کا قتل یا گم ہو جانا صفحات ۱۳۶ قیمت عہ؍

سفرنامہ روم و مصر و شام حضرت شبلیؒ کے حالات سفر ممالک اسلامیہ اپنے قلم سے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ؍
اورنگ زیب پر ایک نظر شہنشاہ عالمگیرؒ پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اُن کا جواب نہایت تحقیق اور استدلال سے دیا گیا ہے قیمت ۸؍ **رسائل شبلی**۔ اس میں گیارہ رسالے ہیں ۲۷۵ صفحات قیمت عہ؍

اغاز اسلام۔ ترجمہ اردو بدء الاسلام۔ قیمت ۸؍ **بیان خسرو**۔ حضرت امیر خسروؒ کے کلام پر محققانہ ریویو اور پیدائش سے وفات تک کے حالات قیمت ۸؍ **مقالات شبلی** اسمیں ۱۴ جداگانہ مضامین ہیں قیمت عہ؍

مجموعہ نظم شبلی۔ اسمیں مولانا کی وہ تمام نظمیں موجود ہیں جو انہوں نے مختلف جلسوں میں پڑھی ہیں آخر میں مولانا مرحوم کے مختصر حالات زندگی مولوی سید احمد صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ اور مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کے قلم سے نکلے ہوئے۔ قیمت ۸؍

حیات سعدی۔ شیخ سعدی شیرازی کے حالات زندگی مولوی شبلی نعمانی کے قلم سے قیمت ۸؍
حیات حافظ۔ نام و نسب اور بچپن۔ سن رشد اور شاعری کی شہرت وفات اور اولاد۔ دنیاوی تعلقات کلام پر رائے غزل اساتذہ کا تتبع خواجہ صاحب کی خصوصیات جوش بیان واردات عشق واعظین کی پردہ داری روزمرہ محاورہ۔ خوشنوائی۔ بندش کی چستی ظرافت قیمت ۸؍

سیرۃ نبوی۔ دو جلدیں قیمت لعہ؍

ملنے کا پتہ ﴿ نذیر حسین و شریف حسین مالکان رحمانی پریس محلہ گڈھیا زیر جامع مسجد دہلی

الھارون

کا

سلسلۂ آصفیہ میں داخل ہونا

الھارون کی تکمیل کے بعد مجکو خیال ہوا کہ جس طرح یہ کتاب زمانہ ماضیہ کے ایک بڑے
الوالعزم شہنشاہ اسلام کی سوانح عمری پر مشتمل ہے اُسی طرح عہد حال کے کسی بڑے نامور
رئیس اعظم صاحب اقبال فخر اسلام کے نام نامی پر اسکو معنون اور منسوب کرنا چاہیے۔

رونق فصل بہاراں باگل رعنا خوش است
نسبت تاج شہی باگوہر یکتا خوش است

چار دانگ ہندوستان میں خیال کرنے سے میری نظر ریاست حیدر آباد دکن پر قائم ہوئی کیونکہ
فی زمانہ اس ریاست میں جسقدر علوم وفنون کو ترویج و ترقی ہے اس کا عشر عشیر بھی دوسری ریاستوں میں
نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ بندگان حضور فیض گنجور دارا شوکت سکندر صولت۔ فلک بارگاہ سپہ سالار
مظفر الممالک۔ فتح جنگ ہز ہائینس نواب میر محبوب علیخاں بہادر نظام الملک آصف جاہ
فرمانروائے دکن خلد اللہ ملکہ کے سایہ عاطفت پایہ میں بتوجہ عالی جناب مستطاب معلی الالقاب
خداوند نعمت نواب محمد فضل الدین خاں سکندر جنگ اقبال الدولہ۔ اقتدار الملک سر و
وقار الامرا۔ بہادر کے۔ سی آئی۔ ای۔ مدار المہام وزیر اعظم دولت آصفیہ حیدر آباد دکن ایک مستقل
سلسلہ علمی تراجم و تصنیفات کا موسوم بہ سلسلۂ آصفیہ قایم ہے شائقین فنون و مصنفین

علوم کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مرجع وملجا نہیں ہے اور جناب نواب مدار المہام سرکار عالی کو ابتدا سے خزانِ علوم کی طرف کامل التفات و توجہ ہے۔ بنا بر علیہ راقم الحروف نے اپنی اس تالیف کو بنام نامی واسم گرامی نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی کے ساتھ منسوب و معنون کرنے کی نیت کی اس بارے میں نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی کی خدمت میں درخواست ابلاغ کی اس کے جواب میں خاکسار کے نام محکمہ وزارت کا یہ حکم پہنچا کہ اصل مسودہ کتاب الہارون پہلے ملاحظہ کے لئے بھیج دو۔

راقم الحروف نے بہ تعمیل ارشاد اصل مسودہ کتاب کو بنا بر ملاحظہ وزارت پناہ نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی روانہ کر دیا۔ الحمد للہ کہ خاکسار کی محنت نے خلعت قبول حاصل کیا۔ حضور نواب مدار المہام بہادر وزیر دکن نے بعد ملاحظہ و پسند کے نہ صرف اس حقیر نذر کو قبول کر کے الہارون کو اپنے نام نامی پر معنون و منسوب کرنے کی اجازت دی بلکہ بکمال علوم قدردانی تحریری حکم کے ذریعے سے اس ناچیز تالیف کو اسی مبارک سلسلہ آصفیہ میں داخل کر کے خاکسار کی عزت افزائی فرمائی۔

کتاب تمدن عرب نتیجہ فکر شمس العلماء مولانا سید علی صاحب بلگرامی بجمیع القابہ اور کتاب الفاروق مصنفہ مولوی شبلی نعمانی جنکے مطالعہ سے ایک عالم استفاضہ حاصل کر رہا ہے اسی سلسلہ آصفیہ میں داخل اور منسلک ہیں۔

تمت